ذکرِ محمود
یعنی
مختصر سوانح فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ
مفتی اعظم ہند و دارالعلوم دیوبند
از
محمد فاروق غفرلہ
جامعہ محمودیہ علی پور، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ
مسجد چھتہ دارالعلوم دیوبند
مکتبہ محمودیہ علی پور، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ-۲۴۵۲۰۶

ذکرِ محمود

یعنی

مختصر سوانح فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ
مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند

از

محمد فاروق غفرلہ
جامعہ محمودیہ علی پور، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ

مکتبہ محمودیہ علی پور، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ - ۲۴۵۲۰۶

تفصیلات

نام کتاب : ذکرِ محمود

یعنی مختصر سوانح فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ

مرتب : ------------محمد فاروق غفرلہٗ

صفحات : -----------------۱۹۲

سن اشاعت : -----------------۲۰۰۷ء

قیمت : -----------------روپے

کمپوزنگ : ------محمد اختر مسجد دربار والی، میرٹھ۔

ناشر : مکتبہ محمودیہ نزد جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ،

میرٹھ، یوپی۔ پن: ۲۴۵۲۰۶

مطبع : بھارت آفسٹ، دہلی-۶

فہرستِ مضامین

تمّت وبالفضل عمّت

عرضِ مرتّب

حامداً ومصلیاً امابعد فقیہ الأمّت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ کی سوانح حیات دو جلدوں میں شائع ہو کر عوام وخواص میں بے حد مقبول ہوئیں، فالحمدللہ علٰی ذالک۔

چونکہ روز بروز دینی شوق کم ہوتا جا رہا ہے اور طبائع بھی سہولت پسند بنتی جا رہی ہیں، اس لئے بندہ کا خود بھی قلبی تقاضا تھا اور احباب کی بھی خواہش تھی کہ فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی ایک سوانح انتہائی مختصر ہوتا کہ اس طرح کے حضرات اور عدیم الفرصت حضرات اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

ادھر محبِ مکرم حضرت مولانا ندیم الواجدی صاحب زید مجدہم نے ترجمان دیوبند کا خصوصی نمبر 'اکابر دیوبند' پر نکالنے کا ارادہ کیا اور اس کا اعلان بھی دے دیا۔ اس سلسلہ میں موصوف نے اس ناکارہ کو بھی حکم فرمایا کہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ سے متعلق مختصر مگر جامع مضمون قلمبند کروں جو حضرت والا قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ کے تمام گوشوں کو حاوی ہو اور صرف پچیس تیس صفحات پر مشتمل ہو۔

موصوف کی تعمیل حکم میں "حیات محمود" کی دونوں جلدوں کو سامنے رکھ کر تلخیص شروع کی جس میں موصوف کے حکم کی رعایت تو نہ ہو سکی کہ اُس سے طویل ہوگئی مگر سوانح کی تلخیص ضرور ہوگئی، جس میں حیات مبارکہ کے اکثر گوشوں کا تذکرہ اختصار کے ساتھ آگیا، اور عدیم الفرصت اور سہولت پسند حضرات کے استفادہ کے لئے یہ قیمتی ذخیرہ جمع ہوگیا

فالحمدللہ علیٰ ذالک اور اس مجموعہ کا نام ''ذکرِ محمود'' تجویز کردیا۔

اب جن حضرات کو ذوق وشوق زیادہ ہے اور فرصت بھی ہے وہ اصل (حیات محمود) سے استفادہ کریں گے اور عدیم الفرصت حضرات اس مختصر تذکرہ ''ذکرِ محمود'' کے مطالعہ پر اکتفا کریں گے۔ وللناس فیما یعشقون مذاھب۔

حق تعالیٰ شانہٗ اصل کی طرح اس مختصر مجموعہ کو بھی قبول عام وتام سے نوازے اور ذریعۂ نجات وذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

اور محترم مولانا ندیم الواجدی زید مجدہم کو بھی اجر عظیم عطا فرمائے کہ وہ اس کے محرک بنے، حق تعالیٰ شانہٗ موصوف کے حکم کی تعمیل کی بھی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

قارئین کرام کوئی سقم وکوتاہی محسوس فرمائیں تو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی تلافی کی جاسکے۔ فجزاکم اللہ خیر الجزاء فقط۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم بحرمۃ حبیبک سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین اِلیٰ یوم الدین۔

محمد فاروق غفرلہ

خادم جامعہ محمودیہ، علی پور، ہاپوڑ روڈ میرٹھ۔

۱۰؍شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ شب چہار شنبہ

نحمدهٗ ونصلّی علٰی رسوله الکریم امابعد

نام: محمود حسن

لقب: فقیہ الامت ومفتیِ اعظمِ ہند ودار العلوم دیوبند

خاندان: انصاری

جدِّ اعلیٰ: سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وطن: گنگوہ

جدِّ بزرگوار: حاجی خلیل احمد صاحبؒ خادم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہٗ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ سے بیعت تھے تہجد گزار، متبع سنت، اور اوراد واشغال کے پابند گوشہ نشین بزرگ تھے، صاحبِ دل وصاحبِ درد تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کا رسالہ ''دردنامہ غمناک'' بہت کثرت سے پڑھتے تھے اور پڑھتے پڑھتے بہت رویا کرتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی پانچ سال کی عمر تھی کہ انتقال فرمایا (انا لله وانا اليه راجعون)

والدِ بزرگوار: حضرت مولانا حامد حسن گنگوہیؒ کی دار العلوم دیوبند سے فراغت تھی حضرت شیخ الہند کے مخصوص شاگرد تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے ہمدرس تھے۔ ہزاروں حدیثیں حفظ تھیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا بہت غلبہ

تھا۔ اگر کوئی واعظ کوئی روایت یا مسئلہ غلط بیان کرتا تو وعظ کے دوران ہی کھڑے ہو کر اس کی تردید فرماتے اور صحیح روایت یا صحیح مسئلہ بیان فرماتے، وعظ ختم ہونے کا انتظار نہ فرماتے۔

تقاریب میں شرکت: اہل قصبہ نکاح وغیرہ پڑھانے کا اصرار کرتے تو منظور فرمالیتے، تقاریب میں کوئی منکر دیکھتے اس کی اصلاح فرماتے، اگر اہل تقریب اصلاح کر لیتے تو ٹھیک ورنہ واپس تشریف لے آتے۔ نکاح کی اجرت کبھی نہ لیتے نہ کھانے میں شرکت کرتے۔

احتیاط: احتیاط اس درجہ تھی کہ کبھی کسی کی دعوت قبول نہ فرماتے اگر کوئی گھر کھانا بھیج دیتا اس کو واپس نہ فرماتے البتہ نہ خود کھاتے نہ گھر والوں کو کھلاتے پڑوس میں ایک غریب شخص تھا اس کو دے دیتے۔ یہاں تک کہ مہتمم صاحب کی دعوت بھی قبول نہ فرماتے۔ کبھی کسی سے کوئی خدمت نہ لیتے۔ سادہ لباس پہنتے کہ کوئی نہیں پہچان سکتا تھا کہ یہ کوئی عالم ہیں۔ صبر و قناعت کی زندگی گزارتے جامع مسجد میں نماز پڑھاتے مگر کبھی اجرت نہ لیتے جب اجرت لینے پر اصرار کیا گیا، آبدیدہ ہو کر فرمایا "زندگی گزر گئی علم بیچ کر پیٹ پالتے پالتے، ایک نماز رہ گئی تھی وہ بھی پیسوں کی ہو جائیگی۔" مسجد کا لوٹا بھی استعمال نہ فرماتے، اپنا لوٹا لے کر جاتے اس سے وضو فرماتے۔

بیعت: حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت تھے۔

استقامت: حضرت شیخ الہندؒ نے نہٹور ایک مدرسہ میں بھیجا تھا پوری زندگی وہیں گزار دی تقریباً ۵۰ ربرس وہاں رہے۔

وفات: ۲۱ رمحرم الحرام ۱۳۷۱ھ کو انتقال فرمایا اور جس مکان میں حضرت شیخ

الہندؒ نے بٹھایا تھا اس مکان سے جنازہ نکلا۔ نہٹور ہی میں تدفین ہوئی۔

والدہ صاحبہ: بہت نیک صالحہ، پابند صوم وصلوٰۃ، خداترس بی بی تھیں، حضرت مفتی صاحبؒ کی ساڑھے چار سال کی عمر تھی کہ انتقال فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

﴿ولادتِ باسعادت﴾

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہٗ خلیفۂ ارشد حضرت خواجہ مرزا مظہر جان جاناںؒ کی وفات کے صحیح سو سال بعد اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی وفات کے صحیح دو سال بعد اسی ماہ اسی تاریخ اور اسی دن یعنی ۹/۸ رجمادی الثانی ۱۳۲۵ھ بروز جمعہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

﴿بشارت﴾

گنگوہ میں ایک مجذوب رہتے تھے۔ ان کو جب خبر ملی کہ حضرت مولانا حامد حسنؒ کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے تو مجذوب نے فرمایا: ''مولانا رشید احمد صاحبؒ کا بدل آ گیا۔

﴿بسم اللہ﴾

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہٗ گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے اور بھی چند بزرگ اور علماء ہمراہ تھے دونوں اکابر کے ذریعہ حضرتؒ کی بسم اللہ کرائی گئی۔

﴿ابتدائی تعلیم﴾

حضرت مفتی صاحبؒ کے مکان کے قریب ہی حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی

صاحبزادی صاحبہ صفیہ خاتون رحمہا اللہ کی بیٹھک میں مکتب قائم تھا اس میں حضرتؒ کی ابتدائی تعلیم ہوئی۔ حضرت صاحبزادی صاحبہ کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے: ''اگر عورت کو بیعت کی اجازت ہوتی تو میری صفیہ بیعت لیا کرتی۔'' نیز فرمایا: ''الحمد للہ میری بیٹی کو دنیا کی محبت بالکل نہیں اور انصاف سے دیکھئے تو اہل ولایت میں ہے۔''[1]

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا: ''بہن کے لطائف ستہ جاری ہیں مگر زبان سے کبھی ظاہر نہیں فرماتیں۔ صاحبزادی صاحبہ کو اس زمانہ کی رابعہ بصریہ کہا جائے تو حقیقت میں نازیبا نہیں۔''[2]

حفظ کلام پاک

حافظ کریم بخش صاحبؒ نابینا سے کلام پاک حفظ کیا ختم میں سترہ سطریں باقی تھیں کہ حافظ صاحبؒ کا انتقال ہوگیا تو پھر حافظ عبدالکریم امام جامع مسجد سے تکمیل فرمائی۔

ابتدائی فارسی

حفظ کلام پاک کے بعد حضرت مولانا فخرالدین صاحبؒ گنگوہی تلمیذ رشید حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ سے آمدنامہ کا ایک صفحہ اور بوستاں کے چند اشعار پڑھے۔

نہٹور میں قیام

بعدہٗ حضرت کے والد صاحبؒ اپنے ہمراہ نہٹور لے گئے وہاں مولانا امتیاز حسین صاحبؒ سے آمدنامہ، حمد باری، مصدر فیوض، کریما، پندنامہ کتاب پڑھیں۔ اور والد صاحبؒ سے میزان منشعب، مالابدمنہ اور بوستان کے چند اسباق پڑھے۔

---

[1] تذکرۃ الرشید صفحہ ۳۴۷ ج ۲ [2] ایضاً

مظاہر علوم میں حاضری

۱۳۴۱ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور علم الصیغہ، فصول اکبری وغیرہ سے لے کر جلالین شریف تک کی کتابیں سات ۷ سال کے اندر پڑھیں۔

دارالعلوم میں قیام

۱۳۴۸ھ میں دارالعلوم میں داخلہ لیا اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتابیں پڑھیں پھر دو سال میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

مظاہر علوم میں آمد

دارالعلوم میں تین سال قیام دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد مظاہر علوم میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سے ابوداؤد شریف پڑھی اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوریؒ سے نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف پڑھیں۔

ایثار وقناعت

زمانۂ طالب علمی میں ایک وقت کھانے کا معمول تھا اور ایک وقت کا کھانا کسی غریب طالب علم کو جس کا مدرسہ میں کھانا نہیں ہوتا تھا کھلاتے تھے ناشتہ کرنا جانتے نہیں تھے۔ زمانۂ طالب علمی کے بعد مدرسی کے زمانہ میں بھی مہمانوں کے ہجوم ہونے سے قبل تک یہی معمول تھا۔

اعتماد اور توکل علی اللہ

ایک مرتبہ والد صاحب نے تحریر فرمایا کہ اگر کچھ ضرورت ہو تو لکھو، حضرتؒ کے پاس اس وقت دو پیسے تھے اور اس وقت کارڈ دو پیسے کا ہوا تھا ان ہی دو پیسوں کا کارڈ منگایا

اوراس پر لکھا: ''الحمد للہ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔''

﴿زمانۂ طالب علمی میں ایک معمول﴾

مظاہر علوم کے دورِ طالب علمی میں حضرتؒ سمیت چار ساتھی ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے مگر جب امتحان قریب ہوتا تھا تو آپس میں ہاتھ ملالیا کرتے تھے کہ اب امتحان کے بعد ملاقات ہوگی، کھانا سب الگ الگ کھالیا کریں۔

﴿شوق وطلب﴾

مطالعہ کا ایسا ذوق وشوق تھا کہ ایک مرتبہ مدرسی کے زمانہ میں لالٹین جلا کر کمرہ بند کر کے مطالعہ میں مشغول ہوگئے، اچانک کمر دکھنے لگی لالٹین کو دیکھا کہ تیل ختم ہو گیا، گھڑی دیکھی تو معلوم ہوا کہ آٹھ گھنٹے ہو چکے۔ درمیان میں صرف نماز عشاء کے لئے اٹھنا ہوا۔

﴿پیدل سفر﴾

زمانہ طالب علمی میں سہارنپور سے گنگوہ، گنگوہ سے سہارنپور عموماً پیدل سفر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ سہارنپور سے دیوبند، دیوبند سے سہارنپور کا سفر بھی پیدل فرمایا کہ کسی ضرورت سے دیوبند جانا تھا گاڑی میں دیر تھی اس لئے گاڑی کا انتظار کئے بغیر پورا سفر پیدل ہی فرمایا۔

﴿سفر میں تلاوت کلام پاک﴾

بچپن سے کلام پاک کی تلاوت کا خاص ذوق تھا، سفر میں عموماً تلاوت کا معمول تھا۔ سہارنپور سے گنگوہ کے سفر کے دوران بیس، بائیس پارے ہو جاتے تھے۔

﴿سبق کی پابندی﴾

سبق کی پابندی کا خاص اہتمام تھا۔ کبھی سبق ناغہ کرنے کا سوال ہی نہیں تھا چنانچہ بخاری شریف از اول تا آخر اس شان سے پڑھی کہ کسی سبق کی غیر حاضری نہیں ہوئی اور کوئی ایک حدیث بھی نہیں چھوٹی۔ ایک دفعہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ بیمار ہوئے عیادت کے لئے اجازت طلب کی اور یہ بھی لکھ دیا کہ دیوبند سے سہارنپور آنے جانے میں ایک سبق کا ناغہ ہوگا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا: ''ایک سبق تو بڑی چیز ہے ایک حدیث کا استاد کے سامنے سے رہ جانا بھی میرے نزدیک نا قابل تلافی نقصان ہے۔'' اس لئے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی عیادت کے لئے جانا ملتوی فرما دیا۔

﴿ذکاوت وذہانت﴾

جلالین شریف کے سبق میں ایک استاد وشاگرد کا واقعہ حضرت قدس سرہٗ نے سنایا تھا اندازہ یہ ہے کہ وہ خود حضرت قدس سرہٗ کا اپنا واقعہ ہے مگر چوں کہ حضرت قدس سرہٗ میں اپنے کمالات کا اخفا بہت ہے، اس لئے طالبین کی اصلاح کے لئے اپنے کسی کمال کا ذکر کرنا ہو تب بھی اس کی نسبت اپنی طرف نہیں فرماتے بلکہ آپ کا طرزِ عمل اس شعر کا مصداق ہوتا ہے۔

خوش تر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

ارشاد فرماتے ہیں ایک جگہ جلالین شریف کا سبق ہو رہا تھا، استاد نے کہہ دیا

جو طالب علم چاہے سوال کرے اس کے بعد استاد نے پڑھانا شروع کیا۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہ، الآیۃ اَخَذَ صیغہ واحد مذکر غائب اَخَذَ یَاْخُذُ، نَصَر یَنْصُرُ سے، یہ مہموز الفاء ہے اس سے امر آتا ہے خُذْ۔ مہموز الفاء کے دو مصدر اور آتے ہیں جن کے امر کا ہمزہ خلاف قیاس حذف ہوتا ہے، اَکَلَ یَاْکُلُ سے کُلْ اَمَرَ یَاْمُرُ سے مُرْ۔

مِیْثاق کے معنی عہد وَثُوق سے مشتق ہے۔

اِسْرَائِیْلَ، اِسْرَا کے معنے عبد کے اور اِیْل کے معنی اللہ اِسْرَائِیْل کے معنی عبداللہ یہ لقب ہے حضرت سیدنا یعقوب علٰی نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسلام کا۔

لَاتَعْبُدُوْنَ، مضارع منفی جمع حاضر کا صیغہ ہے جو نہی کے معنی میں ہے عَبَدَ یَعْبُدُ سے مشتق ہے عَبْد مادّہ ہے عَبْد کے دو معنی ہیں، غلام، انسانوں کا غلام، اس معنی میں جب عَبْد آتا ہے اس کی جمع عَبِیْد آتی ہے، دوسرے معنی اللہ کا بندہ، جب یہ لفظ عَبْد اس معنی میں آتا ہے، اس کی جمع عِبَاد آتی ہے۔

شاگرد! عبید اسم جمع ہے۔

استاد! کہاں لکھا ہے۔

شاگرد! فصول اکبری کی شرح میں۔

استاد! اس میں دو قول ہیں، ایک سیبویہ کا دوسرا اخفش کا میں نے اخفش کا قول لیا ہے اخفش کے نزدیک یہ جمع ہے، سیبویہ کے نزدیک اسم جمع ہے۔

شاگرد! سیبویہ استاد تھا، اخفش شاگرد۔ آپ نے استاد کا قول چھوڑ کر شاگرد کا قول کیوں لیا۔

استاد! جس اخفش کا قول میں نے لیا ہے وہ سیبویہ کا استاد تھا۔ اخفش تین ہیں ایک سیبویہ کا استاد ہے، ایک ہم عصر ہے، ایک شاگرد ہے۔

شاگرد! اِنّ اللّٰہ لَیْسَ بِظَلّامٍ لِّلْعَبِیْد میں کس کے غلام مراد ہیں۔

استاد! عبید مشترک ہے انسان کے غلاموں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے بھی البتہ عباد اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے خاص ہے۔

شاگرد! وَاَنْکِحُو الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ، الآیہ میں ''عباد'' کی اضافت 'کم' ضمیر کی طرف ہے جو جمع مذکر حاضر کے لئے ہے تو یہاں عباد انسانوں کے غلاموں کے لئے متعین ہے۔

استاد نے خفا ہو کر کہا نا معقول تم سے ایسی باتیں پوچھنے کو کس نے کہا اور خاموش ہو گئے۔ اس گفتگو سے استاد و شاگرد دونوں کی لیاقت و ذہانت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

وزیرے چنیں شہر یارے چنیں

اور جس شاگرد کا زمانۂ طالب علمی میں یہ حال ہو تکمیل علوم کے بعد اس کیا حال ہوا ہوگا۔

﴿اساتذۂ کرام﴾

مظاہر علوم کے اساتذۂ کرام

مولانا مفتی ضیاء احمد گنگوہیؒ

حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ

حضرت مولانا عبد الرحمٰن کیمل پوریؒ

حضرت مولانا الحاج عبداللطیف صاحبؒ

حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ

حضرت مولانا ظہور الحق صاحبؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ

دارالعلوم کے اساتذۂ کرام

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

حضرت مولانا میاں قاری اصغر حسین صاحبؒ

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ

حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ

حضرت مولانا علامہ ابراہیم بلیاویؒ

حضرت مولانا نبیہ حسن صاحبؒ

بیعت و تکمیلِ سلوک

اصلاح باطن کی فکر حضرت کو بچپن سے تھی زمانۂ طالب علمی ہی سے قصد السبیل دیکھ کر ذکر وغیرہ شروع فرما دیا تھا اور طالب علمی کے اخیر سالوں میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ سے باقاعدہ بیعت ہو گئے تھے۔

انتخاب شیخ

اس وقت مشائخ کاملین میں حضرت حکیم الامت حضرت تھانویؒ، حضرت مولانا

محمد الیاس صاحبؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت رائے پوریؒ یہ سب اکابر موجود تھے مگر ان سب کی موجودگی میں حضرتؒ نے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کا انتخاب کیا چونکہ حضرت شیخؒ ان سب سے کم عمر تھے اور وجہ یہ تھی۔

(۱) کہ حضرت شیخؒ کے ساتھ زمانہ زیادہ ملے گا اور اصلاح نفس و اصلاح اخلاق زیادہ ہوسکے گی اس لئے اکابر مشائخ کے ہوتے ہوئے ان میں سب سے کمسن کو منتخب فرمایا۔

(۲) دوسری وجہ یہ بھی ہوئی کہ بعض خواب دیکھے تھے جس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی جانب میلان ورجحان زیادہ ہوا۔

(۳) تیسری وجہ رجحان کی یہ ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ دیگر مشائخ کی خدمت میں جب حاضر ہوتے تو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت زیادہ ہوتی مگر اپنے عیوب پر پردہ پڑ جاتا۔ اور جب حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اپنے عیوب سامنے ہوجاتے جس سے یہ خیال پختہ ہوگیا کہ میری اصلاح حضرت شیخ قدس سرہٗ کے ذریعہ ہوگی۔ ان سب وجوہات کی بناء پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا انتخاب فرمایا۔

درخواست بیعت وامتحان طلب

حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بیعت کی درخواست کی حضرت شیخؒ نے تھانہ بھون، دیوبند، رائے پور، دہلی حضرات اکابر کی خدمت میں جانے اور ان حضرات سے بیعت ہونے کو فرمایا، کبھی استخارۂ مسنونہ کا حکم فرماتے غرضیکہ کئی ماہ اسی طرح ٹالتے رہے اور جب ہر طرح ٹھوک بجا کر دیکھ لیا کہ طلب صادق ہے اور کسی دوسری

جانب کا کوئی رجحان ہی نہیں تو پھر بیعت فرمالیا۔

﴿فنافی الشیخ﴾

حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت شیخؒ کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا اور مناسبت تامہ پہلے سے تھی اس لئے باقاعدہ بیعت ہونے کے بعد اپنے آپ کو حضرت شیخؒ کے اس طرح حوالہ اور سپرد فرمادیا جس طرح مریض اپنے آپ کو معالج کے حوالہ کر دیتا ہے کہ معالج جس طرح چاہے مریض کے اندر تصرف کرے مریض کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ معالج کے ہر تصرف پر دل سے خوش ہوتا ہے، اور اس کو اپنا محسن و خیر خواہ سمجھتا ہے۔ یا **کالمیت فی یدالغسال** جس طرح مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے کروٹ دیتا ہے، جس طرح چاہتا پانی ڈالتا ہے میت کو کوئی اختیار نہیں ہوتا اسی طرح حضرتؒ نے اپنے آپ کو حضرت شیخؒ کے اس طرح حوالہ کیا کہ گویا اپنا کوئی اختیار ہی باقی نہ رہا اور اپنا کوئی کام حضرت شیخؒ کے منشاء و مرضی کے خلاف نہیں کیا بلکہ ہر کلی و جزوی میں، ہر امر میں حضرت شیخؒ کے مشورہ کو ضروری جانا اور حضرت شیخؒ کی مرضی و منشاء کے مطابق ہی اس کو انجام دیا اور اپنے آپ کو بالکلیہ مرضیِ شیخ میں فنا کر کے فنافی الشیخ کے درجہ پر فائز ہوئے اور اس شعر کے مصداق بن گئے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم وبیش را

اور یہ شعر آپ کے حسب حال ہوگیا۔

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن
دل بدست دگرے دادن وحیراں بودن

حضرت شیخؒ کی عنایت وشفقت

اسی وجہ سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ وہ عنایت وشفقت کا معاملہ فرماتے کہ دیکھنے والے دیکھ کر حیران ہوتے۔

دیگر اکابر سے استفاضہ

اسی غایت شفقت وعنایت کی بنا پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خواہش ہوتی کہ حضرت مفتی صاحبؒ دیگر اکابر سے بھی پورے طور پر مستفیض ہوں۔

حضرت شیخؒ کے یہاں جب اکابر میں سے کسی کی تشریف آوری ہوتی تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ بطور خاص حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو ان کی خدمت میں رہنے اور ان سے مستفیض ہونے کی تاکید فرماتے خود ان حضرات کی خدمت میں جانے اور قیام کر کے اکتساب فیض کی تاکید فرماتے۔

رائے پور میں قیام

چنانچہ اسی مقصد کے لئے رائے پور حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کی خدمت میں بار بار حاضری ہوتی اور بعض مرتبہ طویل قیام ہوتا۔

ایک مرتبہ تقریباً اڑھائی ماہ رائے پور قیام فرمایا اور حضرت رائے پوریؒ حضرتؒ کو اذکار واشغال بتا کر (کہ جس میں چوبیس گھنٹہ کا تمام وقت گھیر دیا گیا تھا) خود سفر میں تشریف لے گئے۔

اس موقع پر حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کو خط لکھا اور اپنے حالات کی اطلاع دی، اس میں یہ شعر بھی تحریر فرمایا۔

اے وائے بر اسیرے کہ از یاد رفتہ باشد

دردام مانده باشد صیادرفتہ باشد

﴿مرکز نظام الدین میں قیام﴾

ایک موقع پر حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی قدس سرہٗ کی وفات کے قریب تقریباً ایک ماہ حضرت دہلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں قیام فرمایا۔

حضرت مفتی صاحبؒ قدس سرہٗ کا یہ قیام حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے حکم اور تجویز کے مطابق ہی تھا۔

۲۳/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ (۱۵/جون ۱۹۴۴ء) میں آپ حضرت شیخؒ کے حکم سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے، مقصد سفر حضرت شیخؒ کے الفاظ میں یہ تھا۔

''روانگی مفتی محمود نظام الدین فرستادہ زکریا بہر سلوک۔''

دہلی کے اس زمانۂ قیام میں آپ عالی ہمتی کے ساتھ اپنے اشغال و معمولات میں مشغول رہے حضرت کی مجالس میں بھی اہتمام سے شرکت فرماتے۔

﴿اجازت وخلافت کا مطلب﴾

اسی موقع پر ایک مرتبہ حضرت دہلویؒ نے فرمایا کہ مولوی محمود جانتے ہو مشائخ جو مجاز بنایا کرتے ہیں، اجازت دیا کرتے ہیں اس کا کیا مطلب ہوتا ہے، مفتی صاحبؒ کے انکار پر فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ طالب نے اپنے آپ کو شیخ کے سامنے فنا کر دیا، خدمت کرتے کرتے اپنا ارادہ اور اپنی رائے کو بالکل ختم کر کے پورے طور پر شیخ کے تابع ہو گیا،

اپنی مرضی کو شیخ کے ماتحت کر دیا جب اس کے اندر اس کا رسوخ حاصل ہو گیا عاجزی اور تواضع کا مضمون پختہ ہو گیا تو پھر شیخ اس کو دعوت دیتا ہے کہ اچھا جو معاملہ تم نے عاجزی اور تواضع کا میرے ساتھ کیا اب میں اجازت دیتا ہوں کہ تمام مخلوق کے ساتھ یہی معاملہ کرنا جو تم نے اپنے شیخ کے ساتھ کیا ہے۔

آپ کے دہلی قیام کے ۲۹ ردن بعد حضرت دہلویؒ کا وصال ہوا پھر آپ سہارنپور واپس تشریف لے آئے اور دوبارہ مظاہر علوم میں اپنی علمی فقہی اور درسی مشغولیات میں مصروف ہو گئے۔

حضرت مدنیؒ سے اکتساب فیض

ایک دفعہ شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ قیام فرما تھے اور حضرت والا نے بھی حسب حکم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں ہی رات گزاری، صبح کو چائے پیتے وقت اپنی چائے میں سے کچھ پی کر ارشاد فرمایا ''آج تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنی جھوٹی چائے مفتی محمود کو دیں'' اور یہ فرما کر چائے حضرت والا کو عنایت فرمانا چاہتے تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے جلدی سے اپنے ہاتھ میں لے لی اور خود بھی اس میں سے ایک گھونٹ پی کر اور اس کو دو آتشہ بنا کر حضرت والا کو عنایت فرمائی۔

حضرت شیخؒ کی انہیں عنایات اور حضرات اکابر کی انہیں شفقتوں کی بنا پر ان تمام اکابر سے حضرت والا نے خوب اکتساب فیض کیا، ہر ایک کی صفات کو اخذ کیا جس کی وجہ سے گویا ان سب اکابر کی صفات کا مجموعہ جس کو عطر مجموعہ یا گلدستۂ گلہائے رنگارنگ کا مصداق کہنا چاہیے، ہو گئے۔

﴿اجازت وخلافت﴾

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کس سنہ میں حضرت قدس سرہٗ کو اجازت ہوئی، البتہ یہ ضرور ہے کہ فراغت اور قیام مظاہرعلوم کے چند سال بعد ہی آپ اجازت وخلافت سے سرفراز کردیے گئے تھے، چونکہ حضرت اقدس تھانوی قدس سرہٗ برائے علاج سہارنپور قیام فرماتھے ان کی عیادت کو جاتے ہوئے راستہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ۱۳۶۲ھ میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی وفات ہے پس یقیناً اس سے قبل ہی اجازت ہوئی، جس کی صورت یہ ہوئی کہ گنگوہ میں ایک عورت اورادووظائف کی پابند تھی، اس کے پیر کا انتقال ہوگیا، اس نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی حضرت والا نے انکار فرمادیا، البتہ یہ خیال کیا کہ حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ جب گنگوہ تشریف لائیں گے ان سے بیعت کرادوں گا، حضرت مدنیؒ کے سفر گنگوہ کے بارے میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے دریافت کیا اور بتایا کہ گنگوہ میں ایک عورت ہے بیعت ہونا چاہتی ہے اس کو بیعت کرانا ہے اس پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت والا کو اس کو بیعت کرنے کا حکم فرمایا اور اجازت بیعت مرحمت فرمائی۔ اپنی اجازت کا واقعہ حضرت والا قدس سرہٗ نے ایک سوال کے جواب میں خود ارشاد فرمایا:

"اجازت کو میں ابھی تک سمجھا ہی نہیں، صورت یہ پیش آئی کہ گنگوہ میں ایک عورت تھی وہ اب وہاں نہیں پاکستان میں ہے وہ کسی بزرگ سے بیعت تھی اور اس کے بڑے اورادووظائف تھے میں جب گنگوہ گیا تو اس نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ میرے پیر کا انتقال ہوگیا ہے تم مجھے مرید کرلو، میں ہنس پڑا میں نے کہا میں کیسے مرید کرلوں۔ میری نیت یہ تھی کہ حضرت

مدنیؒ جب گنگوہ تشریف لائیں گے تو حضرت مدنیؒ سے بیعت کرادوں گا ،حضرت تھانویؒ اپنے علاج کے سلسلہ میں تشریف لائے ہوئے تھے، شیخ ان کی عیادت کے لئے جارہے تھے میں ان کے ساتھ تھا، پیدل ہی جارہے تھے، اس زمانہ میں گاڑی واڑی کا دستور نہیں تھا۔ ان سے میں نے اس وقت عرض کیا کہ گنگوہ میں ایک عورت ہے اور اس طرح سے ہے، ابھی میں پوری بات کہنے بھی نہ پایا تھا کہ شیخ نے فرمایا:

''اگر تم سے مرید ہونا چاہے تو مرید کرلو۔''

میں نے کہا ''حضرت! مجھ سے کیا مرید ہوتی اور میں کیا مرید کرتا؟ میری نیت تو یہ ہے کہ حضرت مدنیؒ کے آنے کی کوئی تاریخ ہو تو میں ان کو اطلاع کرادوں کہ فلاں دن حضرت مدنیؒ آئیں گے اِن سے بیعت ہو جاؤ۔

حضرت نے فرمایا ''شرمانے کی بات نہیں ہے، وہ اتنے اوراد و وظائف پڑھتی ہیں ان کے اتنے احوال ہیں اور اب تک اپنے کو کسی کے حوالے نہیں کیا۔''

اور فرمایا ''جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے پوچھنا ، یہ میری اجازت ہے۔''

میں کچھ سمجھا نہیں کہ واقعی اجازت ہے، میں نے یہ سمجھا کہ تفریحی فقرہ ہے۔

چونکہ کمال تواضع وعبدیت کی بنا پر حضرت والا قدس سرہٗ اپنے آپ کو اس کا اہل

ہی نہ سمجھتے تھے بلکہ حضرت والا قدس سرہٗ کا حال اس شعر کے مطابق تھا۔

احمد تو عاشقی بمشیخت تراچہ کار
دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

اس لئے حضرت والا قدس سرہٗ اس کو تفریحی فقرہ ہی خیال فرماتے رہے اور اگر کوئی بیعت کی درخواست کرتا تو عدم اہلیت اور عدم اجازت کا عذر فرمادیا کرتے حتیٰ کہ اجازت کے ایک عرصہ کے بعد کانپور کے ابتدائی زمانہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

اقتباس مکتوب حضرت شیخؒ

''خبر نہیں کوئی تم سے مرید ہوا یا نہیں کوئی بیعت ہونا چاہے تو اسے بیعت کرلیا کیجئے۔''

مکتوب فقیہ الامت قدس سرہ

حضرت والا قدس سرہٗ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا اس کا اقتباس عرض ہے:

''حضرت والا نے بیعت کے متعلق دریافت فرمایا ہے سو عرض ہے کہ احقر نے اب تک کسی کو بیعت نہیں کیا جب بھی کسی نے کہا تو اکابر کا مشورہ دیا اور اصرار پر اپنی عدم اہلیت اور عدم اجازت کا اظہار کردیا، بعض نے مشورہ قبول کیا اور اکابر کی طرف رجوع کرلیا، بعض نے خاموشی اختیار کی صرف ایک صاحب کو خصوصی طور پر جن کے متعلق حضرت والا نے امر

فرمایا تھا کہ تفصیلی توبہ کرادے احقر نے تعمیل ارشاد کردی تھی اور اس کی اطلاع بھی کردی تھی اور جو کیفیت اس سے قلب میں پیدا ہوئی تھی وہ عرض کردی تھی، اب والا نامہ میں خصوصیت سے بڑھ کر عموم دیکھ کر دل پر بہت سہم ہے کہ یہ کام بہت اہم ہے اور اس ناکارہ کی جو کیفیت حضرت والا کے سامنے تھی اب اس میں ہر طرح انحطاط ہی انحطاط ہے ترقی کا شائبہ بھی نہیں اس لئے بالکل ہمت نہیں ہوتی واجب جان کر عرض کیا۔

فقط والسلام

احقر محمود عفی عنہ

۱۲/۲/۷۴ھ

اس کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے جو والا نامہ تحریر فرمایا اس کا اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اقتباس مکتوب گرامی حضرت شیخ قدس سرہٗ

”اچھا کیا مشورہ تو یہی دینا چاہئے غالبًا آپ کو سہو ہوا میں تو عرصہ ہوا حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی عیادت کو مولوی منفعت علی کے مکان پر جاتے ہوئے راستہ میں بعد مغرب آپ سے کہہ چکا تھا (اجازت دے چکا تھا) اور آپ کے اشکالات کا اپنے خیال میں کافی جواب بھی دے چکا تھا۔

سہم ضرور ہونا چاہئے اور رہنا چاہئے اور کسی وقت بھی دل سے اپنے کو اس اہم کام کا اہل نہ سمجھنا چاہئے زبان سے تو کہنا کوئی اہم بات نہیں

دل سے واقعی یہی سمجھنا چاہئے اور عدم اہلیت کے واقعی تصور کے ساتھ دوسرے کے کہنے کی مجبوری کو پورا کرنا چاہئے۔

حق تعالیٰ شانہٗ اس (انحطاط) کوترقی سے بدل دے انحطاط کا تصور اور اس پر تنہائیوں میں رونے کی سعی بھی ضروری ہے۔اپنے اکابر کو انتہائی اضطراب اور بے چینی کے ساتھ اس قدر کثرت سے روتے دیکھا ہے کہ ان کو دیکھ کر حیرت ہو جاتی تھی اور ہو جاتی ہے۔تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل مطالعہ میں مسلسل رکھنے کا اہتمام رکھیں۔" فقط والسلام

زکریا ۱۴؍صفر ۹۴ھ

﴾اجازت دینے کا حکم اور اس کا معیار﴿

ایک سال حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ پر اجازت دینے کا زیادہ زور اور غلبہ تھا حضرت والا قدس سرہٗ کو بھی تحریر فرمایا کہ میرے اور تمہارے لوگوں میں سے جو شخص تمہارے نزدیک اہل ہو اس کو اجازت دے دو۔حضرت والا قدس سرہٗ نے جواب میں لکھا کہ مجھے معلوم ہی نہیں نسبت کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہوتی ہے۔حضرت قدس سرہٗ نے خود ارشاد فرمایا:

"ایک سال جب میں دیوبند میں تھا حضرت شیخ کو اجازت دینے کا زور ہو رہا تھا۔مجھے بھی خط لکھا۔

"تمہارے اور میرے لوگوں میں سے جو شخص تمہارے نزدیک اہل ہو صاحب نسبت ہو اس کو اجازت دے دو۔"

میں نے جواب میں لکھا کہ "مجھے معلوم ہی نہیں [illegible] نسبت کیا چیز

ہے؟ کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ اور کیسی ہوتی ہے؟ اور نہ پہچان سکتا ہوں کہ کس کے پاس نسبت ہے، اس کےجواب میں حضرت شیخؒ نے لکھا، اب تو پہچاننا ہی پڑے گا، جس شخص کے بارے میں بار بار خیال آتا ہو کہ اس کو اجازت مل جانی چاہئے اور وہ اوراد کا پابند ہو، متبع سنت ہو اس کو اجازت دے دیں۔"

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا کمال اعتماد اور حضرت والا قدس سرہٗ کی کمال تواضع قابل دید ہے۔

﴿خرقۂ خلافت﴾

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے پاس ایک جبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا عنایت فرمایا ہوا تھا جس کو حضرت سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ نے روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر تین روز تک رکھا تھا عنایت فرمایا۔

حضرت والا قدس سرہٗ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

"حضرت نے جبہ (مشلح) مرحمت فرمایا تھا اور بہت اہمیت کے ساتھ فرمایا تھا کہ یہ حضرت سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ کا ہے انہوں نے اس کو تین روز تک روضۂ اقدس پر رکھا تھا اس کے بعد مجھے عنایت فرمایا، بہت بوسیدہ تھا میں نے اس کے نیچے ایک اور کپڑا لگوالیا تھا، پس میں نے کبھی کبھی رمضان کے مہینہ میں اس کو پہن کر تنہائی میں دو رکعت پڑھی ہے اس کے بعد اٹھا کے رکھ دیا۔"

اس عطیہ شاہی کے بارے میں بجز اس کے کیا کہا جائے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اعتمادِ شیخ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو حضرت والا قدس سرہٗ پر اس درجہ اعتماد تھا کہ اپنے ذاتی اور خصوصی معاملات بلکہ قلبی کیفیات حتی کہ سفر حرمین وغیرہ کے سلسلہ میں بھی حضرت والا قدس سرہٗ سے استخارہ کراتے، مشورہ لیتے اور اس پر حد درجہ اطمینان فرمایا کرتے۔

حضرت والا قدس سرہٗ کا ایک ملفوظ ملاحظہ ہو جس سے ان سب چیزوں پر روشنی پڑتی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

"ہندوستان سے حجاز جانے کے لئے سفر کی تیاری تھی مگر تردد تھا کہ تشریف لے جائیں یا نہ لے جائیں، عصر کے بعد مدرسہ قدیم کی مسجد میں جمعہ کے روز ذکر ہوتا تھا میں بھی ذکر میں مشغول تھا، الحاج ابوالحسن نے آکر مجھ سے کہا کہ حضرت کا ارشاد ہے کہ استخارہ کرو۔ استخارہ کر کے بتاؤ کہ میں سفر میں جاؤں یا نہ جاؤں میں نے کہا کہ "یہ تو میں ابھی بتادوں گا بغیر استخارہ کے" کہا کہ نہیں استخارہ کا حکم ہے، آئندہ جمعہ کو آؤ تو استخارہ کر کے آنا۔

آئندہ جمعہ کو میں حاضر ہوا تو فرمایا:

"مفتی جی! بتاؤ میں جاؤں یا نہ جاؤں۔"

میں نے کہا "حضرت! میں نے ایسا دیکھا کہ حضرت کھڑے ہوئے ہیں، تنہا ہیں، نہایت قوی کسی قسم کے ضعف کا اثر محسوس نہیں ہوتا اور

اور بالکل خاموش ہیں۔ پنڈلیاں کھلی ہوئی ہیں یہ مجھے معلوم نہیں کہ اوپر لنگی ہے یا پائجامہ مگر پنڈلیاں کھلی ہیں اور پنڈلیوں پر نشانات ہیں جیسے جھاڑ جھنکاڑ میں کوئی آدمی چلے اس کے لگنے سے نشانات ہو جاتے ہیں اور ایک جھنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑے ہیں جو سفید ہے، اس کے اوپر بڑی شعائیں ہیں جو بڑی دور تک جارہی ہیں، لندن، امریکہ، افریقہ وغیرہ ممالک میں جارہی ہیں اور جہاں پر وہ شعائیں پہنچتی ہیں وہاں پر ایک چھاپ لگ جاتی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ خاموش ہیں کوئی آس پاس نہیں ہے، میں یوں خواب میں سوچ رہا ہوں کہ وہ دسترخوان کے مریدانِ با اخلاص کہاں ہیں ان میں سے کوئی نہیں، غور کر کے دیکھا تو چار آدمی نظر آئے دور فاصلہ پر ایک مولانا منور حسین صاحب، ایک مولانا عبدالرحیم صاحب، ایک قاری امیر حسن صاحب، ایک مولانا عبدالجبار صاحب اور چاروں کے چاروں اتنے ضعیف اور مضمحل ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے ابھی سخت بیماری سے اٹھے ہوں اور ان کے چہروں پر خون کے آثار تک محسوس نہیں ہوتے کہ بدن میں خون ہے بول کوئی کچھ نہیں رہا سب خاموش ہیں۔

حضرت شیخ نے یوں بیان فرمایا خواب سن کر کہ ''اچھا بتاؤ محمد ﷺ کیوں لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ کیوں نہیں؟

میں نے کہا'' وہ تو ظاہر ہے کہ حضرت کا جو کچھ کام ہے وہ اہل توحید میں ہے منکرینِ توحید میں نہیں، جو کلمہ پڑھنے والے ہیں ان کے پاس کلمہ کا پہلا جز تو موجود ہے، آپ کی تمنا اور خواہش یہ ہے کہ محمد رسول

اللہ ﷺ کا اتباع ہوا نہی لوگوں میں آپ کا کام ہے اور انشاء اللہ کام آپ کا دور تک دیگر ممالک میں پہنچے گا۔

(چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ آج دنیا کے ہر ملک، ہر شہر بلکہ ہر بستی میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا فیض پہنچا ہوا ہے)

﴿سفر حج سے متعلق ایک گفتگو﴾

''ایک مرتبہ جس زمانہ میں بخاری شریف کا سبق بھی پڑھاتے تھے اور لامع الدراری کی تصنیف بھی جاری تھی، مولانا سلیم صاحب نے مکہ مکرمہ سے ٹکٹ بھی بھیج دیا، حضرت کو بڑا تردد تھا جاؤں یا نہ جاؤں مجھ سے ایک مرتبہ تنہائی میں فرمایا کہ۔

''مفتی جی! ایک گفتگو کرو اور دیکھو مناظرانہ گفتگو کرنا یہ نہیں ہو کہ جی حضرت، جی حضرت۔ فرمایا:

''بتاؤ کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں......؟

میں نے کہا ''جی ضرور جائیں۔''

کہنے لگے ''کیوں جاؤں؟ فریضہ تو میں پہلے ادا کر چکا حج کا۔''

میں نے کہا ''وہ جگہ ایسی ہے ہی نہیں جہاں یہ سوال ہو کیوں جاؤں؟''

پھر فرمایا کہ ''میری تعلیم کا حرج ہوگا، بخاری شریف کے سبق کا حرج ہوگا، کتاب کی تصنیف کا حرج ہوگا۔''

میں نے کہا ''کوئی بات نہیں، کل ایک مہینہ کی بات ہے ایک

مہینہ میں جتنا حرج ہوگا سبق کا اس کی تکمیل انشاء اللہ بعد میں آپ فرمالیں گے، لہٰذا حرج نہیں اور تصنیف کا حال یہ ہے کہ اس کو ساتھ لیتے جائیں وہاں ایک گھنٹہ کام کے لئے مقرر کرلیں۔"

فرمایا کہ "میں کتاب نہیں لے جانے کا، میری کتاب ضائع ہوجائے گی۔"

میں نے کہا "جی نہیں، کتاب تو ضائع نہیں ہوگی، کتاب انشاء اللہ آپ کی حیات میں مکمل ہوگی، طبع ہوگی، دنیا کو نفع پہنچے گا۔ اور میرے پاس اس کی دلیل اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی محنت کو ضائع نہیں کرتے، ضیاع سے حفاظت فرمایا کرتے ہیں۔"

فرمایا کہ "بھائی! میں نے ایک درخواست کررکھی ہے کہ مجھے مدینہ طیبہ میں قبر کی جگہ مل جائے اور مجھ سے وعدہ ہے کہ اس وقت تو جاؤ پڑھاؤ جب وقت آئے گا تم کو طلب کرلیا جائے گا، میں اس طلب کو وہ طلب کیوں نہ سمجھوں میں نے تو درخواست دی نہیں، دوستوں نے درخواست دے دی ہے، میرا پاسپورٹ غائب تھا وہ بھی مل گیا کہ جلدی وہاں سے آگیا، یہ سب انتظامات ہورہے ہیں تو اس طلب کو وہ طلب کیوں نہ سمجھوں مین پھر وہاں سے نہیں آنے والا۔"

میں نے کہا کہ "اس وقت تو آپ تشریف لے جاویں واپسی کے ارادہ سے اگر وہ وہاں روکیں رک جائیں۔ کتاب کے متعلق یہ ہے کہ ایک گھنٹہ وہاں کام کرلیا کریں اس کا بھی حرج نہیں ہوگا اور بلانا خالی اسی واسطے تھوڑے ہی ہوتا ہے اور یہ طلب وہ طلب تو ہے نہیں۔"

آپ نے پوچھا ''کیوں؟''

میں نے کہا کہ ''اس واسطے کہ جب آدمی کی تمنا اور طلب پوری ہوتی ہے تو اس کے قلب میں ایک بشاشت ہوتی ہے آپ کے قلب میں بشاشت نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طلب یہ نہیں وہ طلب پھر کسی اور وقت ہوگی۔''

پھر فرمایا ''میں کیوں جاؤں؟''

میں نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کی ہدایت کے لئے اولیاء کو جیل خانے بھجواتے ہیں وہیں جا کر ان کے ذریعہ سے ہدایت ہوتی ہے نہیں معلوم کس کس کے مقدر میں آپ کے ذریعہ سے ہدایت لکھی ہوئی ہے کہ وہ ہندوستان نہیں آسکتا حجاز جانا اس کو آسان ہو وہاں آپ سے ملاقات کر کے آپ کے ذریعہ ہدایت ہوسکتی ہے۔''

اس پر گفتگو ختم فرمادی، خاموش ہوگئے۔

پھر ایک روز فرمایا کہ ''میں نے دیکھا ہے، کچھ سو رہا تھا کچھ جاگ رہا تھا، آواز میرے کان میں آئی طلبت زکریا للباکیین (ای للپاکستانیین)

بس پھر شرح صدر ہوگیا تھا جانے کے لئے، تشریف لے گئے، مجھے بھی حجاز اسی سال جانا تھا، مدرسہ صولتیہ میں پہنچ کر میں نے دریافت کیا ''حضرت کے قلب کا کیا حال ہے؟''

فرمایا ''اب تک تو وہی ہے سکون نہیں۔''

میں نے کہا ''مولوی سلمان کا خط آیا ہے میرے پاس، اس میں

لکھا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت شیخ واپس تشریف لے آئے۔"

میں نے مولانا انعام الحسن صاحب سے پوچھا کہ "کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی تھی واپسی کی" تو انھوں نے بتلایا کہ "ہاں اجازت تو جبھی دے دی تھی جب ہم پہنچے تھے۔"

شیخ نے فرمایا "یہاں بھی خواب دیکھ رہے ہیں کہ مستقل قیام یہیں ہوگیا۔"

میں نے کہا "جی وہ بھی خواب تھا یہ بھی خواب ہے۔"

کہا "ہاں، وہ تو خواب ہی ہے۔"

مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت شیخ نے مولانا محمد سلیم صاحب سے مطالبہ کیا "تم نے میرا ٹکٹ کیوں بھیجا۔" انھوں نے فرمایا کہ "پہلے مولانا انعام صاحب مولانا ہارون صاحب کے لئے ٹکٹ بھیجا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور جبل ابوقبیس پر قیام فرمایا، میں سمجھا کہ حضرت ناراض ہیں کہ میں نے ٹکٹ کیوں نہیں بھیجا، اس لئے میرے یہاں قیام نہیں کیا، اس لئے ٹکٹ بھیجا۔" میں نے کہا "جبل ابوقبیس پر ناراضگی کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ تو رفعت مقام کی طرف اشارہ ہے۔"

پھر وہاں سے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو میں نے پوچھا وہاں پہنچ کر کہ "اب کیا حال ہے۔؟"

فرمایا "اب بالکل سکون ہے۔"

جس روز میں مدینہ طیبہ سے چلنے لگا تو میں نے مصافحہ کیا اس

وقت چپکے سے مجھے بتلایا کہ ”میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں رخصتی سلام کے لئے روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور وہاں میرا انتقال ہوگیا اور میں نے اس خواب کا تذکرہ انعام وہارون سے نہیں کیا بچے رونا شروع کردیں گے۔“

میں نے کہا کہ ”حضرت یہ وہ انتقال تھوڑا ہی ہے، یہ تو آفتاب نبوت کے سامنے چراغ کا اضمحلال ہے۔“

یہ بات کرکے میں وہاں سے چلا آیا تھا۔“

ان ملفوظات سے جہاں حضرت شیخ نوراللہ مرقدۂ کے اللہ تعالیٰ شانہٗ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب خاص اور علو مرتبہ کا پتہ چلتا ہے، اسی کے ساتھ حضرت شیخ نوراللہ مرقدۂ کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ پر جو اعتماد تھا اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدۂ کے نزدیک حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا جو مقام تھا اس کا بھی کچھ اندازہ ہوجاتا ہے۔

(پیچیدہ امور میں مشورہ)

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی اصابت رائے پر اسی مکمل اعتماد کی بناپر حضرت شیخ نوراللہ مرقدۂ اپنے بعض مریدین ومسترشدین کے پیچیدہ مسائل میں بھی مشورہ فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ایک مکتوب گرامی ملاحظہ ہو جس میں افریقہ کے ایک مسترشدین کے پیچیدہ مسئلہ کے سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے مشورہ طلب فرمایا ہے۔

(مکتوب گرامی حضرت شیخؒ)

”مکرم ومحترم مدفیوضکم، بعد سلام مسنون

گرامی نامہ پہنچا طبیعت اس قدر بے حس ہوگئی ہے کہ رنج وخوشی کا احساس بھی جاتا رہا جو لوگ تعزیت کے لئے آکر بے اختیار رونے لگتے ہیں وہ اس ناکارہ کو بھی مضطرب کردیتے ہیں ورنہ اپنے کو احساس تک باقی نہیں۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ افریقہ کے ایک صاحب کا کئی روز سے ایک خط آیا ہوا ہے وہ خط سے بیعت ہوئے تھے، بیعت سے پہلے ان کی ایک تجارت میں شرکت ہے اور برسوں سے تجارت میں شراب اور لحم خنزیر کی تجارت ہے اور ان کی دو کانیں بھی اسی تجارت کے لئے کرایہ پر دی ہوئی ہیں، اب وہ نہایت پریشان ہیں علیحدہ ہونے میں مضرت کا بہت اندیشہ بتاتے ہیں اور بقا تو ظاہر ہے کہ حرام ہے، ان کا بیان ہے کہ علیحدگی کی صورت میں مضرت کا زیادہ اندیشہ ہے، کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا کیا آپ اس میں کوئی مشورہ دے سکتے ہیں، جواب کا انتظار رہے گا کہ اس خط کو کئی دن ہوگئے، کیا ۱ و ۲ میں کوئی فرق ہے۔"

فقط والسلام

محمد زکریا عفی عنہ

۲۰ ربیع الاول ۸۲ھ

حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے اس گرامی نامہ کا جو جواب تحریر فرمایا افسوس کہ وہ دستیاب نہ ہوسکا۔

﴿نیابتِ خاصہ﴾

۶۶ھ میں ملکی حالات کی ابتری اور ناسازگاری کی بناپر حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ نظام الدین مقیم تھے اور واپسی مشکل تھی۔ حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو کچے گھر یا مسجد میں ۱۱؍ سے ۱۲؍ تک جمعہ کے دن خاص طور پر رہنے کے لئے فرمایا چونکہ یہ وقت جمعہ کے روز حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کی خاص مجلس کا تھا جس میں خواص وعوام شرکت فرمایا کرتے تھے اور دور دراز سے لوگ حاضر ہوتے تھے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے گویا اپنی نیابت اور قائم مقامی میں اس مجلس میں تشریف فرما ہونے کا حکم فرمایا مکتوب گرامی کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

﴿اقتباس مکتوب گرامی حضرت شیخؒ﴾

''ایک ضروری امر یہ ہے کہ میری واپسی تو بظاہر مشکل معلوم ہو رہی ہے اس لئے آپ جمعہ کے دن ۱۱؍ سے ۱۲؍ تک مسجد، مدرسہ یا کچے گھر میں تشریف رکھا کریں۔ مسائل کے علاوہ ان کو خاص طور پر نماز کی پابندی اور اذکار کی کثرت کا تقاضا کرتے رہیں کہ ان حوادث کا بچاؤ اللہ ہی کے ذکر میں ہے۔'' فقط والسلام

زکریا، نظام الدین ۱۴؍ ذی قعدہ ۶۶ھ

مگر یہ باقاعدہ نیابت وجانشینی نہیں تھی نہ اپنے اکابر کے یہاں یہ چیز ہے اللہ پاک کو جس سے نیابت کا کام لینا ہوتا ہے لے لیتا ہے اور اس کی طرف رجوع عام ہوتا ہے اور اس کے کام سے ہی نیابت کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے

بعد حضرت قدس سرہٗ کی طرف عوام وخواص کا رجوعِ عام ایک ظاہری اور بدیہی چیز ہے ملک وبیرونِ ملک میں پھیلے ہوئے مدارس وخانقاہوں کی سرپرستی اور دیگر متعدد دینی شعبوں کی سرپرستی ورہنمائی جو حضرت والا قدس سرہٗ کے ذریعہ ہو رہی تھی، اس سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی نیابت خاصہ کی دولتِ خاص حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا قدس سرہٗ کو نوازا اور سرفراز فرمایا تھا۔

اخوانِ طریقت کے امیر

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے اکابر خلفاء نے حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کو اپنا بڑا بھائی اور امیر تسلیم کیا اور طے کیا کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے مشورہ کے خلاف نہیں کریں گے اس سلسلہ میں حضرت مولانا منور حسین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم لطیفی کٹیہار، بہار، خلیفہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنا اور حضرت مولانا عبدالجبار صاحب قدس سرہٗ شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد دو خلیفہ حضرت شیخؒ کا واقعہ بیان فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو:

''ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحبؒ اور مولانا عبدالجبار صاحبؒ تشریف فرما تھے ناکارہ کی موجودگی میں بعض بزرگوں کے خلفاء کے اختلاف کا تذکرہ آیا تو صحیح طور پر تو یاد نہیں البتہ اجمالاً یاد ہے کہ فرمایا:

''تم لوگ مل جل کر کام کرتے رہو گے تو اختلاف پیدا نہیں کرو گے۔''

چنانچہ اس مجلس سے اٹھنے کے بعد میں نے مولانا عبدالجبار صاحب سے کہا ''میں نے مفتی صاحب کو اپنا بڑا بھائی اور امیر تسلیم کر لیا

ہے، انشاء اللہ ان کی رائے کے خلاف نہیں کروں گا۔" مولانا عبدالجبار صاحب نے بھی غالباً فرمادیا کہ "میں نے بھی انھیں امیر تسلیم کرلیا، انشاء اللہ خلاف نہیں کروں گا۔"[1]

قطبیت کبریٰ

درسراپردہ چسانش می نوازد لطف حق
قلب گوید گر بگوید سراوسوزد زباں

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے بعض مخصوص بندوں کو اپنے اس لطفِ خاص سے نوازتے ہیں کہ جس کو دل ہی جانتا ہے زبان میں اس کو بیان کرنے کی طاقت نہیں۔ اللہ پاک کے مخصوص بندوں میں ایک جماعت ابدال واوتاد، غوث واقطاب کی بھی ہوتی ہے جو ہر زمانہ میں ہوتے ہیں، ان کی تفصیل علامہ ابن عابدینؒ نے اپنے رسالہ "اجابۃ الغوث ببیان حال النقباء والنجباء والابدال والاوتاد" میں بیان فرمائی ہے اور ان کی علامات کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

ہر زمانہ میں انھیں علامات اور قرائن وشواہد کی بناء پر ارباب بصیرت اللہ تعالیٰ کسی برگزیدہ اور مقبول بندے کے بارے میں گمان قائم کرلیتے ہیں۔ کسی کے بارے میں علامات قرائن وشواہد کے علاوہ مکاشفات ومنامات سے بھی اس کی تائید ہوکر مزید تقویت ہوجاتی ہے مگر چونکہ یہ سب چیزیں خود قطعی نہیں اس لئے ان سے حکم بھی قطعی نہیں ہوگا بلکہ ظنی ہوگا۔

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے غوث ہونے سے متعلق

---

[1] حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے خلفاء کرام ص۸۸ ج۲۔

مکرم ومحترم جناب ماسٹر محمد عباس صاحب دامت برکاتہم خلیفۂ خاص حضرت مولانا منور حسین صاحب قدس سرہٗ (جو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ کے مخصوص خلفاء میں سے ہیں) کا مکاشفہ بہت طویل ہے جو ان کو رمضان ۱۴۱۰ھ چھتہ مسجد دیوبند میں قیام کے دوران پیش آیا جس میں ان کو ان کے شیخ حضرت مولانا منور حسین صاحب قدس سرہٗ اور شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سید المرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین کی طرف سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے غوث بنائے جانے کی بشارت دی گئی۔ مکاشفہ میں ان کو اس کے اظہار کا بھی حکم دیا گیا جس کے بعد انھوں نے پورا مکاشفہ لکھ کر حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو پیش کیا، اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے ان کو تحریر فرمایا:

مکتوب فقیہ الامت قدس سرہ

باسمہٖ سبحانہٗ

مکرم ومحترم ماسٹر محمد عباس صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر کو ان چیزوں سے کوئی مناسبت نہیں نہ کشف ہوتا ہے نہ الہام، اور ایسی چیز کا اظہار احقر کے نزدیک تو سخت فتنوں کا موجب ہے۔ اکابر کے یہاں بھی یہ ہے کہ تُطویٰ ولا تُروی ایسی چیزیں لپیٹ کر رکھ دی جائیں ان کو روایت نہ کیا جائے، آپ نے اپنی سند بہت اونچی بیان کر دی اس کے باوجود احقر کی رائے تو وہی ہے جو اسلاف کی ہے کہ تطویٰ

ولا تر وئی۔ فقط والسلام

العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، چھتہ مسجد دار العلوم دیوبند

۲۱/۹/۱۴۱۰ھ

﴾ارشاد فقیہ الامّت قدس سرہٗ﴿

حضرت والا نے زبانی ارشاد فرمایا کہ اصل چیز اللہ کے نزدیک مقبولیت ہے اگر بندہ اللہ کے نزدیک مقبول ہے پھر کوئی پہچانے نہ پہچانے کوئی حرج نہیں اور اگر کسی کو مخلوق سر پر بٹھائے مگر اللہ کے نزدیک مردود ہے تو اس سے کیا فائدہ۔ اور ہمارے یہاں اصل چیز اتباع سنت ہے۔

﴾مظاہر علوم میں تقرر﴿

۱۳۵۱ھ میں جبکہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ مظاہر علوم میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن کیمل پوری قدس سرہٗ سے رسم المفتی پڑھ رہے تھے اور فتوی نویسی کی مشق بھی جاری تھی کہ ارباب مظاہر علوم نے معین مفتی کے لئے از خود حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا تقرر فرمالیا۔

ایک روز حضرت مولانا عبد الرحمٰن کیمل پوریؒ نے فرمایا ''مولوی محمود جوابات تم لکھا کرو تمہارا تقرر دار الافتاء میں ہو گیا ہے۔''

تب حضرت مفتی صاحبؒ کو معلوم ہوا کہ دار الافتاء میں تقرر ہو گیا ہے۔

تنبیہ:- حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے غوث وقطب الاقطاب ہونے سے متعلق دیگر حضرات کے مکاشفات اور منامات بھی ہیں جن کو طوالت کی وجہ سے ہم نے ذکر نہیں کیا۔

افتاء وتدریس

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ اس وقت مختلف کام انجام دیتے۔

(۱) فتاویٰ کے جوابات لکھتے۔(۲) رسم المفتی پڑھتے۔(۳) ابوداؤد شریف کی سماعت فرماتے۔(۴) میزان منشعب یا اور کتاب پڑھاتے۔فتاویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ مختلف فنون کی کتب زیر درس رہتیں بعض دفعہ کئی کئی گھنٹے درس میں مشغول ہوگئے اور فتاویٰ کے جوابات خارج میں لکھتے۔اس وقت مختصر، جلالین شریف، ہدایہ وغیرہ مختلف کتب زیر درس رہیں۔

وکیل منفعت کو عصر بعد پڑھانا

مولوی وکیل منفعت علی صاحب جو حضرت تھانویؒ سے اصلاحی تعلق بھی رکھتے تھے اور پھر حضرت تھانویؒ کی طرف سے مجاز بالصحبت بھی ہوگئے تھے، ان کو عصر بعد میزان منشعب سے جلالین شریف تک پڑھایا، بعدہٗ وہ الیکشن میں کھڑے ہوگئے اور پڑھنا چھوٹ گیا۔اولاً مولوی وکیل صاحب کو حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب قدس سرہٗ نے پڑھانا شروع فرمایا تھا مگر بعد میں وقت نہ ملنے کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے حوالہ فرمادیا تھا۔

سادگی

مفتی و مدرس ہوجانے کے باوجود طالب علمانہ وضع میں رہتے ،عموماً ایک ہی جوڑا ہوتا ایک لنگی ایک کرتا جس کو نیلے یا ہرے رنگ میں رنگ لیتے تاکہ جلدی میلے نہ ہوں، اور گرمی میں پندرہ پندرہ دن اور سردی میں ایک ایک ماہ میں کپڑے تبدیل فرماتے۔کپڑے

خود ہی صاف فرماتے، اپنے کمرہ کی صفائی خود ہی فرماتے، مطبخ سے ان میں الگ کر اپنا کھانا خود ہی لاتے۔ دوپہر کو حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کے ساتھ کھانا تناول فرماتے مگر اس طرح کہ اپنے ناشتہ دان میں اپنا کھانا خود لے کر جاتے دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھا کر اپنا ناشتہ دان خود لے کر واپس آجاتے، کسی طالب علم سے خدمت لینے کے روادار نہ تھے۔

طلبہ پر بے پناہ شفقت

طلبہ پر بے پناہ شفقت فرماتے کوئی طالب علم کسی وقت بھی کتاب پڑھنا چاہتا کبھی انکار نہ فرماتے، ان کی مالی خدمت سے کبھی دریغ نہ فرماتے، ضرورتمند طلباء کے وظائف مقرر تھے، خود اپنا کھانا ایک وقت تناول فرماتے اور دوسرے وقت کا کھانا کسی غریب طالب علم کو کھلاتے جس کا مدرسہ سے کھانا نہ ہوتا تھا۔

مکان کے کرایہ کی ادائیگی کے لئے کتاب فروخت کی

سہارنپور میں مکان کرایہ پر لیکر بچوں کو لا کر رکھا دو ماہ کا کرایہ چڑھ گیا اور انتظام نہ ہوسکا اس لئے جمع الفوائد جس کا ایک نسخہ زائد آپ کے پاس تھا فروخت کر کے مکان کا کرایہ ادا کیا۔

نازک امتحان

ایسی تنگی ترشی کے زمانہ میں بعض جگہوں سے بڑی بڑی تنخواہوں پر طلبی آئی مگر حضرت والا قدس سرہٗ نے اس کو منظور نہیں فرمایا اور اسی تنگی و ترشی کے ساتھ گزارہ کرنا گوارہ کیا۔

بے مثال تواضع

مظاہر علوم میں تقریباً بیس سال قیام رہا اور اس مدت میں فتاویٰ نویسی کی اہم خدمت انجام دیتے رہے بعض اہم فتاویٰ جو مستقل رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں حضرت کے قلم سے نکلے، مگر اس کے باوجود اپنے آپ کو ہمیشہ معین مفتی ہی لکھتے رہے۔

لدھیانہ پنجاب میں قیام

اہل پنجاب کے اصرار پر ارباب مظاہر علوم نے آپ کو مدرسہ انوریہ لدھیانہ پنجاب بھیج دیا۔ وہاں سے ارباب مظاہر علوم نے پھر واپس مظاہر علوم میں بلوالیا اور حسب سابق خدمات انجام دیتے رہے۔

مظاہر علوم سے استعفیٰ

مظاہر علوم کے قیام کے دوران مختلف امراض میں مبتلا ہو گئے، معالج نے تبدیل آب و ہوا کے لئے جگہ کی تبدیلی کو ضروری بتایا اس لئے بمجبوری مظاہر علوم سے استعفیٰ دے کر گنگوہ اپنے وطن قیام فرمایا۔ اسی دوران مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی میں بھی قیام رہا اور پونہ مہاراشٹر میں بھی قیام فرمایا۔

جامع العلوم کانپور میں قیام

ارباب جامع العلوم کانپور نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے بارے میں اصرار فرمایا، ان کے اصرار پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے حکم کی تعمیل میں جامع العلوم کانپور قیام فرمایا اور جامع العلوم جہاں حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ

نے چودہ برس قیام فرمایا تھا اور حضرت حکیم الامتؒ کے بعد مدرسہ انتہائی خستہ اور کس مپرسی کی حالت میں تھا حضرت نے اس کو سنبھالا، تمام ضروریات کا انتظام فرمایا اور حضرت قدس سرہٗ کے ذریعہ مدرسہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی۔

یکم ربیع الاول ۱۳۷۲ھ مطابق ۸/نومبر ۱۹۵۲ء آپ جامع العلوم تشریف لے گئے اور مدرسہ کو باقاعدہ سنبھالا، مطبخ کا انتظام کیا، کتب خانہ درست کیا، طلباء کی نگرانی فرماتے، مطبخ کا انتظام فرماتے، خود ہی چندہ کرتے، کتابیں پڑھاتے، فتاویٰ کے جوابات لکھتے، وعظ کے لئے جگہ جگہ سفر فرماتے۔ اس طرح آپ بیک وقت استاد و مدرس بھی تھے، صدر مدرس و ناظم بھی تھے۔ ناظم کتب خانہ و ناظم دارالاقامۃ و ناظم مطبخ بھی، مفتی بھی، محرر و ناقل فتویٰ بھی، واعظ و مبلغ بھی، سفیر و محصل بھی، مصلح اور شیخ طریقت بھی، شخص واحد کا ان سب کاموں کو انجام دینا موجب تعجب و موجب حیرت ضرور ہے، مگر اللہ پاک کی قدرت سے کچھ بعید نہیں۔

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحدٍ

دورۂ حدیث شریف کا اجراء

۱۳۷۵ھ میں باقاعدہ دورۂ حدیث شریف کا اجراء فرمایا، اور صحاحِ ستہ کی اکثر کتابوں کا خود درس دیا کہ سب کتابیں یکے بعد دیگرے بحسن وخوبی ختم فرمائیں۔

مطبخ بند کرنے کی تجویز پر حضرت قدس سرہٗ کی تجویز

ایک مرتبہ حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ ''اس سال مطبخ بند کر دیا جائے کیونکہ بجٹ اتنا نہیں ہے۔'' حضرت والا قدس سرہٗ کے سامنے اس کا تذکرہ آیا، حضرت نے فرمایا

’’ایسا نہیں ہوسکتا، بلکہ اب تک جتنے لڑکوں کا کھانا تھا اس سے دوگنا کردیا جائے۔‘‘

مہتمم صاحب نے فرمایا ’’بجٹ تو اس کی اجازت نہیں دے رہا ہے اگر ایسا کیا گیا تو کہاں سے اس کو پورا کیا جائے گا‘‘

حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا ’’کھانا تو دوگنے طلبہ کو دیا جائے البتہ مدرسین تنخواہیں نہیں لیں گے۔‘‘

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس مشورہ پر عمل کرنے کی برکت سے (جس میں توکل علی اللہ اور طلبہ پر شفقت تھی) اللہ پاک نے سب انتظامات فرمادیے کہ مطبخ بھی چلا اور مدرسین کی تنخواہیں بھی مل گئیں۔

مجلس مذاکرہ

اساتذہ میں اتفاق واتحاد قائم کرنے اور علمی ذوق وشوق پیدا کرنے اور اس کا ماحول بنانے کے لئے حضرت قدس سرہٗ نے یہ سلسلہ شروع کیا کہ سب اساتذہ ہفتہ میں ایک بار ایک جگہ جمع ہوں، اپنا اپنا کھانا ساتھ لائیں اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھائیں اور ہفتہ بھر میں کسی کو اسباق میں کوئی اشکال پیش آئے اس کو سب کے سامنے بیان کرے، جس کے ذہن میں اس کا جواب ہو وہ اس کا جواب دے، اس کا بہت اچھا اثر ہوا باہم جو رنجش اور کشیدگی پیدا ہوجاتی ہے، یا ایک کو دوسرے سے جو شکایت ہوجاتی ہے اس طرح باہم مل جل کر بیٹھنے سے یہ چیزیں بھی ختم ہوگئیں باہم اتفاق واتحاد پیدا ہوا، علمی ذوق وشوق بھی بڑھا۔

اوقات مدرسہ کی پابندی

اوقات مدرسہ کی پابندی کے سلسلہ میں محترم مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں۔

''ستمبر ۱۹۵۶ء میں حضرت والا کی خدمت میں حاضری ہوئی، اپریل ۱۹۶۰ء تک زمانہ طالب علمی اس کے بعد مختلف خدمات میں مشغولی رہی مگر حضرت والا کے معمولات میں کبھی فرق نہیں دیکھا۔

ساڑھے چھ بجے کا مدرسہ کا وقت ہوتا اور آپ چھ بجے درس گاہ اپنے آپ کھولکر تشریف فرما ہو جاتے، یہ معمول آپ کا ایک دن کا نہیں تھا، موسم اور حالات اس پر کبھی اثر انداز نہیں ہوتے تھے، حتیٰ کہ اعذار بھی (عموماً) حائل نہیں ہوتے تھے۔

۱۹۶۵ء میں دیوبند میں تشریف آوری ہوئی، آخری دن بھی آپ نے وقت پورا فرمایا (کبھی اتفاق سے چند منٹ کی تاخیر ہو جاتی اور اوقات میں کسی سے بات چیت کرنا پڑتی، کوئی مسئلہ پوچھنے آگیا کوئی دعا کرانے یا کوئی مشورہ کرنے آگیا وغیرہ وغیرہ جتنے منٹ اس پر خرچ ہوتے ڈائری میں لکھ لیتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کا ہمیشہ معمول رہا کہ تنخواہ کی وصولیابی کے وقت اپنی ڈائری ساتھ لے جاتے جس میں منٹ منٹ کا حساب درج ہوتا ان کو جوڑ کر گھنٹے اور دن بنتے اور اس کی تنخواہ منہا ہوتی حالانکہ اس کی پابندی مہتمم مدرسہ کی جانب سے نہیں تھی، عموماً ۱۱ ربجے تک کا

مدرسہ ہوتا،۱۱/بجے سب اساتذہ درس گاہوں سے آجاتے مگر آپ بعض دفعہ ۱/بجے تک گرمیوں کی دوپہر میں مشغول رہتے اس کے بعد کھانا تناول فرماتے پھر آرام کے لئے تشریف لے جاتے اس وقت نماز ۳/بجے ہوتی سوا تین ۱۵=۳ بجے سے ساڑھے پانچ ۳۰=۵ تک پھر مدرسہ کا وقت ہوتا آپ مختصر سنن پڑھتے اور سیدھے درس گاہ تشریف لے جاتے اور عصر جو عموماً ساڑھے پانچ یا اس کے بعد ہوتی عموماً کوئی بتلاتا کہ نماز شروع ہو رہی ہے،اس وقت سبق بند فرما کر جماعت میں شرکت فرماتے ،گرمیوں سردیوں کے کسی موسم نے حضرت کو مجبور نہیں کیا کہ مدرسہ کے وقت میں پیشاب وغیرہ کے لئے تشریف لے جائیں،ضروریات سے فارغ ہو کر درس گاہ تشریف لے جاتے اور پھر خارج وقت ہی میں ضروریات سے فراغت فرماتے۔

جن اساتذہ کا امامت کی وجہ سے مدرسہ میں قیام نہ ہوتا بلکہ مدرسہ سے باہر مساجد وغیرہ میں قیام فرماتے ،آپ کوشش فرما کر ان کا پہلا گھنٹہ اسباق سے خالی رکھتے تا کہ اسباق کا نقصان نہ ہو،اپنے سے تعلق رکھنے والے اساتذہ کو اس طرف متوجہ فرماتے کہ وہ مدرسہ کے اوقات کو امانت سمجھیں اور پوری پابندی کریں،دیگر اساتذہ کو بھی سمجھاتے۔اور تدبیر وحکمت سے ان سے بھی پابندی کراتے آپ جس طرح اساتذہ کے لئے وقت کی پابندی پسند فرماتے اسی طرح طلبہ سے بھی وقت کی پابندی چاہتے۔

﴿تقسیم اسباق﴾

اسباق کی تقسیم اس طرح فرماتے کہ ہر طالب علم ہر استاد کی خدمت میں پہنچے تا کہ ہر طالب علم ہر استاد کو اپنا استاد سمجھے اور ہر ایک کا پورا ادب واحترام بھی کرے۔

ہر استاد کو (بڑی کتابوں کے ساتھ) ایک دو کتابیں چھوٹی بھی دیتے خود بھی حضرت والا ایک طرف بخاری شریف اور مسلم شریف کا درس دیتے دوسری طرف میزان قال اقول کے اسباق بھی رکھتے، نہ اس پر کچھ محسوس ہونے دیتے۔

مبتدی اساتذہ کی کتابیں دھیرے دھیرے بڑھاتے اور ہر استاد کو ہر فن کی کتابیں دیتے اور ہر استاد کی رہنمائی کے لئے ہر وقت تیار رہتے کسی ایک فن کی کتابیں کسی ایک استاد کے ساتھ مخصوص نہ فرماتے فقہ، نحو، تفسیر، منطق، حدیث وغیرہ ہر فن کی کتاب ہر استاد کے پاس پہنچے اس کی کوشش فرماتے جس کی افادیت ظاہر ہے۔

﴿استاد کی شکایت پر ناراضگی﴾

حضرت والا کو یہ بات ہمیشہ تکلیف دیتی کہ طالب علم کسی استاد کی شکایت کرے بعض اساتذہ کے متعلق آپ جانتے تھے کہ اسباق میں دل چسپی بالکل نہیں لیتے اسلئے ان کے سپرد اسباق بھی اسی قسم کے کئے مگر وہ اس میں بھی دلچسپی نہ لیتے، وقت پر درس گاہ نہ کھولتے، تقریر و تفہیم نہ کرتے، حضرت والا کو یہ تو پسند تھا کہ اس کتاب کو تنہائی میں آکر دوبارہ حضرت سے پڑھ لیا جائے، مگر شکایت کا دفتر نہ کھولا جائے، اس سے طالب علم جری ہو جاتا ہے اور استاد کا وقار مجروح ہوتا ہے جس سے فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے۔

طلبہ پر شفقت

محترم مفتی ظہیر الاسلام زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں۔

ذہین طالب علموں کو شرح وقایہ سے ہی فتویٰ نویسی کی طرف متوجہ فرماتے تخریج مسائل میں لگاتے ، مختصر سوالات تحریر کرادیتے اور درسی کتابوں سے جوابات لکھواتے۔

حضرت سفر میں تشریف لے گئے احقر بیمار ہو گیا، سفر سے واپسی پر دریافت فرمایا، کسی نے بتادیا بیمار ہے کمرہ میں لیٹا ہے، حضرت کمرہ میں تشریف لائے اور مزاحاً فرمایا ظہیر! دروازہ پر جوتے کس کے پڑے ہیں ، بندہ نے عرض کیا ، میرے، حضرت ہنس دیے پھر بندہ بھی مطلب سمجھ کر ہنس دیا اور پھر احقر کو اٹھا کر ساتھ اپنی درسگاہ میں لائے اور وہیں اپنے قریب لٹایا خود مطالعہ میں مشغول ہوگئے بندہ لیٹا رہا اور بندہ کے لئے پرہیزی کھانے اور علاج معالجہ کا پورا انتظام فرمایا اور پوری نگہداشت فرمائی اور دوسرے اساتذہ کو متوجہ فرمایا کہ دیکھ بھال کرتے رہیں۔

ایک دفعہ حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب موجودہ قاضی شہر کانپور کی طبیعت سخت خراب ہوگئی نہ بیوی نہ بچے نہ کوئی دیکھنے والا نہ کوئی تیمارداری کرنے والا سخت پریشان ہوئے ، حضرت والا قدس سرہٗ نے اپنے پاس اپنی درس گاہ میں رکھا اور ایسی خاطر داری اور بہتر تیمارداری فرمائی کہ شاید و باید۔

ایک دفعہ حضرت مولانا سید بشارت علی صاحب نائب ناظم دعوۃ الحق ہردوئی کانپور پہنچے سخت بیمار ہوگئے کہ چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہوگئے، حضرت والا نے ان کا ایسا خیال فرمایا اور ایسی دیکھ بھال فرمائی کہ انہیں یہ خیال نہ ہوا کہ وہ اگر اپنے گھر میں تشریف رکھتے تو اس سے بہتر دیکھ بھال ہوسکتی، حضرت والا ان پر برابر اصرار فرماتے کہ حضرت کے کمرہ یا حضرت کی درسگاہ میں قیام فرماویں تاکہ اور مزید دیکھ بھال ہوسکے مگر انھوں نے یہ کہہ کہ عذر فرمادیا کہ یہاں بے تکلفی زیادہ رہے گی اور بندہ کے کمرہ پر ہی قیام فرمارہے۔

ایک طالب علم نے اپنا آپریشن کرایا اور کسی کو خبر بھی نہ ہونے دی، حضرت والا کو اس کا علم ہوا فوراً ہسپتال پہنچے اور مدرسین کو بھی بھیجا اور تمام ضروریات کا انتظام فرمایا اور پوری دیکھ بھال رکھی۔

حضرت مولانا قمرالدین صاحب زید مجدہم بیمار ہوئے، آپریشن کرانا ہوا، حضرت والا قدس سرہٗ نے اکثر وقت ہسپتال میں گزارا اور باقی ہسپتال میں قیام کے زمانہ میں ہر روز عصر پڑھ کر یا قبل عصر پیدل ہی شہر کی گلیوں میں گزرتے ہوئے ہسپتال تشریف لے جاتے اور مغرب تک وہاں رہ کر واپس ہوتے، واپسی رکشا سے ہوتی۔

حضرت والا طالب علموں کی ضروریات کے آگے کبھی اپنی راحت وآرام کا خیال نہ فرماتے بندہ کے پاس مشکوٰۃ شریف کے سال صرف ایک گرم چادر تھی اسی میں سردی گزر رہی تھی، طریقہ یہ تھا کہ جتنی

دیر بیٹھے بیٹھے نیند آتی سولیا کرتا، حضرت نے اس کو محسوس کیا یا کسی نے حضرت کو صورت حال سے مطلع کیا، حضرت والا خود اپنا لحاف لئے ہوئے تشریف لائے اور بندہ کو عنایت فرمایا کہ میں نے دوسرا لحاف بنوالیا ہے تم اس کو استعمال کرو۔

ایک دفعہ عبداللہ سخت بیمار ہوگیا اور چلنا پھرنا مشکل ہوگیا گندگی اور تعفن کی وجہ سے کوئی طالب علم بھی پاس نہ جاتا اور بات تک کرنا گوارہ نہ کرتا، مگر حضرت والا ایسی حالت میں بھی برابر اس کے پاس تشریف لے جاتے اور اس کی خبر گیری فرماتے، اپنے کھانے میں سے اس کے لئے کھانا بھجواتے، خود جا کر کچھ نقد بھی دیدیا کرتے، غرض کہ تمام ضروریات کا بندوبست فرماتے، ایک دفعہ سردی کے شروع میں اس کے اوڑھنے بچھونے کے کپڑے ملاحظہ فرمائے اور یہ دیکھ کر کہ سردی سے حفاظت کے لئے کپڑے ناکافی ہیں، اپنا بہترین لحاف اور گدا خود بنفس نفیس لے کر اس کو دیدیا اور اس کی راحت وآرام کا ایسا بہترین انتظام فرمادیا کہ نہ صرف اس نے بلکہ اس کے لواحقین نے بھی برسوں اس سے گرمی حاصل کی اور ظاہری حیثیت بنائی۔

بعض طالب علموں کے مستقل اپنے پاس سے وظیفے مقرر فرما رکھے تھے اور نہ جانے کتنے طالب علم تھے جو چائے اور مٹھائی کا مطالبہ کرتے حضرت والا بے تکلف پیسے عنایت فرمایا کرتے اور یہ سلسلہ ہر جماعت کے طلبہ کے ساتھ رہتا۔

حضرت والا کا یہ فتوحات کا دور نہیں تھا، کبھی کبھی جیب بالکل خالی بھی ہو جاتی، مگر کبھی اپنی ضرورتوں کی فکر نہ فرماتے طلبہ کی ضرورتوں پر دھیان دیتے۔

﴿طلبہ کی تربیت سے متعلق چند عادات مبارکہ﴾

مدرسہ میں غسل خانوں کے اوپر حوض سے متصل کپڑے دھونے کی جگہ تھی بعض طالب علم سہولت کے لئے غسل خانہ میں کپڑے دھونے لگتے، آپ اس کو سخت ناپسند فرماتے، بلکہ بعض دفعہ طالب علم کو تنبیہ بھی فرماتے چونکہ اس سے دوسرے طلبہ کو جو نہانا چاہتے ہوں دشواری ہوتی ہے۔

آپ طالب علموں کو صبح کے وقت سویرے (فجر سے قبل) اٹھانا پسند فرماتے اس کی ذمہ داری بھی بعض اساتذہ پر رکھی تھی، اور نگرانی بھی اساتذہ کے سپرد فرمائی تھی، تا کہ تہجد پڑھنے کی عادت بھی طلبہ کو پڑ جائے اور اس وقت سبق بھی جلد یاد ہوتا ہے کتاب بھی اچھی سمجھ میں آتی ہے، کہ طبیعت زیادہ حاضر رہتی ہے۔

نماز کی حاضری اور درس گاہ کی حاضری کی سخت تاکید تھی اور یہ جرم (غیر حاضری) قابل عفو نہ خیال فرماتے، آپ کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ آپ کسی طالب علم کو مسجد کے اندر شرارت کرتے دیکھیں۔

کھیل کے وقت کبھی کبھی آپ بھی پاس کھڑے ہو کر طالب علموں کو کبڈی کھیلتے ہوئے دیکھتے اور تحسین فرماتے کہ صحت وتندرستی کا ذریعہ ہے، جسم میں چستی وچالاکی بھی اس سے پیدا ہوتی ہے۔

بعض طالب علم رات کو سر کے نیچے رحل یا کتاب رکھ کر سو جاتے یہ بات آپ کو ناپسند تھی، آپ فرمایا کرتے پہلے کتاب کو اس کی جگہ رکھ دو پھر بستر بچھا کر اگر ضرورت ہو تو مسجد میں (بنیت اعتکاف) سو جاؤ ورنہ اپنے کمرہ میں جا کر سو جاؤ۔

طالب علم کے چہار زانو بیٹھنے کو ناپسند فرماتے کہ یہ خلاف ادب ہے اور بے ادبی علم سے محرومی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

آپ کو پھٹا کپڑا پہننا ناپسند تھا، کسی طالب علم کو دیکھتے، ارشاد فرماتے پیوند لگالو پیوند والا پہننا سنت ہے اور پھٹا ہوا پہننا منع ہے۔ طالبعلموں کو صفائی ستھرائی کا خیال رکھنے کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے۔

﴿خورد و نوش میں معمول مبارک﴾

کانپور میں اخیر میں آپ کی تنخواہ ۷۲/روپے تھی، ۶۰/روپے بمد صدر المدرسین اور بارہ روپے بمد کتب خانہ، آپ کا معمول تھا کہ مہینہ کے شروع میں ۶۰/روپے بذریعہ منی آرڈر اہل وعیال کے اخراجات کے لئے گھر ارسال فرما دیتے کہ نفقہ واجبہ ہے اس میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

منی آرڈر پر یہ پتہ تحریر ہوتا۔

شاکرہ بر مکان قاضی تحسین صاحب گنگوہ۔

باقی میں خود گزر فرماتے کھانا، کپڑے، صابن اور دیگر اخراجات اسی میں پورے فرماتے۔

حضرت والا کھانا ہمیشہ ایک وقت تناول فرماتے، دوپہر کے کھانے میں اگر کوئی

مہمان آجاتا، اگر شہر کا ہی ہوتا اسی کھانے میں شریک فرمالیتے، اگر باہر کا ہوتا تو اس کے لئے ہوٹل سے کھانا منگوالیتے۔ رات کا کھانا آپ کبھی بھی تناول نہ فرماتے۔

حضرت والا نے کبھی فرمائش کر کے کوئی چیز تناول نہیں فرمائی۔

آپ نے کبھی کھانا بچا کر دوسرے وقت کے لئے نہیں رکھا جو کچھ حسب دل خواہ ہوا تناول فرمالیا، باقی کسی نہ کسی کو عطیہ ہی کرنا ہے اور فرمایا کرتے۔

''موجود کے ساتھ بخل کرنا خالق کے ساتھ بدگمانی ہے کہ اس نے اس وقت دیا ہے کل کو نہیں دے گا۔''

مظاہر علوم واپسی کی تجویز

۱۳۸۴ھ میں ارباب مظاہر علوم نے حضرت قدس سرہٗ کو مظاہر علوم واپس بلانے کی تجویز پاس کی، اور اربابِ شوریٰ نے حضرت کو خط لکھا، مگر حضرت قدس سرہٗ نے جامع العلوم کانپور کے حالات اور ضرورت کی وجہ سے معذرت فرمادی، جس کا ارباب مظاہر علوم کو کافی احساس بھی ہوا۔

اس سلسلہ میں ارباب مظاہر علوم کی طرف سے متعدد مکاتیب حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے نام پہونچے۔

دار العلوم دیوبند میں قیام

مظاہر علوم کا اصرار چل ہی رہا تھا کہ ادھر دار العلوم دیوبند قاضی مسعود صاحبؒ کی وفات ہوگئی۔ مفتی مہدی حسن صاحب کا ضعف و پیرانہ سالی اور فالج کے حملہ کی وجہ سے ارباب دار العلوم نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے لئے دار العلوم دیوبند بلانا تجویز

کیا۔ شوریٰ نے تجویز پاس کی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ سے حکم نامہ لکھوایا۔ اکابر کے اصرار و حکم پر حضرت مفتی صاحبؒ نے دارالعلوم تشریف لانا منظور فرمایا۔

اس دوران حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ دارالعلوم اساتذہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، حضرت علامہ ابراہیم صاحبؒ نے فرمایا ''مفتی صاحب عجیب بات ہے، دارالعلوم آپ کو بلاتا ہے اور آپ انکار فرماتے ہیں اور پھر دارالعلوم مادرِ علمی ہے آپ کے ذمہ دوسری جگہ کے مقابلہ میں زیادہ حق ہے۔'' حضرت مفتی صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا ''حضرت جب سے میں نے سنا ہے کہ دارالعلوم مجھے بلا رہا ہے مجھے بے حد رنج وافسوس ہے کیونکہ مجھے کبھی خیال بھی نہیں آیا کہ دارالعلوم اتنا گر جائے گا کہ مجھ جیسے کی بھرتی کی ضرورت پڑے گی، مجھے تو اسکا تصور بھی نہیں تھا کہ مجھ جیسے کو چپراسی کی جگہ پر بھی دارالعلوم میں رکھا جاسکے گا۔''

اتنے میں حضرت مہتمم صاحب بھی تشریف لے آئے اور فرمایا ''اب تو ہم نے آپ کو پھانس ہی لیا اب تھوڑا ہی چھوٹ کر جاسکتے ہیں۔''

آخر اکابر دارالعلوم کے اصرار اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے حکم کی تعمیل میں دارالعلوم میں قیام منظور فرمایا۔

اہل کانپور کا حزن وملال

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے کانپور سے دارالعلوم تشریف لانے پر بعض مخلصین کے تاثرات یہ تھے۔ ''ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے بڑی زبردست دولت کھوگئی یا

کسی عزیز حبیب کا انتقال ہو گیا ہو۔"

"حضرت مفتی صاحب کے چلے جانے کے بعد آج کانپور رو رہا ہے، اور ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے اس کی روح نکل گئی ہو۔"

﴿دارالعلوم تشریف آوری﴾

۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۳ / ستمبر ۱۹۶۵ء بروز جمعرات دارالعلوم دیوبند تشریف آوری ہوئی۔

﴿قیام گاہ﴾

ابتداء میں آپ کا قیام مہمان خانہ میں رہا پھر مسجد دارالعلوم سے متصل کمرہ ۱۴ احاطۂ مسجد میں رہا۔ اس کمرہ میں ایک عرصہ تک شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہٗ کا قیام رہا تھا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کا پانچ چھ سال اس کمرہ میں قیام رہا۔ بعدہٗ چھتہ مسجد میں منتقل ہوئے۔ ۲۰ / رمضان ۱۳۹۱ھ خلوت گاہ قاسمی (حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کی خلوت گاہ جس کی بعد میں تعمیر جدید ہو چکی تھی) میں منتقل ہوئے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس تشریف لا کر فرمایا کہ آپ چھتہ مسجد میں (خلوت گاہ قاسمی) میں قیام فرمائیں تا کہ وہاں ذکر ہوا کرے وہ حجرہ اسی مقصد کے لئے ہے۔ تعلیم و تدریس مدرسہ میں اور ذکر و شغل چھتہ مسجد کے حجرہ میں۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے چھتہ مسجد میں قیام فرمانے کے بعد آپ کی قیام گاہ ایک مستقل عظیم خانقاہ بن گئی، جو زائرین سے ہر وقت بھری رہتی اور ذاکرین کی دل آویز آوازیں مسجد سے باہر نکل کر دلوں میں رس گھولتیں اور آنے جانے والوں کو متاثر

کرتیں۔

محترم مفتی محمد یوسف صاحب زید مجدہم نے ''نورنامہ'' میں عجیب منظر کشی کی ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یہاں پر مسجد چھتہ میں ایک شیخ طریقت ہے
امامِ معرفت غواص دریائے شریعت ہے
سلف کے کارناموں کی وہ ایک زندہ کہانی ہے
ادائیں اسوۂ محمود ہی کی ترجمانی ہے
یہاں ہیں جلوہ فرما سیدی محمود گنگوہی
فقیہ عصر حاضر خیر امت مرشدو ہادی

دارالعلوم دیوبند میں درس بخاری شریف

حضرت مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے اپنے ضعف وعلالت کی وجہ سے حضرت مفتی صاحبؒ سے اصرار فرمایا کہ بخاری شریف جلد ثانی آپ پڑھانا شروع فرمادیں، اور چار سال برابر اصرار فرماتے رہے اخیر میں حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ نے سہارنپور جا کر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ سے اصرار فرمایا کہ ''حضرت مفتی صاحب کو حکم فرمادیں۔'' حضرت مفتی صاحبؒ نے تب بھی معذرت ہی کی کہ ''میں اس کا اہل نہیں۔''

حضرت مولانا فخر الدین صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا ''مفتی جی! میں بوڑھا ہوگیا، بوڑھے آدمی کی مدد کردو۔''

حضرت مفتی صاحب اس پر مجبور ہو گئے اور بخاری شریف جلد ثانی کا درس منظور فرمایا۔ بعض طلبہ نے بعض استاد کے اشارہ پر حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ سے جا کر کہا کہ ''ہم تو آپ سے ہی پڑھنا چاہتے ہیں۔''

حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ نے نہایت غصہ سے فرمایا کہ ''بخاری وہیں ہوگی جس کو پڑھنا ہو پڑھے اور جس کو نہ پڑھنا ہو وہ نکل جائے، میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ کہاں سے چل رہی ہے۔'' اور درس میں یہ بھی فرمایا'' میں نے بہت چاہا کہ بخاری فلاں کو دیدوں لیکن اجازت نہیں ہوئی تو کیا کروں، آخر بصیرت بھی کوئی چیز ہے۔''

تقریباً بارہ سال انتہائی کامیابی کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ نے بخاری شریف جلد ثانی کا درس دیا اور حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ کے وصال کے سال جلد اول بھی آپ نے مکمل کرائی۔

حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت مہتمم صاحب کے مکان پر جا کر فرمایا کہ ''اب تک حضرت مولانا فخر الدین صاحب کی رعایت اور ان کے حکم پر بخاری شریف پڑھاتا تھا لیکن میں اس کا اہل نہیں اس لئے معذور ہوں کوئی دوسرا انتظام فرمالیا جائے۔''

مظاہر علوم سہارنپور کی رکنیت شوریٰ

۲ رشعبان المعظم ۱۳۸۵ھ مطابق ۶ ردسمبر ۱۹۶۵ء بروز پیر منعقد ہونے والے اجلاس شوریٰ سر پرستان میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب قدس سرہٗ اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا رکنیت شوریٰ مظاہر علوم کے لئے انتخاب عمل میں آیا اور اجلاس شوریٰ میں باقاعدہ تجویز پاس کی گئی۔

دار العلوم سے مظاہر علوم مراجعت

اجلاس صد سالہ کے بعد اکابر دار العلوم دیو بند میں اختلاف ہوا، اور حدود و آداب سے تجاوز کر کے جب اس نے شدت اختیار کر لی تو حضرت والا قدس سرہٗ اس سانحہ کے عظیم صدمہ کی تاب نہ لا کر اور فریقین کے اختلاف سے بچنے کی غرض سے بیرون ملک سفر پر تشریف لے گئے اور تقریباً سات ماہ مختلف بیرونی ممالک میں قیام رہا اور یہ پورا وقت سانحہ دار العلوم پر کرب و بے چینی میں گزرا۔ سفر سے واپسی پر بھی فریقین کا باہمی نزاع شباب پر تھا اور مصالحت و مفاہمت کی کوششیں بھی ناکام ہو چکیں تھیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ "مفتی جی کب تک اس طرح پھرتے رہو گے، کہیں ایک جگہ بیٹھ کر کام کرو۔" حضرت مفتی صاحبؒ نے عرض کیا "کہاں بیٹھوں۔"

ارشاد فرمایا "یہیں مظاہر علوم میں قیام کرو۔" عرض کیا "بہت اچھا" اور مظاہر علوم میں قیام کر کے کام کرنا شروع کر دیا، اور ہفتہ میں ایک دن ارباب دار العلوم کے اصرار پر دار العلوم کے لئے تجویز فرما دیا۔ اس طرح ۱۴۰۲ھ میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے حکم کی تعمیل میں مظاہر علوم میں مستقل قیام ہو گیا۔

مفتیٔ اعظم

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے حکم پر مظاہر علوم کی شوریٰ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا تقرر اعزازی مفتیٔ اعظم کے عہدہ پر کیا اور فتاویٰ کے جوابات کے ساتھ فتاویٰ خلیلیہ کی جو ترتیب ہو رہی تھی اس کی نگرانی اور مرتب شدہ فتاویٰ پر نظر ثانی آپ کے لئے

تجویز کی گئی۔

دار العلوم سے استعفیٰ اور شوریٰ کی تجویز

حضرت والا قدس سرہٗ نے دار العلوم سے استعفیٰ پیش کیا جس کو دار العلوم کی شوریٰ میں پیش کیا گیا اور شوریٰ نے بالاتفاق نامنظور کیا اور تجویز پاس کی کہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی سے اصرار کے ساتھ درخواست کی جائے کہ وہ دار العلوم میں حسب سابق صدر مفتی کی حیثیت سے قیام فرمائیں اور اپنی روحانی برکات اور علمی افادات سے دار العلوم کو مستفید فرماتے رہیں۔ مجلس کی طرف سے حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم، مولانا معراج الحق صاحب صدر مدرس اور حضرت مولانا محمد عثمان صاحب نائب مہتمم کو تجویز کیا گیا کہ یہ حضرات سہارنپور یا گنگوہ جا کر حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں یہ درخواست پیش کریں۔

دار العلوم کے لئے ہفتہ میں ایک روز کی تجویز

ارباب دار العلوم نے ایک درخواست مظاہر علوم کے ذمہ داروں کے نام بھی حضرت مفتی صاحب کی دار العلوم واپسی کے متعلق بھیجی اور شوریٰ مظاہر علوم نے اس پر غور کیا اور تجویز کیا کہ حضرت مفتی صاحب ہفتہ میں ایک روز دار العلوم تشریف لے جایا کریں۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے اس تجویز کو منظور فرمایا اور ہفتہ میں ایک روز دار العلوم تشریف لے جانا شروع فرمادیا۔

دار العلوم کے وقت میں توسیع بلکہ مستقل قیام کی درخواست

ارباب دار العلوم نے تجویز کی کہ حضرت مفتی صاحبؒ کا دار العلوم کے لئے ایک

روز بالکل نا کافی ہے، حضرت سے درخواست کی جائے کہ دارالعلوم میں مستقل قیام فرمائیں یا کم از کم یہ وقت دوگنا فرمادیں۔

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد عثمان صاحب نائب مہتمم دارالعلوم نے بھی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں خط ارسال فرمایا اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے شوریٰ کی طرف سے زوردار خط ارسال فرمایا جس میں پرزور درخواست کی گئی کہ حضرت مفتی صاحبؒ دارالعلوم مستقل قیام فرمائیں۔

﴿مظاہر علوم سے دارالعلوم مراجعت﴾

ارباب دارالعلوم کا اصرار دارالعلوم میں واپسی اور مستقل قیام کا چل ہی رہا تھا کہ یکم شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ کو حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کا وصال ہوگیا اور گویا وہ آہنی حصار اور مضبوط دیوار منہدم ہوگئی جو مظاہر علوم کو اندرونی و بیرونی بہت سے فتنوں سے محفوظ کئے ہوئے تھی، جس کے منہدم ہوتے ہی ایسا عظیم فتنہ (باہمی نزاع واختلاف کی شکل میں) رونما ہوا جس نے دارالعلوم کے اختلاف کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

دارالعلوم کے سانحہ کا صدمہ ہی ختم ہونے نہ پایا تھا کہ مظاہر علوم کے اسی حادثہ نے اس میں اور اضافہ کر کے حضرت والا قدس سرہٗ کے مجروح قلب کو اور زیادہ بے چین و بیکل بنادیا اور جو چیز دارالعلوم سے مظاہر علوم مراجعت کا سبب بنی تھی وہی چیز مظاہر علوم سے دارالعلوم تشریف آوری کا ذریعہ بن گئی۔

چنانچہ ۱۵ / ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ مطابق ۸ / جنوری ۱۹۸۵ء کو حضرت والا دارالعلوم تشریف لے گئے اور چند دن قیام فرما کر پھر بیرون ملک کے طویل سفر پر تشریف لے گئے۔

سفر سے واپسی پر مظاہر علوم کا یہ فتنۂ کبریٰ شباب پر تھا اس لئے آپ دارالعلوم

تشریف لے آئے۔ دارالعلوم میں شوریٰ کا اجلاس ہو رہا تھا، ارکان شوریٰ نے دارالعلوم میں قیام کی تجویز پاس کی اور شوریٰ کے تمام اراکین حضرات مع حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحبؒ، حضرت والا قدس سرہٗ کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور سب نے اپنی اس تجویز کے منظور فرمانے پر اصرار کیا۔ حضرت والا قدس سرہٗ نے بہت معذرت کی، مگر وفد کے متکلم حضرت مولانا سید اسعد مدنی قدس سرہٗ تھے جن کی دلداری دیگر وجوہ کے علاوہ استاد زادہ (گویا شاہزادہ) ہونے کی بنا پر زیادہ مقدم تھی، اس لئے دارالعلوم میں مستقل قیام منظور فرما لیا گیا اراکین شوریٰ نے یہ چیز بھی منظور فرمالی کہ مظاہر علوم کے حالات درست ہونے پر مظاہر علوم قیام کی اجازت دیدی جائے گی۔ چونکہ حضرت والا قدس سرہ کو اسکا بڑا فکر تھا کہ مظاہر علوم میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے بٹھایا ہے اس لئے اس کو کیسے چھوڑ دوں۔ شوریٰ کی اس منظوری سے اطمینان ہوا، اور شوریٰ کی تجویز منظور فرمانے سے چارہ کار نہ رہا۔

زمانۂ قیام دارالعلوم کے لیل ونہار

بعد نماز فجر: نماز فجر کے بعد آپ کے یہاں حجرۂ مبارکہ میں ذکر کی مجلس ہوتی تھی ذاکرین حضرات (جو عموماً طلبہ ہوتے یا بعض اساتذہ یا مہمان کرام) حجرہ میں جمع ہو جاتے اور پورا حجرۂ مبارکہ کھچا کھچ بھر جاتا اور ذکر شروع ہو جاتا۔ حضرت والا ابتداء میں تو خود بھی ذکر میں شرکت فرمایا کرتے تھے مگر بعد میں آپ چارپائی پر چادر اوڑھ کر لیٹ جاتے اور ذاکرین کی طرف متوجہ رہتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ذکر سے میرے آرام میں خلل نہیں پڑتا۔ ایک پون گھنٹہ ذکر کی مجلس رہتی اپنے اپنے ذکر سے فارغ ہو کر ذاکرین جاتے رہتے، ذکر ختم ہونے پر حضرت والا از خود اٹھ کھڑے ہوتے استنجا، وضو فرماتے، نماز اشراق چار

رکعات ادا فرماتے ، یہ نماز عموماً پردہ کے پیچھے ادا فرمانے کا معمول تھا، اس کے بعد اپنی مسند پر تشریف رکھتے ، ڈاک کا تھیلا لے کر اس میں سے ڈاک نکالتے اور ان ڈاک کے جوابات لکھنا شروع فرماتے ، بعض خدام اور مہمان سامنے آکر بیٹھ جاتے اور کسی کو کچھ پوچھنا ہوتا پوچھتا، حضرت اس کا جواب بھی دیتے رہتے اور ڈاک بھی لکھتے رہتے کوئی طالب علم کتاب لے کر آ گیا اس کو سبق بھی پڑھا دیتے۔

ناشتہ: اتنے میں دستر خوان ناشتہ کے لئے بچھا دیا جاتا، حضرت دستر خوان پر جو حضرت کی نشست گاہ کے قریب ہی ہوتا تشریف لاتے اور حاضرین کو بھی دستر خوان پر آنے کو فرماتے، عموماً یہ جملہ ارشاد فرماتے بھئی قبلہ بدل گیا (کہ اب سب دستر خوان کی طرف رخ کریں) اس جملہ سے سب کو ہنسی آجاتی۔

دستر خوان پر شریک تمام مہمانوں کی طرف پوری توجہ رکھتے، کسی مہمان کو غیر حاضر پاتے فوراً دریافت فرماتے ”فلاں صاحب کہاں ہیں۔“

دارالافتاء میں: ناشتہ کے بعد مدرسہ کے وقت میں اگر کچھ دیر ہوتی تو پھر ڈاک شروع ہو جاتی اور وقت ہونے پر دارالافتاء کے لئے روانہ ہو جاتے۔ ڈاک کا تھیلا ساتھ ہوتا جس کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ، کسی خادم کا لینا پسند نہیں تھا کوئی زیادہ اصرار کرتا تو پھر انکار بھی نہ فرماتے۔ اپنے جوتے خود اٹھا کر باہر رکھ کر پہنتے، کسی خادم کا اٹھا کر رکھنا پسند نہ فرماتے اور کوشش فرماتے کہ کوئی اٹھانے نہ پاوے کوئی خادم پیش قدمی کرتا اور تیزی سے اٹھا کر باہر لا کر رکھ دیتا تو انکار بھی نہ فرماتے۔

دارالافتاء عموماً اول وقت پہنچ جاتے اور فتاوی کے جوابات تحریر فرماتے ، کچھ دیر کے لئے حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم کے پاس ان کی مسند پر تشریف لے

جاتے اور کسی فتویٰ سے متعلق گفتگو فرماتے۔ حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم بھی اپنا تحریر فرمودہ کوئی فتویٰ پیش فرماتے اور حضرت کچھ دیر گفتگو فرما کر اپنی مسند پر تشریف لے آتے اور کام میں مشغول ہوجاتے، جن طلبہ کی تمرین حضرت سے متعلق ہوتی وہ اپنی اپنی کاپیاں لے کر اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ دکھانے کے لئے جمع ہوجاتے، سب کو بغور ملاحظہ فرماتے اور مناسب اصلاح فرماتے اور کسی کو کسی کتاب کی رہنمائی فرماتے کہ اس کو فلاں کتاب میں دیکھو، اس کو فلاں کتاب میں دیکھو، کبھی خود کتاب کھول کر بتاتے...... دیکھو یہ مسئلہ یہاں ہے اس میں یہ بحث کی گئی ہے، درمیان درمیان کوئی تفریحی جملہ بھی ارشاد فرمادیتے، کبھی کوئی شعر سنادیتے، جس سے سب طلبہ کھل پڑتے، بعض دفعہ ہنسی کو قابو میں نہ رکھ پاتے، کوئی طالب علم سخت غلطی کرتا، اس پر تنبیہ بھی فرماتے، غصہ کا اظہار بھی فرماتے، گو اس کی نوبت کم آتی ورنہ عموماً اصلاح بھی تفریحی جملوں کے ذریعہ ہی ہوتی۔

ایک طالب علم کو تنبیہ: ایک طالب علم کسی استفتاء کا جواب لکھ کر لائے اور استدلال میں کسی کتاب کی عبارت نقل کرنے کے بجائے خود سے ایک عربی عبارت بنا کر لکھ دی اور شامی کا بقید جلد وصفحات حوالہ دے دیا ان کی یہ ہوشیاری ممکن ہے کسی دوسری جگہ کام دے دیتی، حضرت کے سامنے کیا کام دے سکتی تھی جن کے حافظہ میں گویا کتنی ہی کتب کھلی رکھی ہوتی تھیں...... فوراً جواب طلب ہوگیا۔

"آپ نے یہ عبارت کہاں سے لکھی ہے؟"

"شامی کی فلاں جلد سے نقل کی ہے۔"

"کتاب لے کر آؤ...... عبارت نکالو کہاں ہے؟"

کتاب اس کے سامنے پیش کی گئی، کتاب کو ادھر ادھر الٹ پلٹ کر کے کہا

''دوسرے مطبع کی شامی ہے، اس سے نقل کیا ہے۔''

اس دوسرے مطبع کی شامی لا کر رکھی گئی، اس کو بھی ادھر ادھر سے کھولا دیکھا، اس میں وہ عبارت ہوتی تو ملتی۔

کہنے لگے فتاویٰ دارالعلوم سے میں نے یہ مسئلہ نقل کیا ہے اس میں یہ عبارت ہے، فتاویٰ دارالعلوم پیش کیا گیا، کھول کر سامنے رکھا، نکالو کہاں ہے آخر مجبوری اقرار کیا۔

''حضرت! غلطی ہوگئی...... میں نے از خود یہ عبارت بنا کر لکھ دی اور شامی کا حوالہ دے دیا۔''

اس وقت حضرت کا غصہ دیکھنے کے قابل تھا بہت کم آپ کو اتنا غصہ کبھی آیا ہوگا، الفاظ غالباً یہ تھے۔ ''یہاں تمہارا یہ حال ہے، قوم کے ساتھ کیا کروگے، **اناللہ وانا الیہ راجعون**۔''

اس نے معافی طلب کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ خیر معافی ہوگئی۔

گزشتہ سوالات کے جوابات دیکھنے کے بعد آئندہ کے لئے سوالات دیے جاتے، بعض دفعہ پیش آمدہ استفتاء ہی دے دئے جاتے اور ہدایت کی جاتی کہ سوالات اپنی کاپی پر نقل کرکے ان کے جوابات لکھ کر لائیں۔

طلبہ سوالات نقل کر کے خطوط واپس کر دیتے اور اپنی اپنی کاپیوں پر جوابات لکھ کر لاتے کبھی از خود سوالات لکھوائے جاتے۔

مجلس چائے: کچھ وقت گزرنے پر چائے منگائی جاتی[۱] تمام مفتیان کرام اور محررین جمع ہو جاتے، سب کو چائے پیش کی جاتی، مہمان ہوتے تو وہ بھی چائے میں شریک ہوتے،

[۱] چائے ایک مرتبہ کبھی دو مرتبہ ہر روز پورے عملہ کے لئے منگائی جاتی تھی جو ہمیشہ باقی ص ۱۳ پر

کبھی تمام طلبہ کو بھی شریک کیا جاتا، چائے کے دوران خوب لطائف وظرائف ہوتے، حافظ اخلاق صاحب (محرر فتاویٰ) مولانا صدیق صاحب مرحوم (محرر فتاویٰ) سے چھیڑ چھاڑ کرتے۔

کبھی مفتی سید احمد علی سعید صاحبؒ حضرت پر کوئی فقرہ کستے حضرت تو جوابات کے بادشاہ تھے ایسا جواب دیتے کہ دم بخود ہو جاتے باقی برا کبھی نہ مانتے نہ دل میں رکھتے۔

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ ''مفتی سید احمد علی سعید صاحب میں یہی خوبی ہے کہ وہ دل میں کوئی بات نہیں رکھتے، کیسی ہی بات ہو جائے اس کا اثر نہیں لیتے۔''

مفتی سید احمد علی سعید صاحبؒ حضرت والا کو بھائی جی کہہ کر خطاب کرتے۔

مفتی سید احمد علی صاحبؒ نے ایک دفعہ کہا ''بھائی جی! آپ شادی کر لیجئے۔''

حضرت نے بے ساختہ ذو معنین جملہ فرمایا ''مفتی کی مل جائے گی تو کر لوں گا۔''

حضرت والا لطائف وظرائف سے متعلق بعض عجیب وغریب عبرت آموز واقعات سناتے، اس پر حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم نے ایک دفعہ مزاحاً فرمایا ''آپ خود قصے گھڑ کر بیان فرماتے ہیں۔''

اس کے بعد سے حضرت اس کا التزام فرماتے کہ جو واقعہ بیان فرماتے اس کی سند بھی بیان فرماتے۔ ''مجھ سے فلاں نے بیان کیا، یا مجھ سے فلاں نے فلاں کے حوالہ سے بیان کیا، یا فلاں کتاب میں لکھا ہے۔''

حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم فرمایا کرتے تھے ''مفتی محمود صاحب کی بزرگی پر ان کی بے تکلفی نے پردہ ڈال رکھا ہے۔''

ص ۶۲ کا بقیہ: حضرت والا قدس سرہٗ کی طرف سے ہی ہوا کرتی تھی، عموماً دوکاندار کے پاس پرچی لکھ کر بھیج دیا کرتے اور مہینہ کے ختم پر اس کا حساب کیا جاتا تھا۔

چائے کی اس پر لطف مجلس سے تازہ دم ہو کر سب اپنے کام میں لگ جاتے۔

طرز درس اور طلبہ سے بے تکلفی: تمرین افتاء کے طلبہ کی عموماً دو کتابیں ''رسم المفتی''، ''الاشباہ والنظائر'' حضرت کے یہاں ہوتیں، ابتداءً تو ان کتابوں کا درس دارالافتاء ہی میں ہوتا تھا، بعد میں طلبہ کی کثرت کی وجہ سے حضرت کے کمرہ میں ہوتا تھا۔

حضرت والا مدرسہ کے اخیر وقت تک بلکہ کچھ بعد تک دارالافتاء میں رہتے مگر جب کمرہ میں درس تجویز ہو گیا، درس کے لئے کمرہ میں تشریف لے آتے۔

حضرت والا کے یہاں تقریر بہت مختصر ہوتی کتاب کو اصل عبارت سے حل کرنیکا ہی معمول تھا اس میں کبھی کچھ کمی نہ کی جاتی، کتاب کی مناسبت سے واقعات ولطائف بھی سنائے جاتے اور حسب موقع کبھی اشعار بھی سناتے جس سے سب طلبہ باغ و بہار ہو جاتے اور سبق کے بعد طلبہ بزبان حال یہ کہتے ہوئے واپس ہوتے۔

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں

دوران درس سب طلبہ پر یکساں نظر رکھی جاتی اور ہر طالب علم کو حسب لیاقت وصلاحیت پڑھانے پروان چڑھانے کی فکر اور کوشش ہوتی۔ جو طالب علم جتنا ہونہار اور پڑھنے میں ہوشیار ہوتا، حضرت والا قدس سرہٗ کا اتنا ہی منظور نظر ہوتا۔

حضرت والا کی بے تکلف اور خوش طبعی وخوش اخلاقی سے سب طلبہ بے انتہا مانوس ہو جاتے کہ جس کو جو پوچھنا ہوتا پوچھتا اور اپنی ذاتی ضرورت بے تکلف بیان کرتا گویا اپنے والد سے بیان کر رہے ہیں، حضرت والا انتہائی بشاشت سے پورا فرماتے۔

بعض طالب علم مٹھائی کا مطالبہ کرتے، حضرت والا مٹھائی منگاتے اور اس کو بڑی

فراخدلی سے کھلاتے اور خوش ہوتے البتہ مٹھائی کا مطالبہ کرنے پر بعض دفعہ ایسا کوئی جملہ بھی ارشاد فرمادیتے جس سے لطف اور دوبالا ہو جاتا۔

مثلاً ایک دفعہ ایک طالب علم نے سبق کے دوران مٹھائی کا مطالبہ کیا ''حضرت مٹھائی کھلایئے۔'' حضرت نے ایک خاص انداز سے فرمایا ''حلوہ خوردن روئے باید۔'' اور سبق آگے شروع فرمادیا۔

اس نے پھر مطالبہ کیا۔ حضرت نے فرمایا ''مٹھائی کھانے کی عادت ابھی گئی نہیں۔'' طلبہ بمشکل ہنسی کو قابو میں کر سکے۔ اور حضرت نے مٹھائی منگا کر سب طلبہ کو کھلائی۔

آم کا موسم ہوتا تو آم منگا کر طلبہ کو کھلائے جاتے اور اس میں ایسی بے تکلفی ہوتی کہ کوئی گھٹلی کسی پر ڈال رہا ہے کوئی کسی پر اور حضرت بھی ان کی خوشی میں برابر شریک رہتے ،طلبہ ایسی حالت میں استاد شاگردی کا حجاب بھی ختم کر دیتے اور سمجھتے کہ ساتھیوں اور بے تکلف دوستوں کی مجلس ہے۔ انتہا یہ ہے کہ ایک طالب علم نے چپکے سے گھٹلی لے کر حضرت کی گردن کے پیچھے کرتہ کے اندر ڈال دی اور ادنیٰ درجہ بھی حضرت کو ناگواری نہیں ہوئی۔

دوپہر کا کھانا: بارہ ساڑھے بارہ بجے کے قریب سبق ختم ہوتا، دوپہر کے کھانے کے لئے دستر خوان بچھتا، حضرت حاضرین سے فرماتے قبلہ تبدیل ہو گیا اور دستر خوان پر تشریف لاتے، مہمان حضرات بھی دستر خوان پر شریک ہو جاتے۔

حضرت والا برابر سب پر نظر رکھتے، کہاں روٹی کی ضرورت ہے، کہاں سالن ختم ہو گیا، حضرت خادم سے فرماتے، وہاں روٹی رکھو وہاں سالن لاؤ، فلاں کا ہاتھ نہیں آرہا ہے رکابی ادھر کو سرکا دو، یا خود ان صاحب کو فرماتے بھئی دست درازی سے کام چلتا ہے، دست درازی کرنی پڑتی ہے۔

کبھی کوئی لطیفہ سناتے۔ایک دفعہ ارشاد فرمایا ’’میں ایک دفعہ ایک جگہ پہنچا وہاں میزبان صاحب کھانے میں مہمانوں کے ساتھ شریک نہیں ہوتے تھے۔میں نے ان سے کہا ’’آپ کیوں شریک نہیں ہوئے۔‘‘

میزبان نے جواب دیا ’’حضرت جب تک چھنا چھن کی آواز کانوں میں نہیں آتی، کھانا حلق سے اندر نہیں اترتا۔‘‘

جس کا مطلب یہ تھا کہ اہلیہ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے چوڑیوں کی آواز کانوں میں آتی رہتی تھی۔

اس نوع کے لطائف کھانے کے دوران ہوتے رہتے جس سے مہمان حضرات خوب شکم سیر ہو کر کھاتے۔دستر خوان پر ریزے گر جاتے حضرت ان کو اٹھا کر کھا لیتے، کوئی رکابی بلا صاف کئے چھوڑ دیتا، حضرت خود اس کو اٹھا کر صاف فرما لیتے۔کھانے سے فراغت پر شوربا بچ جاتا پلیٹ اٹھا کر ایک دو گھونٹ نوش فرماتے، پھر خدام حضرات ایک ایک دو دو گھونٹ کر کے ختم کر دیتے، جب کوئی خادم شوربہ کی رکابی منہ سے لگاتا، حضرت خاص انداز سے مٹھارتے جس سے اس کو ہنسی آجاتی اور بمشکل اپنے آپ کو قابو میں کر کے اس کو پیتا۔

کھانے سے فراغت پر ہاتھ صابن سے دھوتے اور ہاتھوں کو تولیے سے صاف فرماتے، کھانے سے قبل ہاتھ دھوتے وقت صابن کبھی استعمال نہ فرماتے نہ تولیے سے ہاتھ صاف فرماتے۔

کھانے سے فراغت پر مہمان حضرات آرام فرماتے اور حضرت والا اگر کوئی طالب علم کوئی کتاب لئے موجود ہوتا اس کو سبق پڑھاتے اس کے بعد قیلولہ فرماتے۔

وضو: اور اذان ظہر سے کچھ منٹ قبل اٹھ کھڑے ہوتے اگر ضرورت ہوتی استنجا فرماتے وضو فرماتے۔ حضرت کے اپنے ذاتی بڑے بڑے دو لوٹے تھے، ایک تانبہ کا قلعی کیا ہوا، ایک سلور کا اپنے لوٹے ہی میں پانی لے کر وضو فرماتے۔ وضو میں کسی سے مدد لینا پسند نہیں تھا کوئی خادم از خود لوٹا بھر کر رکھ دیتا تو انکار بھی نہ فرماتے، مسواک دھو کر لوٹے کے اوپر رکھ دینا یا حضرت کے ہاتھ میں دینا پسند تھا، ایک دفعہ ایک خادم نے مسواک لے کر لوٹے کے اندر ڈال دی اس کو ناپسند فرمایا اور فرمایا نہ ہوئے ناظم صاحب (یعنی حضرت مولانا ابرار الحق صاحب زید مجدہم ناظم دعوۃ الحق ہردوئی)۔

وضو کے بعد تولیے سے چہرہ اور ہاتھ صاف فرماتے، اس طرح کے اول چہرہ صاف فرماتے، پھر دایاں ہاتھ پھر بایاں۔

وضو کے درمیان بھی بعض اوقات کوئی طالب علم یا کوئی مہمان آ کر پاس بیٹھ جاتا اور جو سوال کرنا ہوتا کرتا حضرت وضو کے ساتھ ساتھ اس کو جواب بھی دیتے اور ادعیۂ وضو بھی پڑھتے رہتے، خاص طور پر وہ صاحب جو خلوت میں بات کرنے کے خواہشمند ہوتے وہ اس وقت کو غنیمت جانتے، حضرت کو ان کے اس وقت سوال کرنے سے کبھی کوئی ناگواری نہ ہوتی بلکہ بشاشت سے جواب عنایت فرماتے۔

نماز ظہر و عصر اور درمیانی وقت: اذان سے قبل ہی یا اذان کے فوراً بعد آپ مسجد پہنچ جاتے اور دو رکعت تحیۃ الوضو دو رکعت تحیۃ المسجد اور چار رکعت سنت ظہر ادا فرماتے، کبھی حضرت صرف تحیۃ الوضو اور سنت ظہر اور کبھی صرف سنت ظہر پر حسب موقع اکتفاء فرماتے، سنتیں طویل ہوتیں اور قرآن پاک کا کبھی ایک پارہ کبھی دو پارے ان میں تلاوت فرماتے،

سنتیں قبیل جماعت ختم ہوتیں، نماز فرض باجماعت ادا فرماتے اور سنن ونوافل سے فارغ ہوکر حجرہ میں تشریف لاتے، اور ڈاک کا تھیلا لے کر ڈاک شروع فرمادیتے، کبھی طلباء اور مہمانان کرام بھی حاضر ہوجاتے، بعض سوالات کرتے بعض اپنی تسبیحات میں مشغول رہتے دارالعلوم کی گھنٹی بجتی اور حضرت تھیلا لے کر دارالافتاء کے لئے چل دیتے، بعض دفعہ گھنٹی سے قبل ہی دارالافتاء پہنچ جاتے۔

عموماً اذان عصر پر دارالافتاء سے کمرہ پر تشریف لاتے اگر وضو نہ ہوتا وضو فرماتے اور مسجد تشریف لے جاتے، چار رکعت سنت العصر ادا فرماتے اگر وقت میں گنجائش ہوتی تو تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کی دو دو رکعات بھی ادا فرماتے، بعض مرتبہ عصر کی سنتوں پر ہی اکتفا فرماتے، کبھی سنتیں بھی پڑھنے کا موقع نہ ملتا کہ نماز شروع ہوجاتی۔

نماز کے بعد کتب فضائل میں سے کسی کتاب کی تعلیم ہوتی حضرت اس میں اہتمام سے شرکت فرماتے۔

مجلس بعد عصر: کتاب سے فراغت پر آنے والے مہمان حضرات ملاقات ومصافحہ فرماتے۔اس کے بعد کمرہ میں تشریف لاتے کہ حضرت کے پہنچنے سے قبل ہی پورا کمرہ کھچا کھچ بھر جاتا، چونکہ اصل مجلس کا وقت یہی ہوتا تھا اور طلباء کیلئے بھی یہ وقت فراغت کا ہوتا ہے، اس لئے طلبہ بھی ذوق وشوق سے مجلس میں شرکت کرتے تھے، باذوق طلباء حضرت کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرتے اس لئے بہت پہلے سے اپنی جگہ لے لیتے۔

حضرت والا جب مسجد سے اندر کمرہ میں تشریف لاتے بہت سے طلبہ فرطِ عقیدت میں کھڑے ہوجاتے، مگر حضرت کو ان کا کھڑا ہونا ناگوار گزرتا۔ حافظ محمد طیب صاحب زید مجدہٗ بطور خاص بہت اہتمام سے مجلس میں شرکت کرتے، حضرت والا کے بالکل سامنے ان

کے لئے جگہ چھوڑی جاتی اگر کبھی دیر میں آنے کی وجہ سے پیچھے بیٹھ جاتے تو ان کو آگے بلایا جاتا، بہت سے طلبہ سوالات کرنے کے لئے حافظ صاحب کو ہی ذریعہ بناتے۔

درسی غیر درسی مختلف فنون، (تفسیر، حدیث، فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، نحو، صرف وغیرہ) اور مختلف کتابوں سے متعلق طلبہ سوالات کرتے، حضرت والا سب کے تسلی بخش جوابات عنایت فرماتے اور بعض کتابوں کی طویل عبارتیں حفظ پڑھ کر سناتے، طلباء انتہائی محظوظ ہوتے اور اپنی علمی تشنگی سے سیرابی پر بے حد خوش ہوتے۔

دور دراز سے آنے والے مہمانان کرام بھی اپنی ضرورتیں بیان کرتے کوئی دعا کے لئے کہتا، کوئی دم کراتا، کوئی تعویذ کی درخواست کرتا، حضرت مولانا ابراہیم صاحب زید مجدہم سے فرماتے، ان کو فلاں تعویذ دے دو، کوئی راہ سلوک میں پیش آمدہ کسی الجھن کا ذکر کرتا حضرت اس کا حل تجویز فرماتے۔

غرض کہ مجلس کیا ہوتی ایک تجربہ کار ماہر نفسیات وامراض کا روحانی مطب ہوتا جس میں مختلف امراض میں مبتلا مریض اپنے حالات بیان کرتے، حضرت والا ان کے امراض کی تشخیص کرتے اور علاج تجویز فرماتے اور مہلک امراض میں مبتلا اور علاج سے مایوس مریضوں کو تسلی وتشفی دیتے، امید بندھاتے اور وہ نسخہ استعمال کر کے شفایاب و کامیاب ہوتے۔

حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب قدس سرہٗ مبلغ دارالعلوم دیوبند، دیوبند قیام کے دوران پابندی سے اس مجلس میں شرکت فرماتے ان کی نشست حضرت قدس سرہٗ کے برابر میں ہی ہوتی اور مرحوم کی موجودگی میں گویا انہیں کی مجلس ہوتی اپنے ارشادات سناتے

سفر کے حالات اور کسی مناظرہ کی دل چسپ روئیداد بیان فرماتے، ان کے ارشادات میں میخ ٹھوکنے کا ذکر کثرت سے آتا تھا، بالخصوص رضا خانیوں کے ذکر پر۔

حضرت والا خاموش سنتے رہتے اور بضرورت کہیں کوئی جملہ ارشاد فرما دیتے۔

حاضرین میں وہ حضرات جو حضرت والا سے کچھ دریافت کرنے کی غرض سے حاضر ہوتے اور ان کو موقع نہ مل پاتا ان کو ناگوار بھی گزرتا۔ بعض اس کا اظہار بھی کر دیتے مگر حضرت والا مکمل طور پر متوجہ ہو کر مرحوم کے ارشادات کو سنتے رہتے۔

حضرت والا کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی حسب موقع اس کو بھی پڑھتے رہتے، بہت سے مشتاق حضرات صرف شوقِ زیارت ہی میں حاضر ہوتے مہمانوں اور طلبہ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ بعض شہری حضرات بھی پابندی سے مجلس میں حاضری دیتے، دارالعلوم کے بعض اساتذہ بھی کبھی کبھی شرکت فرماتے۔ دارالعلوم کے اساتذہ کو حضرت والا اپنے قریب مسند پر ہی بٹھانے کی کوشش فرماتے۔

حضرت والا مجلس میں ازخود گفتگو بہت کم فرماتے، کوئی سوال کرتا اس کا جواب دے کر سکوت فرماتے اور تسبیح میں مشغول ہو جاتے پھر کسی نے سوال کیا اس کو جواب دے کر تسبیح میں مشغول ہو گئے۔

اگر کوئی سوال کرنے والا نہ ہوا تو حضرت سکوت ہی فرماتے اور تسبیح میں مشغول رہتے بعض دفعہ سکوت طویل ہو جاتا اور بعض دفعہ سکوت پر ہی مجلس ختم ہو جاتی۔ کبھی ازخود بھی فرما دیا کرتے "کسی کو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لیں۔" کبھی فرماتے "قبرستان میں تو نہیں بیٹھے ہیں جس کو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لے۔"

کبھی اس وقت ڈاک بھی لکھی جاتی، کبھی حضرت کے فتاویٰ جو ترتیب دیئے

جارہے تھے سنائے جاتے، نقل در نقل کی وجہ سے جو کوئی غلطی ہو جاتی حضرت اس کی اصلاح فرماتے، کبھی کسی بچہ کی بسم اللہ یا ختم بھی اس مجلس میں ہوتا۔

اہل علم حضرات کے علاوہ حضرت کی مجلس میں سب شرکاء برابر ہوتے خواہ امراء ورؤسا ہوں یا غرباء فقراء جس کو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتا نہ کسی کو کسی کی وجہ سے اس کی جگہ سے ہٹایا جاتا، سب کی طرف توجہ برابر ہوتی بلکہ طلباء ہی زیادہ مرکز توجہ ہوتے۔

بڑے سے بڑا رئیس آتا اور کوئی غریب طالب علم حضرت سے سوال کرتا ہوتا، حضرت برابر اس کو جواب دینے میں مشغول رہتے اس کی طرف ادنیٰ درجہ بھی بے توجہی نہ فرماتے خواہ کتنی ہی دیر کیوں نہ ہو جاتی جب تک وہ خود ہی نہ ہٹتا حضرت برابر اس کی طرف متوجہ رہتے۔

کوئی دیہاتی اپنی دیہاتی زبان میں سوال کرتا حضرت کبھی بھی ناگواری کا اظہار نہ فرماتے بلکہ اس کی دیہاتی زبان سے ہی خوش ہوتے۔ حضرت والا کی مجلس کا انداز کچھ اس طرح کا تھا۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو
حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

شرکاء مجلس کی سادہ چائے سے ضیافت بھی کی جاتی۔

نماز مغرب وعشاء اور درمیانی وقت: اذان شروع ہوتی مجلس برخاست ہو جاتی اور سب مسجد پہنچ جاتے حضرت والا عموماً صف اول میں جا کر بیٹھ جاتے، نماز با جماعت کے بعد عموماً چھ رکعات اوابین کی ادا فرماتے، جن میں کم از کم ایک پارہ تلاوت فرماتے۔

نماز سے فارغ ہو کر کمرہ میں تشریف لاتے اور خطوط کے جوابات تحریر فرماتے اور

حسب ضرورت مطالعۂ کتب بھی جاری رہتا، الماری میں سے کتاب کے لانے کی ضرورت ہوتی حضرت خود اٹھ کر کتاب نکال کر لاتے اور جو مضمون دیکھنا ہوتا دیکھتے پھر کتاب وہیں جا کر رکھتے، کبھی کسی خادم سے کتاب لانے لے جانے کے لئے نہ فرماتے بعض دفعہ کئی کئی مرتبہ کتاب کو دیکھنے کی ضرورت ہوتی حضرت خود اٹھتے اور کتاب نکال کر دیکھتے پھر خود جا کر رکھتے، سستی یا آرام طلبی کا حضرت کے اندر نام بھی نہ تھا، بعض طالب علم یا مہمان اس وقت بھی حضرت کے قریب سامنے بیٹھ جاتے، حضرت برابر کام میں مشغول رہتے خطوط کے جوابات لکھ کر حاضرین اہل علم حضرات کو دکھاتے اور فرماتے ''کوئی غلطی رہ گئی ہو تو دیکھ کر اس کی اصلاح کر دیں۔''

اپنے شاگرد سامنے ہوتے ان کو بھی دکھاتے اور ان کو بھی اصلاح کے لئے فرماتے اذان عشاء تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔

اذان عشاء کے بعد دسترخوان بچھا دیا جاتا، مہمان حضرات دسترخوان پر حاضر ہو جاتے اور کھانے سے فارغ ہو کر وضو وغیرہ کر کے مسجد تشریف لے جاتے۔

بعد عشاء درس بخاری شریف: عشاء بعد بخاری شریف جلد ثانی کا دارالحدیث میں درس ہوتا، بہت سے طلباء شوق میں حضرت کو لینے کے لئے کمرہ پر حاضر ہو جاتے اور حضرت کے ساتھ دارالحدیث پہنچتے، حضرت والا کو اپنے ساتھ مجمع کا ہونا ناپسند تھا مگر اس کے باوجود بہت سے طلباء ساتھ ہو ہی جاتے، مسند درس پر تشریف فرما ہوتے، طلباء سراپا شوق و انتظار ہوتے پورا دارالحدیث بھرا ہوتا، حاضری ہوتی کوئی طالب علم عبارت پڑھتا، بعض دفعہ شوق میں کئی کئی طالب علم پڑھنا شروع کر دیتے، مگر کوئی اپنی آواز کی بلندی، تیزی و روانی سے غالب آجاتا کہ سب خاموش ہو جاتے۔

تقریر تو مختصر ہوتی مگر انتہائی جامع اور پر مغز معلومات پر مشتمل طلباء کو سوالات و اشکالات کی عام اجازت ہوتی کوئی زبانی سوال کرتا کوئی پرچی لکھ کر بھیجتا، حضرت ان کے جوابات ارشاد فرماتے۔

دوران درس انتہائی سکون ووقار طاری ہوتا، مگر جب حضرت کسی مناسبت سے کوئی لطیفہ یا کوئی شعر سناتے، طلباء کی بے اختیار ہنسی سے پورا دارالحدیث گونج اٹھتا، بارہ بجے کے قریب درس ختم ہوتا۔

طلباء کا شوق خدمت: بعد درس پچاسوں طلباء کمرہ تک ساتھ آتے کچھ واپس ہو جاتے اور بعض خدمت کے شوق میں کمرہ میں آکر بیٹھ جاتے، حضرت والا کو ٹھنڈا مشروب پیش کیا جاتا، حضرت چند گھونٹ پیتے باقی طلباء بطور تبرک ایک ایک گھونٹ پی لیتے، حضرت والا مسند پر بیٹھ جاتے اور طلباء بدن دبانے لگتے تو حضرت فرمایا کرتے ''بھئی یہ مرض متعدی ہے کہ ایک شروع کرتا ہے اس کو دیکھ کر سب ہی لگ جاتے ہیں۔

بدن دباتے ہوئے بھی سوالات وجوابات کا سلسلہ جاری رہتا لطائف وظرائف بھی ہوتے رہتے اور چند منٹ کے بعد ان کو رخصت کردیتے، ان کے بعد دوسرے طلباء چمٹ جاتے کہ ہم کو موقع نہیں مل سکا تھا، دو تین منٹ بعد انکو رخصت کردیا جاتا تو اور طلباء آکر چمٹ جاتے کئی کئی مرتبہ اس کی نوبت آتی، طلباء کی محبت ووارفتگی دیکھنے کے قابل ہوتی، حضرت رخصت کرتے ہوئے سب سے مصافحہ کرتے۔

مجلس بعد عشاء: بخاری شریف کا درس موقوف ہونے کے بعد عشاء بعد مجلس ہوتی، فتاویٰ سنائے جاتے یا ڈاک لکھی جاتی (اخیر میں لکھوائی جاتی) سوالات وجوابات کا سلسلہ بھی رہتا۔

اس مجلس میں بھی حافظ محمد طیب صاحب زید مجدہم اہتمام سے شریک ہوتے اور حضرت مولانا حامد حسن صاحب زید مجدہم مدرس دار العلوم دیوبند بطور خاص شرکت فرماتے اور ان کو حضرت کا ٹرانجسٹر کہا جاتا کہ ریڈیو سے خبریں اہتمام سے سنتے اور حضرت کو آکر خاص خاص خبریں سنایا کرتے، فلاں ملک میں یہ ہو گیا، فلاں میں یہ ہوا، اس نے اس پر حملہ کیا وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مولانا خبریں سنانے سے زیادہ ہنسا کرتے اور ان کے ہنسنے کو دیکھ کر سب حاضرین بھی ہنس دیا کرتے اور چونکہ مولانا کی آواز صاف نہیں رہی تھی جس کی وجہ سے حاضرین کو بات اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی تھی ان کو بار ہا بتانے کی ضرورت پڑتی تھی۔ اول آواز صاف نہیں پھر اس پر ہنسی اس کو اور زیادہ ناصاف بنا دیتی، جس کی وجہ سے عموماً حافظ طیب صاحب زید مجدہم کو ان کی ترجمانی کرنی پڑتی اور حافظ صاحب زید مجدہم کی ترجمانی بھی بطور مزاح شارح کی ماتن کے مقصود کے خلاف شرح کا مصداق ہوتی تھی۔

حاضرین میں اکثر طلباء ہی ہوتے تھے جو حضرت مولانا کے بھی شاگرد ہوتے تھے اور ہنسنے میں بعض دفعہ حد سے تجاوز ہو کر مذاق کی سی کیفیت بھی ہو جاتی جو حضرت والا کو ناگوار گزرتی جس کی بنا پر حضرت والا فرمایا کرتے خبریں موقوف، یعنی آئندہ خبریں نہیں سنایا کریں گے، مگر حضرت مولانا کبھی حاضرین اور طلباء کے ہنسنے سے برا نہ مانتے بلکہ ان کو اس کا خیال بھی نہ ہوتا۔ وہ حضرت کے فرمانے پر ایک دو روز عمل کرتے اور پھر سلسلہ شروع کر دیتے[۱] گیارہ ساڑھے گیارہ بجے تک یہ سلسلہ چلتا پھر حضرت سب کو مصافحہ کر کے رخصت کرتے۔

مہمانوں کا خیال واہتمام: مہمانوں کے لئے بستر وغیرہ کرنے کا تقاضا فرماتے،

[۱] حضرت مولانا زید مجدہم شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہ کے باقی صفحہ ۷۵ پر

ابتداء تو خود بھی بستر وغیرہ بچھوانے میں شریک رہتے تھے معذوری کے بعد خدام بستر وغیرہ بچھاتے مگر حضرت سب مہمانوں کا پورا خیال فرماتے، صرف کہنے پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ خود جا کر معائنہ فرماتے اور مہمانوں سے جا کر دریافت فرماتے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، تکیہ چادر وغیرہ سب کے پاس ہے اور سردی کے موسم میں کمبل یا لحاف سب کے پاس ہے یا نہیں، جب چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تب بھی ایک دو خادم کے سہارے تشریف لاتے اور سب مہمانوں کو آکر دیکھتے کہ کسی کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔

مخصوص مہمان ہوتے ان کے بستر کی جگہ بھی دریافت کرتے کہ فلاں کا بستر کہاں بچھا ہے یا فلاں کا انتظام کہاں کیا اس کے بعد خود آرام فرماتے۔

جب تک آنکھوں میں روشنی رہی سوتے وقت سرمہ لگانے کا اہتمام بھی ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔

سحر خیزی میں معمول: اڑھائی تین بجے عموماً بیدار ہو جاتے اور کوشش فرماتے کہ کسی کو پتہ نہ چلے، کسی کی آنکھ نہ کھلے، بعض دفعہ خادم اسی لئے کمرے میں سوتے کہ شب میں بیدار ہونے کے وقت پانی وغیرہ دینے کی خدمت کر سکیں، مگر حضرت والا اتنا آہستہ آہستہ قدم رکھتے کہ بالکل آہٹ نہ ہو، چٹخنی دروازہ کی بہت آہستہ سے کھولتے اسی طرح دروازہ بہت آہستہ سے کھولتے بند کرتے اور استنجاء، وضو وغیرہ ضروریات سے فارغ ہو کر نوافل

صفحہ ۷۴ کا بقیہ: صاحبزادے ہیں، دارالعلوم کے استاد ہیں، آواز صاف نہ ہونے کی بنا پر تعلیمی ذمہ داریوں سے ان کو سبکدوش کر کے دارالاقامہ کی نگرانی ان کے سپرد کی گئی تھی۔ انتہائی سادہ مزاج تھے، جلالین شریف وغیرہ کتابوں کا درس ان کے یہاں ہوتا تھا، کتاب کہیں سمجھ میں نہ آتی کتاب بغل میں دبا کر حضرت والا کے یہاں حاضر ہوتے، حضرت کے پاس ان کے شاگرد بھی ہوتے، کتاب کھول کر بیٹھ جاتے کہ حضرت یہ بات سمجھ میں نہیں آئی، حضرت والا اس کو حل فرماتے، ان کو اپنے شاگردوں کی موجودگی میں پوچھنے سے کبھی عار نہ آتی۔

میں مشغول ہو جاتے اور حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ مناجات کے مزے لوٹتے اور پھر چارپائی پر لیٹ جاتے، کہ دیکھنے والے اس سے سوتا ہوا سمجھتے۔

بعد اذان فجر: پھر اذان کے قریب اٹھتے وضو فرماتے اور باہر صحن میں مشی فرمائے جس میں واعدوا لھم مااستطعتم من قوۃ۔الآیہ کی نیت ہوتی اور قرآن کی تلاوت یا تسبیح کا سلسلہ بھی جاری رہتا ابتداءً بیعت ہونے والوں کو اذان فجر کا وقت دیا جاتا وہ اذان کے فوراً بعد حاضر ہو جاتے ان کو بیعت فرماتے (آخر میں بعد فجر کا معمول ہو گیا تھا) اذان کے بعد فوراً سنت فجر پڑھ کر بیعت ہونے والوں کو بیعت فرماتے اور اپنی مسند پر بیٹھ کر تسبیح میں مشغول رہتے اس وقت باتیں کرنا ناگوار گزرتا، اس وقت کسی کا خدمت کرنا بھی ناپسند تھا، گو بعض اس ناگواری کو نہ سمجھ پاتے اور حضرت والا تحمل فرماتے کچھ نہ فرماتے۔

بہت سے ذاکرین کمرہ میں حاضر ہو کر ذکر شروع کر دیتے، بہت سے مراقبہ وغیرہ میں مشغول ہو جاتے، حضرت والا ان کی طرف توجہ خاص فرماتے ذاکرین اور مراقبہ وغیرہ میں مشغول ہونے والے حضرات اس وقت دل میں سرور ونشاط کی عجیب کیفیات محسوس کرتے کہ شاید دلوں میں کوئی چیز بھری اور انڈیلی جا رہی ہے، کچھ دیر کے بعد حضرت والا مسجد میں تشریف لے جاتے وہاں بھی ذاکرین ذکر میں اور بہت سے تلاوت میں مشغول ہوتے عجیب فرحت آمیز مسرت بخش منظر ہوتا کہ روح ودل ہر دو کو غذا وتازگی وتقویت حاصل ہوتی۔نماز تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔

معمولات یوم الجمعہ

مزار قاسمی پر حاضری: جمعہ کے روز ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر قبرستان (مزار

قاسمی) تشریف لے جاتے ، بہت سے طلبہ اور مہمان حضرات ساتھ جانا چاہتے حضرت سب کو ساتھ جانے سے منع فرمادیتے کہ آگے چلے جاؤ، یا بعد میں آنا، اپنے ساتھ مجمع کا چلنا پسند نہ تھا، کوئی ایک دو ہوتا اس کو انکار نہ فرماتے۔

دارالعلوم کے صدر دروازہ سے داخل ہوکر دارالحدیث کے پاس کو گزرتے ہوئے مدنی گیٹ کے اوپر کمرہ میں حضرت مولانا سعید احمد صاحب مرحوم (حضرت گنگوہیؒ کے پوتے) استاد دارالعلوم (جن کو بھائی جی، یا بھائی جی سعید سے جانا پہچانا جاتا) سے ملاقات فرماتے۔

بھائی جی مرحوم بے انتہا خوش ہوتے اور عموماً الائچی خورد سے ضیافت فرماتے، ایک شیشی میں بھری ہوئی ہوتیں اس کو کھول کر پیش فرماتے، حضرت ایک دو الائچی اس میں سے لے لیتے، کبھی کوئی کھانے کی چیز ہوتی اس کو بھی پیش فرماتے، مگر حضرت چائے کو انکار فرمادیتے ، چند منٹ کے بعد رخصت ہوکر مزار قاسمی پر حاضری دیتے اور اولاً شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ قدس سرہٗ کے مزار پر اقدام کی جانب ہی جوتے اتار کر کھڑے ہوتے۔ **السلام علیکم دار قوم مؤمنین وأنا انشاء اللّٰہ بکم لاحقون** پڑھتے اور سورہ فاتحہ، قل ہو اللہ احد، کبھی یٰسین شریف پڑھ کر ایصال ثواب فرماتے پھر دوسرے بعض مزارات کے قریب جاکر ایصال ثواب فرماتے اور اخیر میں جب ضعف زیادہ ہوگیا تھا، صرف حضرت مدنیؒ قدس سرہٗ کے مزار کے قریب ہی کھڑے ہوتے اور وہیں سے ایصال ثواب فرما کر واپس ہوجاتے۔

واپسی پر آستانہ شیخ الاسلامؒ پر حاضری دیتے، اور صاحبزادگان حضرت مولانا سید اسعد مدنی قدس سرہٗ، حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم میں سے کوئی اگر موجود

ہوتے ان سے چند منٹ کی ملاقات فرماتے، کبھی کسی خاص موقع پر حضرت مولانا محمد سالم صاحب زید مجدہم کے پاس بھی چند منٹ کے لئے تشریف لے جاتے۔ پھر کمرہ پر تشریف لاکر کچھ دیر ڈاک وغیرہ لکھتے یا لکھواتے پھر نماز جمعہ کی تیاری فرماتے۔

غسل وحجامت اور نماز جمعہ: آئینہ قینچی لے کر مونچھیں کاٹتے مونچھیں ہمیشہ بالکل صاف فرمایا کرتے کہ دیکھنے سے منڈی ہوئی معلوم ہوتیں۔ داڑھی یکمشت سے زائد ہوتی اس کو بھی کاٹ دیا کرتے، رخساروں پر یا حلق پر سے کسی جگہ سے کوئی بال کاٹنے کا معمول نہیں تھا۔

ناخن تراش سے ناخن کاٹتے، ہمیشہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع فرماتے دائیں اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم فرماتے تاکہ ابتداء بالیمین اور انتہا بالیمین دونوں ہوجائیں اور دائیں پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع فرما کر بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم فرماتے، معذوری سے قبل یہ کام سب خود ہی انجام دیا کرتے اس کے بعد غسل فرماتے، سردیوں میں گرم پانی استعمال فرماتے، صابن، تولیہ بھی استعمال فرماتے کپڑے عموماً غسل کے بعد کمرہ میں تشریف لاکر تبدیل فرمایا کرتے، عطر خوب استعمال فرماتے اور حاضرین کو بھی عنایت فرماتے۔

عطر میں مشک، عنبر، عود، خس میں کوئی حسب موسم پسند فرماتے۔ نماز جمعہ کے لئے چوغہ بھی استعمال فرماتے، جس کو نماز کے بعد کمرہ میں تشریف لاکر اتارتے، اور زوال کے فوراً بعد مسجد جاکر اولاً دو رکعت تحیۃ الوضو، دو رکعت صلوٰۃ تحیۃ المسجد پھر صلوٰۃ التسبیح چار رکعت جن میں مسبحات[1] پڑھنے کا معمول تھا، پھر چار رکعت جمعہ کی سنت ادا فرماتے۔

---

[1] وہ سورتیں جن کے شروع میں سبّح یا یسبّح آیا ہے۔

بعد نماز جمعہ: جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر کمرہ میں تشریف لاتے اور بہت سے طلبہ اور دور دراز سے آنے والے زائرین جمع ہو جاتے چند منٹ اتنے باہر دستر خوان بچھتا مجلس ہوتی، اسی وقت باہر سے آنے والے حضرات مصافحہ کرتے دستر خوان بچھ جاتا اور مہمانوں کو کھانا شروع کرا دیا جاتا، ایک دستر خوان اندر کمرہ میں خواص کے لئے بچھتا جس پر حضرت خود بھی شرکت فرماتے۔

جمعہ بعد حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم بھی عموماً تشریف لاتے اور کھانے میں شرکت بھی فرماتے، حضرت والا ان کو اپنے پاس ہی بٹھاتے، اور ہر دو حضرات کی ایسی بے تکلفی اور لطف وانبساط کے ساتھ گفتگو ہوتی کہ سننے والوں کو بھی لطف آجاتا، کھانے کے بعد مہمانان کرام جو رخصت ہونے والے ہوتے رخصت ہوتے اور ایک ایک کو مصافحہ ومعانقہ فرما کر رخصت فرماتے۔

معذوری کے زمانہ میں کھڑا ہونا مشکل ہوتا تو دو صاحبان پکڑ کر کھڑا کرتے اور دونوں طرف سے پکڑے رہتے اس طرح معانقہ فرماتے۔

اس لطف ومہربانی کو دیکھ کر رخصت ہونے والا محسوس کرتا ؎

جب گلے مل کے وہ پلٹا تو یہ محسوس ہوا
جیسے سینہ سے لئے جائے کلیجہ کوئی

اور جانے والا بزبان حال کہتا ہوا جاتا ؎

جان سے جانا ہے در سے ترے جانا جاناں
جیئے جاتے ہیں مگر مردہ بنے جاتے ہیں

مہمانان کرام عموماً مدارس کے اساتذہ اور طلبہ ہوتے جو جمعرات کی شام میں حاضر ہوتے اور جمعہ بعد واپس ہوتے، اس لئے جمعرات جمعہ کو بالخصوص عجیب بہار ہوتی مگر اب بجز اس کے کیا کہا جائے۔

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں ایک شور تھا غل تھا
جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو، یہاں غنچہ، یہاں گل تھا

مہمانوں سے رخصت ہو کر حضرت آرام فرماتے اور نماز عصر سے تقریباً آدھ پون گھنٹہ قبل اٹھ کھڑے ہوتے۔

نماز عصر بعد متصلاً درود شریف: نماز عصر بعد اٹھنے سے پہلے درود شریف اسّی ۸۰ مرتبہ...... اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمدالنبی الامی وعلیٰ الٖہ وسلم تسلیماً پڑھنے کا معمول تھا، نماز کے سلام کے بعد اعلان کر دیا جاتا اور جمعہ کے روز نمازِ عصر کے بعد اس کے پڑھنے کی فضیلت جو حدیث شریف میں آئی ہے کہ اسّی ۸۰ برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسّی ۸۰ برس کی عبادت کا ثواب ملتا ہے...... بیان کر دی جاتی تقریباً تمام نمازی ہی اس کو پڑھتے، اس کے بعد حسب معمول مجلس ہوتی۔

ابتداء میں جب مہمانوں کا مجمع زیادہ نہیں ہوتا تھا حضرت والا جمعہ کے روز عصر سے مغرب تک ذکر جہری میں مشغول رہتے تھے۔

تنبیہ:- یہ معمولات جو ذکر کئے گئے ہیں معذوری سے قبل کے ہیں۔

افتاء و تفقّہ

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت والا کو تفقہ فی الدین میں وہ عظیم مقام عطاء فرمایا جو لاکھوں کروڑوں علماء میں کسی خوش نصیب کو عطا ہوتا ہے، علوم درسیہ کی تکمیل اور فراغت کے بعد سے اخیر تک زندگی کا تمام وقت درس و تدریس اور دیگر دینی خدمات کے ساتھ تفقہ فی الدین اور فتویٰ نویسی میں ہی بسر ہوا، بصیرت و تیقظ اور فقہی مسائل کی تحقیق و تدقیق میں کمال درک مطالعہ کی کثرت و وسعت اور گہرائی و گیرائی علوم کا استحضار، رسوخ فی العلم اور رسوخ فی الدین کتاب و سنت، فقہ و اصولِ فقہ میں اختصاصی مہارت، اس کے ساتھ طبع سلیم فہم مستقیم، فطرت صحیحہ پھر قدیم و جدید علمی ذخیرہ پر اطلاع و واقفیت کے ساتھ اہل زمانہ کی طبائع سے بھی واقفیت عرف سے بھی باخبری جس کو فقہاء نے بھی اہمیت دی ہے، نیز تیسیر کے حدود کی نگہداشت اور عموم بلویٰ کی صحیح تعریف اور اس کے لحاظ سے فقہی شرائط سے آگاہی، اہل زمانہ کے عقود و معاملات اور تعلقات کی نوعیت، نوایجاد چیزوں کی شرعی حیثیت تغیرات زمانہ اور ان کے شرعی احکام سے واقفیت اور ان کے لحاظ سے حدود سے آگاہی، مقاصد شریعت اور حکمت تشریع کا علم جو استنباط مسائل کی روح اور قیاس و استحسان اور مصالح مرسلہ کی نگہبان و پاسبان ہے اور اس پر جذبۂ خدمت خلق اور کمال اخلاص وللّٰہیت، صلاح و تقویٰ، امانت و دیانت وہ آپ کا وصف ممتاز اور موہوب خداوندی ہے، جس نے آپ کو آپ کے تمام اقران و امثال میں ممتاز و مخصوص مقام پر لا کھڑا کر دیا، ہندوستان کے اسلامی علوم و فنون کے دو عظیم مرکز دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور ہر دو کے دارالافتاء کے مفتی اعظم ہوئے اور دیگر متعدد مدارس کے دارالافتاؤں کی سرپرستی اور مکمل رہبری و رہنمائی

کی سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔

سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے مفتیان کرام تیار ہوئے اور انھوں نے اپنے اپنے مقام پر پہلے سے قائم شدہ دارالافتاؤں کو سنبھالا یا نئے قائم کئے اور فتویٰ نویسی کے ذریعہ اشاعت دین اور مخلوق کی رہبری وہدایت میں مشغول ومصروف ہوئے۔

فقیہ الأمّت اور مفتی اعظم ہند کا خطاب

ادھر حضرت والا کے تحقیقی فتاویٰ کی متعدد مبسوط جلدیں شائع ہو کر علمی وفقہی اور تحقیقاتی دنیا میں حضرت والا کی جلالت شان اور کمال فقاہت کا لوہا منوا چکی ہیں، جس کی وجہ سے آج پوری علمی دنیا میں حضرت والا کو فقیہ الامت اور مفتی اعظم ہند کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت والا کے فتاویٰ پر اعتمادِ اکابر

حضرت والا قدس سرہٗ کے فتاویٰ پر اکابر کو اعتماد ابتداء ہی سے رہا، اسی کمال اعتماد کی بنا پر اکابر مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانیٔ تبلیغ ، حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم نور اللہ مراقدہم نے فتویٰ نویسی کے عظیم منصب پر مظاہر علوم میں تقرر فرمایا، اور جامع العلوم کانپور تشریف آوری کے بعد یہ تمام اکابر مظاہر علوم واپسی کے برابر کوشاں اور ساعی رہے۔

اور اسی کمال اعتماد کی بنا پر مرکز العلوم دار العلوم دیوبند کے دارالافتاء کی صدارت

اور مفتیٔ اعظم کے عظیم منصب کے لئے اکابر دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب صدر مفتی دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند نور اللہ مراقدہم اور دیگر اکابر شوریٰ دار العلوم دیوبند نے تقرر فرمایا اور انتہائی کوشش کے بعد جامع العلوم کانپور سے دار العلوم دیوبند بلالیا گیا، دیگر مفتیان کرام کی آراء اگر کسی مسئلہ میں مختلف ہوتیں تو حضرت والا کی رائے اور تحقیق ہی عام طور پر آخری رائے اور فیصلہ کن اور قابل اعتماد سمجھی جاتی۔

قطب عالم حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کو خود ذاتی طور پر کسی مسئلہ میں تحقیق کی ضرورت پیش آتی تو حضرت والا قدس سرہٗ کی طرف ہی رجوع فرماتے اور حضرت کے فتویٰ پر ہی کامل اعتماد فرماتے۔

﴿مظاہر علوم کے اہم فتاویٰ کے بارے میں تجویز﴾

اسی طرح حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے دار العلوم دیوبند قیام کے دوران حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے تجویز فرمایا کہ مظاہر علوم کے اہم فتاویٰ حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے مشورہ اور استصواب رائے بلکہ دستخط کے بغیر روانہ، نہ کئے جائیں۔

مولانا مفتی عبد العزیز صاحب مرحوم اور مفتی یحییٰ صاحب قدس سرہٗ کو حکم دیا کہ دونوں میں سے کوئی دیوبند جا کر حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے اہم فتاویٰ پر مشورہ اور دستخط کرایا کرے۔

حضرت مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب صدر مفتی مظاہر علوم تو حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے کانپور کے دوران بھی اہم فتاویٰ کے جوابات حضرت والا سے

استصواب رائے کے بغیر نہیں لکھتے تھے، ڈاک سے سوال لکھ کر دریافت فرماتے جواب آنے پر ہی اس کا جواب تحریر فرماتے۔ دارالعلوم قیام کے زمانہ میں حضرت اقدس قدس سرہٗ حسب معمول جمعرات کو مظاہر علوم تشریف لے جاتے تو حضرت مفتی یحییٰ صاحب قدس سرہٗ ہفتہ بھر کے اہم فتاویٰ جمع کر کے رکھتے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی مظاہر علوم تشریف آوری پر مشورہ کر کے ہی جوابات لکھتے۔

رائے کی پختگی

حضرت والا قدس سرہٗ جس مسئلہ میں دلائل کی روشنی میں جو رائے قائم فرماتے جب تک دلائل کی روشنی ہی میں اس رائے کا مرجوح یا کمزور ہونا معلوم نہ ہوجائے آپ اس پر قائم رہتے اور کسی عظیم شخصیت سے محض شخصیت کی بنا پر مرعوب نہ ہوتے، چنانچہ ایک دفعہ ایک مسئلہ دریافت کیا گیا اس کا جواب حضرت والا نے تحریر فرمایا، اسی مسئلہ کا جواب حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا جو حضرت والا کے جواب کے خلاف تھا اور وہ صورت کا اختلاف تھا، حضرتِ تھانوی قدس سرہٗ نے جو جواب تحریر فرمایا وہ دوسری صورت سے متعلق تھا، استفتاء میں جو صورت تھی اس سے مختلف وہ دوسری صورت تھی وہ جواب حضرت والا کے سامنے آیا۔ محض شخصیت سے مرعوب ہو کر حضرت نے اپنی تحقیق سے رجوع نہیں فرمایا بلکہ وضاحت فرمادی کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی نقل فرمودہ عبارات دوسری صورت سے متعلق ہیں، سوال میں جو صورت ہے وہ اس سے مختلف ہے، اس کا حکم وہی ہے جو یہاں سے تحریر کیا گیا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی رائے پر ضد اور ہٹ دھرمی بھی مطلقاً نہیں اپنے فتاویٰ اہل علم حضرات کو دکھاتے اور کوئی دلائل کی روشنی میں کوئی مشورہ دیتا اس کو بہت خندہ

پیشانی سے قبول فرماتے اور خوش ہوتے بلکہ احسان مند ہوتے اور اگر دلائل کی روشنی میں اپنے فتویٰ کا مرجوح ہونا معلوم ہوتا تو اس سے رجوع کرنے میں دریغ نہیں فرمایا بلکہ بلا تکلف اس سے رجوع فرمالیا اور اس کا صاف اعلان بھی فرمادیا اور باربار اس کو ظاہر فرماتے۔

اس وقت صرف ایک مسئلہ ذکر کرتا ہوں، حضرت والا نے شادی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کو مسنون قرار دیا تھا اور مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت سے استدلال فرمایا تھا، حضرت کو بتایا گیا کہ وہ روایت ضعیف ہے، قابل استدلال نہیں۔

حضرت والا نے اس کی تحقیق کی تو واقعی اس حدیث پر اس قسم کی جرح موجود و منقول پائی جس سے وہ حدیث قابل استدلال نہیں رہتی، حضرت والا نے فوراً پہلے فتویٰ سے رجوع فرمالیا اور اس کا اعلان فرمادیا اور اس کو رسالہ الریاض میں شائع کرنے کا حکم دیا۔

مسئلۂ تکفیر میں کمال احتیاط

تکفیر کا مسئلہ نہایت نازک اور اہم ہے، فقہاء کرام نے اس میں بڑی احتیاط کی ہے، حضرت مفتی صاحب بھی اس میں انتہائی محتاط تھے۔

کسی مسلمان کے بارے میں اگر ایسے الفاظ نقل کر کے جن سے بظاہر کفر لازم آتا ہو حکم دریافت کیا جاتا، حضرت والا حتی الامکان اس میں تاویل کی کوشش فرماتے اور بعید سے بعید بھی تاویل کی اگر گنجائش نکلتی تو تاویل کر کے اس کو کفر سے بچانے کی کوشش فرماتے۔

آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر مُکّا دکھانے والے کا حکم

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ فلاں صاحب منکر خدا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کو مکا دکھاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے، ایسا شخص ملحد و بے دین معلوم ہوتا ہے، حضرت نے تحریر فرمایا، وہ شخص منکر خدا نہیں، اگر منکر خدا ہوتا تو اللہ پاک کو مکا کیوں دکھاتا، اور مکا دکھا کر اقرار کرتا ہے کہ میں اس کا مکا دکھانے کے علاوہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

خدا کے نام کو تمباکو سے کڑوا بتانے کا حکم

ایک شخص نے دریافت کیا کہ ایک شخص دوکاندار کے پاس تمباکو لینے گیا اس نے تمباکو دکھایا، اس نے کہا اس سے اور زیادہ کڑوا دکھاؤ، دوکاندار نے کہا اس سے کڑوا خدا کا نام، اس کا کیا حکم ہے۔ وہ شخص مسلمان رہا یا کافر ہو گیا کہ خدا کے نام کو تمباکو سے زیادہ کڑوا بتاتا ہے، حضرت نے تحریر فرمایا، تمباکو میں کڑوا ہونا صفت کمال ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے لئے صفت کمال ثابت کر رہا ہے، لہٰذا اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ البتہ اس کو اس قسم کے الفاظ سے احتیاط کرنی چاہئے۔

جواہر لال نہرو سے متعلق شعر کی توجیہ

ایک دفعہ مشاعرہ ہوا اس میں کسی شاعر نے جواہر لال نہرو سے متعلق یہ شعر پڑھا۔

کشتیِ ہندوستان کے ناخدا پائندہ باد
اے جواہر لال نہرو تا قیامت زندہ باد

بعض طلبہ نے حضرت والا سے دریافت کیا کہ اس شعر میں شاعر نے کافر کو دعا دی ہے، حضرت والا نے ارشاد فرمایا:

''یہ دعا نہیں یہ تو بددعا ہے اس لئے کہ یہ قیامت تک زندہ رہنے کی دعاء ہے، اور حدیث شریف میں ہے کہ قیامت سے پہلے تمام مؤمنین کو اٹھا لیا جائے گا، خیار الناس باقی نہ رہیں گے، اشرار الناس باقی رہ جائیں گے، اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔''

کمال ذہانت وفطانت

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا کو تیزیِ ذہن اور حذاقت بھی کمال درجہ عطا فرمائی تھی، کوئی مسئلہ پیش آتا حضرت والا کا ذہن فوراً اس کی تہہ تک پہنچ جاتا اور اس کے تمام مالہ وما علیہ کو علیٰ وجہ البصیرت سمجھ جاتے۔ اس نوع کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

''شوہر اور بیٹے کو قتل کردیا گیا پھر شوہر کے بدن پر بیٹے کا سر اور بیٹے کے بدن پر شوہر کا سر جوڑ کر زندہ کردیا گیا اب وہ عورت کیا کرے۔''

ایک صاحب نے حضرت والا سے ایک عورت کی پریشانی ذکر کی کہ اس کے شوہر اور بیٹے کو کسی نے قتل کردیا، پھر کوئی فقیر ادھر سے گزرا، ان سے اس نے اپنی پریشانی ظاہر کی، فقیر نے دونوں نعشوں کو دیکھا اور کچھ پڑھا، اور بیٹے کے بدن پر شوہر کا سر رکھ کر اور شوہر کے بدن پر بیٹے کا سر رکھ کر قم باذن اللہ کہا، دونوں زندہ ہوگئے، اب وہ عورت پریشان ہے کہ کیا کرے وہ کس کی بیوی رہی، حضرت نے جواب ارشاد فرمایا، ''کسی کی بیوی نہیں رہی، شوہر کے مرتے ہی نکاح ختم ہوگیا۔''

اس نے کہا کہ ''کتاب میں دیکھ کر بتلایئے، یوں ہی نہ بتاؤ۔'' میں نے کہا'' ہدایہ جلد ۲ / صفحہ ۲۹۸ میں ہے النکاح ینتھی بالموت۔'' وہ خاموش ہوگیا۔

میں نے کہا کہ ''بس اتنا ہی کسی نے پڑھا کے بھیجا تھا، اب پوچھنا ہے تو یہ پوچھو کہ اب کون سے سے نکاح کرے۔'' اس نے کہا کہ ''یہی بتادو۔''

میں نے کہا'' ان میں سے کسی سے نہ کرے، کسی تیسرے شخص سے کرلے۔'' اس نے پوچھا'' کس سے کرے۔'' میں نے کہا کہ '' تجھ سے کر لے مجھ سے کر لے۔'' اس نے کہا کہ'' وہ تو اسی سے کرنا چاہتی ہے۔''

میں نے کہا'' ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ میں دونوں کا سر کاٹ کر اصلی جگہ لگادوں گا۔'' وہ ان کو نہ لا سکے۔ معلوم ہوا کہ یہ صورت گھڑ کر سوال کیا گیا تھا۔

ایک دفعہ چھتہ مسجد میں حضرت والا نے اعتکاف فرمایا، ۲۹ / رمضان کو چاند دیکھنے کے لئے فرمایا، کسی کو نظر نہیں آیا، ایک صاحب نے بیان کیا میں نے چاند دیکھا ہے، حضرت والا نے اس سے جرح فرمائی اور اس کی شہادت کو رد فرمادیا بعد میں معلوم ہوا کہ کہیں چاند ہوا نہیں۔ حضرت والا کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

''عید کا چاند اتنا زود ہضم نہیں''

''ارشاد فرمایا کہ ''میں ایک دفعہ مسجد چھتہ میں معتکف تھا، انتیسویں رمضان کو میں نے لوگوں سے کہا کہ'' چاند کو تلاش کریں۔'' لوگوں نے چاند کی تلاش کی، مکان کی چھتوں پر بھی جا کر دیکھا، مغرب کے بعد پھر میں نے کہا کہ'' اور تلاش کرو چاند کو۔'' ایک صاحب نے کہا کہ'' چاند تو ہوگیا۔'' میں نے پوچھا'' کس نے دیکھا۔'' انہوں نے کہا ''میں نے دیکھا۔''

میں نے دریافت کیا کہ ''نماز سے پہلے دیکھا یا بعد میں۔'' اس نے کہا ''پہلے۔'' میں نے کہا کہ ''ابھی کسی کو بتلایا تو نہیں۔'' کہنے لگے ''نہیں۔'' میں نے کہا ''عید کا چاند اتنا زود ہضم نہیں، کہ اس کو دیکھ خاموشی اختیار کرلی جائے کسی سے بتایا نہ جائے، جبکہ دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے مکان کی چھت پر چاند تلاش کررہے تھے اور انہوں نے کسی کو نہیں بتلایا خاموشی سے ساتھ آئے اور نماز پڑھ لی، اب کہتے ہیں کہ چاند ہوگیا۔ میں نے اسی واسطے ان کی شہادت رد کردی تھی۔ چنانچہ ان کے علاوہ کہیں بھی کسی نے شہادت نہیں دی چاند دیکھنے کی۔''

قرآن پاک کے کتاب اللہ ہونے پر اشکال و جواب

ارشاد:- ''ایٹہ میں ایک جگہ وعظ تجویز تھا، وعظ میں مردوں عورتوں کا مجمع تھا، وعظ کے بعد ایک شخص نے کہا، ''میری عورت سوالات کرنا چاہتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس وقت میں موجود نہ ہوں۔'' میں نے کہا ''آپ کو اختیار ہے کہ آپ موجود نہ رہیں، باقی میرے ساتھ میرے احباب ہوں گے، ان کی موجودگی میں پردے کے پیچھے سے وہ سوالات کرلیں۔'' اس کو انہوں نے منظور کرلیا۔ وقت تجویز ہوگیا، چند احباب میرے ساتھ ساتھ رہے، ان کی اہلیہ نے پس پردہ سے سوالات کیے۔

سوال:- ''میں نے یہ سوال فلاں فلاں عالم سے کیا کوئی مجھے مطمئن نہ کرسکا۔ قرآن پاک میں باتیں تو سب صحیح ہیں، مگر میرا خیال ہے کہ قرآن آسمانی کتاب نہیں، بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو امت کے لئے مفید جانا ان کو جمع کردیا اور چونکہ لوگوں کا ماننا اس کے بغیر دشوار تھا، اس لئے لوگوں کے اطمینان کے لئے کہہ دیا کہ قرآن آسمانی کتاب ہے، اللہ نے نازل فرمائی ہے۔''

میں نے کہا "بس کیجئے، میں پہنچ گیا جہاں پر آپ ہیں۔ اب میری بات کا جواب دیجئے، آپ نے سیرت پاک کا مطالعہ کیا ہے یا نہیں کیا۔" کہا "خوب مطالعہ کیا ہے، اردو میں بھی، انگلش میں بھی۔"

میں نے کہا "یہ آفت وہیں سے آئی ہے۔" میں نے پوچھا "سیرت میں دو وصف حضور ﷺ کے آپ نے پائے، ایک دیانت اعلیٰ درجہ کی، ایک ذہانت اعلیٰ درجہ کی۔" کہا "ہاں تھے دونوں وصف۔" میں نے کہا "بس جواب ہو گیا۔" اس نے کہا کہ "اس کو واضح کیجئے، میں سمجھی نہیں۔" میں نے کہا "جو کتاب آسمان سے نازل نہیں ہوئی اس کو یہ کہنا آسمان سے نازل ہوئی خدا نے اتاری، یہ دیانت کے خلاف ہے، دیانت دار آدمی کبھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا، پھر قوم کو غلط بات کہہ کر اگر کسی وقت مطمئن کر دیا جائے تو آئندہ چل کر اس کی غلطی واضح ہوگی جھوٹ کا پردہ چاک ہوگا جس قدر اطمینان دلایا تھا وہ سب ختم ہو کر بے اعتماد ہو جائے گا، جتنا فائدہ ہوا سب ختم ہو جائے گا۔ اس انجام کو نہ سوچنا خلاف ذہانت ہے، ذہین آدمی کبھی ایسا کام نہیں کرتا وہ ذہین بھی ایسا جو بے نظیر ہو سارے عالم کا مقتدا ہو۔" اس نے کہا کہ "اب آپ خاموش ہو جاویں، میں پہنچ گئی جہاں آپ مجھے پہنچانا چاہ رہے ہیں، اس کے بعد اور کوئی سوال نہیں کیا بلکہ کہا "مجھے پورا اطمینان ہو گیا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت

:- بیداری کی زیارت سے زیادہ قوی ہے :-

ارشاد:- ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے بہت جگہ خطوط لکھے، بہت سے علماء سے دریافت کیا کہ "ایک بات بتایئے، ایک شخص وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی زیارت خواب میں کرتا ہے، ایک شخص وہ ہے جو بیداری میں زیارت کرتا ہے، ان میں سے کون سی زیارت قوی ہے۔"

اپنے اپنے ذوق کے مطابق سب نے جوابات دیئے، میں حاضر ہوا مجھ سے فرمایا میں نے کہا "حضرت خواب کی زیارت زیادہ قوی ہے بہ نسبت بیداری کے۔" فرمایا "کیوں؟"

میں نے کہا "اس کی ذمہ داری لی گئی ہے اِنّ الشیطٰن لایتمثل بی من رأنی فقد رأنی یہ ذمہ داری لی گئی، ضمانت ہے کہ جس نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے حضور اکرم ﷺ کو ہی دیکھا۔" اس پر حضرت نے شیخ نے فرمایا "کیا بیداری کی حالت میں شیطان کو قدرت ہے حضور اکرم ﷺ کی صورت بنا لینے کی۔"

میں نے کہا "شیطان کو تو اس پر بھی قدرت نہیں، البتہ قوت متخیلہ ایک صورت گھڑ سکتی ہے، یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے، اور خواب میں اس احتمال کو قطع کر دیا گیا۔"

﴿ایک طالب علم امام کا قول﴾

"میں مسلمان نہیں تھا اپنی نمازیں لوٹا لو"

ارشاد:- دیوبند میں ایک طالب علم محلّہ کی ایک مسجد میں رہتا تھا، فارغ ہو کر چلا گیا، جانے کے بعد اس نے وہاں سے محلّہ والوں کو خط لکھا کہ "میں مسلمان نہیں تھا تم لوگوں نے میرے پیچھے جو نمازیں پڑھیں ہیں ان کا اعادہ کرلیں۔" اس بیچارے نے یہاں تک لحاظ کیا کہ مقتدیوں کی نماز خراب نہ ہو جائے۔

محلّہ کے لوگ مسئلہ پوچھنے کے لئے آئے ہم نے کہا "کسی نماز کا اعادہ نہیں، اس

بد بخت کا قول معتبر نہیں، اس لئے کہ کافر کا قول معتبر نہیں کہ میں مسلمان نہیں تھا، اس لئے کسی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں اس نے جو کیا خود بھگتے گا۔''

جماعت اسلامی اور اسلامی جماعت میں فرق

ایک شخص نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا ''میرا تعلق جماعت اسلامی سے ہے۔'' حضرت والا نے فرمایا ''میرا تعلق اسلامی جماعت سے ہے۔'' اس نے کہا 'اس میں کیا فرق ہے۔'' حضرت والا نے فرمایا '' آپ لوگوں پر جماعت غالب ہے، اسلام تابع ہے۔ ہم پر اسلام غالب ہے، جماعت تابع ہے۔''

فتویٰ نویسی سے متعلق چند عادات مبارکہ

(۱) حضرت والا کی خدمت میں جب ڈاک پیش کی جاتی تو اولاً اس کو سرسری نظر سے ملاحظہ فرماتے اور دیکھتے کون استفتاء ہے، کون ذاتی ہے، ہر ایک کو الگ الگ فرماتے اور نشان کے لئے استفتاء پر ف بنا دیتے اور جواب لکھ کر ف کے نیچے م بنا دیتے۔ ''ف'' سے اشارہ فتویٰ کی طرف اور ''م'' سے محمود کی طرف اشارہ ہے۔ پلاسٹک کے دو تھیلے حضرت کے پاس ہوتے، ایک میں ذاتی خطوط رکھتے ایک میں فتاویٰ، اور چمڑہ کا ایک تھیلا رہتا اس میں یہ دونوں تھیلے ہوتے جہاں موقع ملا تھیلے سے ڈاک نکالی اور جوابات لکھنا شروع فرمادیتے۔ سفر میں بھی یہ تھیلا ساتھ رہتا، بس میں، ریل میں قیام گاہ پر جہاں موقع ملتا ڈاک شروع ہو جاتی، جن کے جوابات لکھے جا چکے ہوتے ان خطوط کو بے جواب لکھے ہوؤں سے الگ رکھتے۔

(۲) اولاً استفتاء کے جوابات لکھتے بعد میں ذاتی ڈاک البتہ اگر کوئی استفتاء

تفصیل طلب ہوتا اور اس کے لئے مراجعت کتب کی ضرورت ہوتی اور اس وقت اس کا موقع نہ ہوتا یا انشراح نہ ہوتا تو ذاتی ڈاک پہلے لکھ دیتے۔

(۳) جب تک مکمل انشراح نہ ہوتا استفتاء کا جواب نہ لکھتے خواہ کتنی ہی مراجعت کتب کرنا پڑے۔

(۴) عموماً جوابات مختصر لکھتے مگر تحقیقی اور خیر الکلام ماقلّ و دلّ کے مطابق البتہ کسی مسئلہ میں تفصیل مطلوب ہوتی تو پھر تفصیل سے بھی گریز نہ فرماتے حتیٰ کہ بعض فتاویٰ نے مستقل رسالہ کی شکل اختیار کر لی۔

(۵) عبارت صاف اور عام فہم لکھتے جس سے سائل کو الجھن اور پریشانی نہ ہو، خود خط بھی حضرت والا کا بہت صاف ہوتا۔

(۶) جوابات لکھنے میں ترتیب کا لحاظ فرماتے جس ترتیب سے خطوط آتے اسی ترتیب سے جوابات تحریر فرماتے الاّ یہ کہ کسی کا فوری طور پر تقاضا ہوتا تو اس کی ضرورت اور اہمیت کی بنا پر اسکا جواب پہلے تحریر فرما دیتے۔

(۷) عموماً یہ کوشش فرماتے کہ ہر روز کی ڈاک ہر روز نمٹ جائے جب تک ڈاک پوری نہ ہوتی برابر فکر مند رہتے، حتی کہ ایک دفعہ مظاہر علوم میں حضرت ناظم صاحبؒ نے فرمایا کل سفر میں جانا ہے ڈاک کافی جمع تھی پوری رات لکھ کر اس کو نمٹایا پھر علی الصباح سفر میں تشریف لے گئے۔

(۸) محض قواعد و اصول کو سامنے رکھ کر حضرت والا جواب لکھنے کو کافی نہ سمجھتے بلکہ ہر مسئلہ کے لئے فقہاء کی عبارات میں جزئیہ صریحہ تلاش فرماتے خواہ کتنی بھی محنت کرنا پڑے، بعض دفعہ کسی جزئیہ کی تلاش میں بیسیوں بلکہ بعض دفعہ پچاسوں کتب کی ورق گردانی

کرنی پڑتی اور اس کے لئے راتوں کو جاگنا پڑتا، مگر کبھی ہمت نہ ہارتے اور جزئیہ مل جائے پر وہ مسرت محسوس فرماتے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت کی لذت ومسرت بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور جب تک جزئیہ نہ ملتا برابر فکر مند رہتے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ ایک جزئیہ کی تلاش میں کئی روز ہوگئے، برابر کتابیں دیکھتے رہے مگر کامیابی نہ ہوسکی اسی فکر اور بے چینی میں دوپہر کو سوگئے، سوکر اٹھے تو دیکھا کہ ایک آنکھ کا پردہ پھٹ گیا ہے، ڈاکٹروں کو دکھایا گیا، ڈاکٹر نے بتایا آنکھ پر کوئی بوجھ پڑا ہے جس سے پردہ پھٹ گیا، اس سے کہا گیا بوجھ تو کوئی نہیں پڑا، ڈاکٹر صاحب نے بتایا بوجھ کسی فکر اور سوچ کا بھی ہوتا ہے، وہی بوجھ پڑا ہے جس سے پردہ پھٹ گیا ہے۔

یہی وہ محنت اور جفاکشی تھی کہ جب آنکھیں جاتی رہیں ایک آنکھ کا پردہ پھٹ گیا، ایک میں موتیا اتر آیا (گو بعد میں موتیا کا آپریشن ہوکر کامیابی ہوگئی)۔

ارشاد فرمایا "الحمدللہ یہ حسرت نہیں رہی کہ آنکھوں سے کام نہیں لیا، الحمدللہ خوب کام لیا۔

(۹) کسی استفتاء کا جواب لکھتے ہوئے کسی دوسری جانب متوجہ ہونا ناپسند فرماتے اس حالت میں کوئی اپنی جانب سلام، مصافحہ میں مشغول کرنا چاہتا وہ بھی ناگوار خاطر ہوتا۔

(۱۰) آپ کو فتاویٰ سے عشق کے درجہ کا تعلق تھا کہ اس کو زندگی کا بڑا مقصد تصور فرماتے اور اسی انہماک ومشغولی میں خوش ہوتے اور اسمیں جان تک چلے جانے کی پروانہ کرتے، چنانچہ ایک دفعہ سخت زلزلہ آیا حضرت والا ایک فتویٰ لکھنے میں مشغول تھے، زلزلہ کے سہم سے سب حضرات دارالافتاء سے باہر نکل آئے کہ کہیں یہ عمارت نہ گرجائے، مگر

حضرت والا کو دیکھا گیا کہ برابر بیٹھے ہوئے اطمینان سے جواب لکھنے میں مشغول ہیں، بعد میں حضرت والا سے پوچھا گیا کہ آپ باہر کیوں نہیں نکلے۔ ''فرمایا کہ مجھے فکر ہوا کہ کہیں فتویٰ درمیان میں نہ رہ جائے، اس لئے سوچا کہ فتویٰ تو پورا کرلوں۔''

(۱۱) حضرت والا اس کا بھی اہتمام فرماتے کہ حضرت والا کا تحریر فرمودہ جواب دوسرے حضرات بھی ملاحظہ فرمالیں، حتیٰ کہ اپنے تلامذہ بھی حاضر ہوتے تو ان کو بھی بتاکید دیکھنے کو فرماتے اور اگر کوئی کچھ مشورہ دیتا تو اس کو بہت غور سے خوش ہوکر سنتے اگر معقول بات ہوتی تو تسلیم فرمالیتے ورنہ خوبصورتی کے ساتھ اس کو سمجھا دیتے۔

(۱۲) آپ اس کا بھی اہتمام فرماتے کہ فتاویٰ لکھنے کے بعد جلد روانہ کئے جائیں، اس لئے محرر کو تاکید فرماتے کہ رجسٹر میں جلد نقل کر کے ڈاک میں ڈال دے اگر نقل لکھنے میں تاخیر ہوتی یا سستی کی بنا پر ڈاک میں ڈالنے میں تاخیر ہو جاتی تو حضرت والا کو سخت ناگوار گزرتا اور خوبصورتی کے ساتھ مناسب طریقہ پر اس پر تنبیہ فرماتے۔ ایک دفعہ ایک طالب علم ایک خط کسی کتاب میں رکھ کر بھول گیا، اور کئی روز بعد وہ خط ملا حضرت کی ناراضگی کے خیال سے چپکے سے وہ خط حضرت کے خطوط میں رکھ کر آ گیا، حضرت نے جب اس کو دیکھا تو سخت ناراض ہوئے، یہ حرکت کس نے کی ہے، یہ خط چھپائے رکھا اور سب طلبہ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ خط لکھنے والا کیا معلوم کیا ضروری بات لکھتا ہے اور اس کے جواب کا منتظر رہتا ہے، یہ سب غلط حرکت ہے، آئندہ پھر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ اس سلسلہ میں کوتاہی کریں۔ ایسے ہی ایک دفعہ کسی طالب علم سے کوئی استفتاء گم ہو گیا، حضرت نے تلاش کرایا نہیں ملا، حضرت کو بہت فکر ہوا ڈاک رجسٹر بھی منگایا اور اس میں تمام ڈاک کو دیکھا اور اس کی مدد سے معلوم کیا کہ فلاں خط کا جواب نہیں دیا گیا، رجسٹر سے مستفتی کا پتہ دیکھ کر خط

لکھا کہ آپ کا استفتاء گم ہو گیا لہٰذا دوبارہ استفتاء بھیج دیں اس کے بعد جواب لکھ کر ارسال فرمایا تب حضرت کو اطمینان ہوا۔

(۱۳) آپ محرر کو بھی تاکید کرتے کہ رجسٹر میں صاف و مکمل نقل کریں بعض صاحبان رجسٹر میں صرف خلاصہ نقل کر دیتے، حضرت والا قدس سرہٗ کو اس سے سخت تکلیف ہوتی۔

(۱۴) حضرت والا کی خواہش ہوتی کہ دارالافتاء سے کسی مفتی کا جواب دوسرے مفتی کے خلاف نہ چلا جائے، اس لئے کوشش فرماتے کہ ہر مفتی کا جواب ہر مفتی کی نظر سے گزر جائے اور کسی کو کوئی اشکال ہو تو اس کو سمجھ لیا جائے یا اس کی اصلاح کر دی جائے۔

(۱۵) حضرت اس کی بھی کوشش فرماتے کہ پورے عملہ میں اتفاق، باہم قلبی تعلق ہو اس کے لئے آپ روزانہ چائے منگواتے اور سب کو بلوا کر چائے پلاتے تاکہ اس بہانہ سب جمع ہو جائیں اور باہم گفتگو ہو جائے کسی کو کسی سے رنجش ہو وہ بھی دور ہو جائے، تھوڑی دیر ہنسی خوشی گفتگو ہو کر یہ مجلس ختم ہو جاتی اور اس کے اچھے اثرات قائم ہوتے۔

(۱۶) ایک خصوصی کمال یہ ہے کہ باوجودیکہ حضرت والا کے تحریر فرمودہ فتاویٰ بڑے جامع اور استدلالی ہوتے ہیں کہ کہیں کوئی کیسا ہی نازک جزئیہ یا اہم مسئلہ پیش آ جائے اس کا اتنی شائستگی و عمدگی کے ساتھ مختصر اور جچے تلے الفاظ میں جواب تحریر فرماتے کہ پڑھنے والا اور دیکھنے والا آپ کے تبحر علمی، فقہی دسترس اور علم و مطالعہ کی کثرت و وسعت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہتا، مگر اس کے باوجود وصف تواضع و فروتنی اور اپنی شرعی ذمہ داری کے احساس کا یہ عالم ہے کہ جس مسئلہ کی پوری تحقیق مستحضر نہیں ہوتی اس کے متعلق برملا مجمع میں کہہ دیتے کہ مجھے اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق نہیں مجھے اس کا علم نہیں اور اس

میں آپ کو ذرہ برابر حجاب نہ ہوتا اور اہل علم حضرات کی شان یہی ہوتی ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک نقل کیا گیا ہے۔

اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ یَقُوْلَ لِمَالَمْ یَعْلَمْ لَا اَعْلَمْ (الحدیث)

بے شک علم (کی نشانی میں) سے یہ ہے کہ نہ جانی ہوئی چیز کے بارے میں کہہ دے میں نہیں جانتا۔

دوسرے مفتی صاحب کے فتویٰ کی تصدیق

(۱۷) کسی دوسرے مفتی صاحب کا تحریر فرمودہ فتویٰ برائے تصدیق لایا جاتا جب تک اس پر پورا اطمینان نہ ہو جاتا ہرگز دستخط نہ فرماتے، اطمینان ہونے پر تصدیق فرمانے سے کوئی اعراض بھی نہ فرماتے، حضرت اقدس مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم ناظم دار الافتاء دار العلوم دیوبند نے ایک دفعہ ایک استفتاء کا جواب تحریر فرما کر حضرت والا قدس سرہٗ کے پاس تصدیق کے لئے ارسال فرمایا، حضرت والا کو اطمینان نہ ہوا تو نہایت ہی ادب کے ساتھ عاجزانہ طریقہ پر معذرت فرمائی جو دوسرے مفتیان کرام کے لئے بہترین نمونہ ہے، ایسی صورتیں کتنی مرتبہ پیش آئی ہوں گی، مگر ایک تحریر محفوظ رہ گئی، حضرت اقدس مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم کا مکتوب گرامی جو فتویٰ کے ساتھ ارسال فرمایا تھا اور حضرت والا قدس سرہٗ کا معذرت نامہ ہر دو ہدیۂ ناظرین میں ملاحظہ فرمائیں۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

حضرت المخدوم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب استفتاء اپنی بساط کے مطابق لکھ کر مرسل ہے، اگر اس

میں سقم ہو تو نشاندہی فرمادیں، احقر کے لئے باعث خوش نصیبی ہوگی۔

فقط والسلام

بندہ نظام الدین

۱۴۰۶/۵/۲۴ھ

﴿جواب حضرت اقدس قدس سرہٗ﴾

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

شمس برج سماء تحقیق حضرت اقدس لازالت السموات والارض مستنیرۃ بضیاء علومکم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تحقیقی فتویٰ کا مطالعہ کیا یہ ناکارہ سماویات سے مناسبت نہیں رکھتا ان علوم میں دسترس نہیں ہے، لہٰذا سمجھنے سے قاصر رہا، بے سمجھے دستخط کرنے کو جناب والا بھی ناسمجھی ہی قرار دیں گے جو کہ فتویٰ کے لئے باعث زین نہیں بلکہ موجب شین ہے۔

فقط والسلام، خاکی نزاد تراب الاقدام

احقر محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

﴿تمرین فتاویٰ﴾

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں جو طلباء شعبۂ افتاء میں داخل ہوتے ان کو مشق و تمرین فتاویٰ کے لئے مفتیان کرام میں تقسیم کردیا جاتا اور ان کی مختلف جماعتیں بنادی جاتیں، ان کے اسباق مختلف مفتیان کرام کے پاس رکھے جاتے، ہر سبق میں تمام طلباء

شریک ہوتے، مگر فتویٰ نویسی کی مشق ہر جماعت الگ الگ مفتی صاحب کے پاس کرتی۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے پاس عموماً "رسم المفتی"، "الاشباہ والنظائر" ہوتی اور کبھی قواعد الفقہ بھی ہوتی، حضرت والا سبق میں مختصر تقریر فرماتے مگر اس طرح کہ کتاب کا مطلب پورے طور پر سمجھ میں آجائے، ہر مسئلہ کو کچھ مثالوں سے ضرور سمجھاتے جن سے طلبہ کو فن سے پوری مناسبت ہوجاتی، درمیان میں کوئی لطیفہ بھی سنا دیتے جس سے طلبہ اکتاویں نہیں اور موقع کی مناسبت سے اشعار بھی سناتے، تمرین فتاویٰ کے لئے طلبہ کو سوالات لکھوا دیتے اور ان کو تاکید فرماتے کہ ان کے جوابات لکھ کر لائیں، طلبہ کو ان سوالات کے جوابات کے لئے کتابوں کی رہنمائی بھی فرما دیتے کہ فلاں فلاں کتاب دیکھیں۔ پھر ان کے جوابات بغور ملاحظہ فرماتے، ضروری مشورہ دیتے، اصلاح فرماتے، حوصلہ افزائی فرماتے جس سے خوب محنت کرنے کا جذبہ وشوق پیدا ہوتا۔ کتابیں مطالعہ کے لئے عنایت فرماتے، جن طلبہ کو ہونہار دیکھتے ان کے لئے فتاویٰ سے متعلق کتب شامی وغیرہ خرید کر عنایت فرماتے اور درمیانی سال میں بھی کچھ ضروری کتابیں سب طلبہ کو تقسیم فرماتے، اس تقسیم کتب کی سال کے اندر کئی کئی بار نوبت آتی ان کی ضروریات کا بھی پورا خیال فرماتے، کسی کا کھانا نہ ہوتا اس کے کھانے کا انتظام فرماتے، رہائش کا انتظام نہ ہوتا اس کی رہائش کا انتظام فرماتے (خاص طور پر ان طلبہ کے لئے جو مدرسہ میں باقاعدہ داخل نہ ہوتے اور حضرت والا سے فتویٰ نویسی کی مشق کے لئے حاضر ہوتے) ایک دو کمرہ کرایہ پر لے لیتے اور اس قسم کے طلبہ کو ان میں رکھتے، کوئی غریب طالب علم بیمار ہوتا اس کے علاج کے لئے پیسے عنایت فرما دیتے، خود طلبہ بھی حضرت والا کی ان شفقتوں، عنایتوں کی بنا پر حضرت والا سے ایسے بے تکلف اور مانوس ہوجاتے کہ جب دل چاہتا حضرت والا سے مٹھائی کا مطالبہ

کرتے اور حضرت والا ان کا مطالبہ پورا کرتے اور مٹھائی منگوا کر کھلاتے، اور بے تکلف ہو پوچھنا چاہتے پوچھتے، کچھ حجاب محسوس نہ کرتے اور اپنے ذاتی معاملات میں بھی بے تکلف مشورہ کرتے بلکہ اپنی پوشیدہ باتیں جن کو بے تکلف دوستوں سے بتاتے بھی شرماتے ہیں، حضرت والا سے ایسے مانوس ہوجاتے اور حضرت والا کو اپنا ایسا مخلص و شفیق اور مہربان سمجھتے کہ بے تکلف اپنی راز کی باتیں بھی بتا کر مشورہ کرتے اور حضرت والا پوری خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دیتے اور ان کی پوری رہنمائی فرماتے۔

تمرین و مشق فتاویٰ کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت و اصلاح کی بھی پوری فکر فرماتے کسی بزرگ سے بیعت ہونے کی طرف متوجہ فرماتے جو حضرت سے بیعت کی درخواست کرتے استخارہ مسنونہ کا حکم فرماتے، پھر بھی ان کا اصرار ہوتا تو بیعت فرما لیتے اور ان کے لئے اذکار واشغال ان کے حسب حال تجویز فرمادیتے، اس طرح ان کو ذکر و شغل سے بھی مناسبت پیدا ہوجاتی کہ پھر بعد فراغت اس کو مزید بڑھاتے۔

سال کے اخیر میں طلبہ کا امتحان ہوتا ہے حضرت والا کی خواہش تھی کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں امتحان ہوتا کہ رمضان اور رویت ہلال سے متعلق مسائل سے بھی مناسبت اور واقفیت ہوجائے، اس کو تجویز بھی کردیا گیا تھا مگر اس پر عمل کی نوبت بھی نہیں آئی تھی کہ پھر شعبان ہی میں امتحان کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ مگر اب ایک سال کے بجائے دو سال تمرین فتاویٰ کے لئے تجویز کردیئے گئے۔

امتحان سے فراغت پر دارالعلوم کی طرف سے طلبہ کو افتاء کی سند بھی دی جاتی، حضرت والا بھی اس پر دستخط فرماتے اپنی خصوصی سند دینے کا حضرت والا کا دستور نہیں رہا، اور سند کا زیادہ شوق بھی حضرت والا کو پسند نہیں تھا، جس طالب علم میں سند کا شوق دیکھتے اس

کو حضرت تھانویؒ کا قصہ سناتے کہ جب مدرسہ والوں نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو سند دینے اور دستار بندی کا ارادہ فرمایا تو ان حضرات نے درخواست دی کہ ہم نے سنا ہے کہ ارباب مدرسہ ہم کو سند دینا اور دستار بندی کرنا چاہتے ہیں، ایسا ہرگز نہ کیا جائے چونکہ اس سے دارالعلوم بدنام ہوجائے گا کہ ایسے نااہلوں کو سند دی اور ان کی دستار بندی کی، ہم ہرگز اس کے اہل نہیں۔

کوئی حضرت والا سے سند کی درخواست کرتا تو اس کو بھی یہی ارشاد فرماتے، میرے پاس سند کا کوئی پرزہ بھی نہیں، کسی نے آج تک پوچھا بھی نہیں کہ تیرے پاس سند ہے یا نہیں، پوری زندگی بلا سند ہی گزر گئی۔

فراغت کے بعد جب طلبہ اپنے وطن واپس جاتے ان کو معمولات کی پابندی اور درس وتدریس شروع کرنے کی تاکید فرماتے، بعض خواص کے لئے خود سے جگہ تجویز فرما کر وہاں بھیج دیتے، بقیہ کے لئے بھی برابر فکر فرماتے اور آنے جانے والوں سے حالات دریافت فرماتے رہتے، بعض مدرسہ والوں کو از خود بھی متوجہ فرماتے کہ فلاں کو اپنے یہاں رکھ لو، اگر مدرسہ کی جگہ خالی نہ ہوتی تو فرماتے کہ بلا تنخواہ ہی فلاں کو رکھ لو اور دو چار کتابیں اس کو دے دو تاکہ ابتدائی کتابیں نکل جائیں اور کتابوں سے کچھ مناسبت ہوجائے، ان کو دوسری جگہ بھیجنا ہے، اس کے بعد پھر کسی دوسری جگہ کے لئے تجویز فرما کر بھیج دیتے، جو طلبہ کسی جگہ کام شروع کرتے ان کی بھی پوری خبر گیری رکھتے مفید مشوروں سے نوازتے رہتے اور کتابوں کی ضرورت ہوتی تو بڑی بڑی قیمتی کتب خرید کر عنایت فرماتے۔

جو طلباء فارغ ہو کر یکسو اور بے تعلق ہوجاتے ان کے احوال بھی جاننے والوں سے دریافت فرماتے اور ان کے لئے بھی برابر فکر مند رہتے اور رابطہ قائم کرنے کی

تدبیر وکوشش فرماتے، کوئی اصلاحِ احوال کی طرف متوجہ ہوتا تو بہت خوش ہوتے گویا کہ [illegible] متاعِ عزیز ہاتھ آگئی اور بہت شفقت ونرمی کے ساتھ اس کی اصلاح وتربیت فرماتے کہ شاید [illegible] ومہربان والدین بھی اپنے بچوں کی خیرخواہی واصلاح کے لئے وہ شفقت ومہربانی نہیں کرسکتے۔

ایک طالب علم جو حضرت قدس سرہٗ سے اصلاحی تعلق رکھتا تھا فراغت کے بعد بالکل بے تعلق ہوگیا، ایک عرصہ بعد اس کو خیال آیا اور ایک کارڈ اپنی خیریت کا حضرت قدس سرہٗ کو لکھا، حضرت قدس سرہٗ نے اس کا جواب عنایت فرمایا اور ایک شعر بھی شروع میں تحریر فرمایا:۔

بہت مدت میں لائے ہو تشریف
خوش تو ہیں آپ کے مزاج شریف

بس یہ خط ہی اس کے لئے کشش کا ذریعہ بن گیا اس کے بعد اس نے آنا جانا شروع کیا اور اپنی اصلاح کی طرف بھی توجہ کی، بالآخر اس کے ذریعہ بہت سی دینی خدمات انجام پائیں اور انجام پارہی ہیں۔ اس نوع کی کتنی مثالیں ہیں۔

﴿فقہ وفتاویٰ میں مناسبت پیدا ہونے کی تدبیر﴾

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ فتویٰ کی مشق کرنے والے طلبہ میں فقہ وفتاویٰ سے مناسبت پیدا ہوجائے، ان کو ترغیب دیتے رہنمائی فرماتے، ترغیب کے لئے کوئی مسئلہ بیان فرماتے ہوئے کتابیں کھول کر دکھاتے اور ضعف کے باوجود کوئی سستی نہ کرتے فوراً کتاب اٹھا کر لاتے اور مسئلہ نکال کر دکھاتے، بعض مرتبہ متعدد بار اس کی نوبت آتی۔

فقہ میں مناسبت اور مہارت پیدا ہونے کے لئے بدائع الصنائع، شامی، فتح القدیر، زیلعی شرح کنز کے مطالعہ کی تاکید فرماتے اور فرمایا کرتے۔

اصول اور لِم کے لئے بدائع الصنائع، جزئیات کے لئے شامی، تعارض ادلہ کے لئے فتح القدیر، اور استدلال بالحدیث کے لئے زیلعی کا مطالعہ بہت مفید ہے، تفسیر میں مہارت ومناسبت کے لئے تفسیر مظہری، تفسیر عزیزی، تفسیر روح المعانی، احکام القرآن للجصاص اور تفسیر کبیر للامام رازی کی تاکید فرماتے۔

فرق باطلہ کی تردید کے لئے طلباء کی تیاری

فرق باطلہ کی تردید وبیخ کنی حضرت والا قدس سرہٗ کی زندگی کا اہم مشغلہ رہا ہے، جس کی تفصیل مستقل عنوان کے تحت آئے گی، انشاء اللہ، حضرت والا طلباء کو بھی اس کی طرف توجہ دلاتے اور ان کی ذہن سازی فرماتے، فرق باطلہ کے ساتھ اپنی گفتگو اور مکالمات بڑی دل چسپی کے ساتھ تفصیل سے سناتے اپنے اور دیگر اکابر علماء حق کے مناظروں کے واقعات وحالات بھی تفصیل سے سناتے، متعلقہ کتب کی طرف رہنمائی فرماتے، جو طلباء باذوق اور ذہین ہوتے ہیں ان پر خاص توجہ فرماتے جس کی وجہ سے طلبہ میں فرق باطلہ کی تردید وبیخ کنی کا خاص ذوق ومزاج پیدا ہو جاتا اور اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ کر دیگر مشاغل کے ساتھ اس نوع کے فتنوں کی سرکوبی سے بھی غفلت نہ کرتے، چنانچہ آج کثیر تعداد ان اصحاب افتاء کی ملک وبیرون ملک میں موجود ہے جنھوں نے حضرت قدس سرہٗ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور حضرت سے فتویٰ نویسی کی تمرین ومشق کی اور اب وہ فقہ وفتاویٰ کی بھی خدمات انجام دے رہے ہیں، بلکہ خود دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، شاہی مراد آباد، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامعہ رحمانیہ ہتورہ باندہ، اور ملک کے دیگر بڑے

مدارس میں اور غیر ممالک میں بھی متعدد مدارس میں مسند افتاء کو زینت بخشنے والے عموماً حضرت والا قدس سرہٗ کے تلامیذ و مسترشدین ہی نظر آتے ہیں، ان اصحاب افتاء کی بھی خاصی تعداد ہے، جنہوں نے افتاء کی تمرین و مشق تو حضرت قدس سرہٗ سے نہیں کی البتہ استفادہ کیا اور حضرت والا نے ان کی سرپرستی اور رہنمائی فرمائی، مشوروں سے نوازا اور انہوں نے فقہ و فتاویٰ کی عظیم خدمات انجام دیں یا انجام دے رہے ہیں۔

شعری وادبی ذوق

فقیہ الامت قدس سرہٗ نے فن شعر و سخن گوئی کو باقاعدہ کسی استاد سے پڑھا نہیں فارسی پڑھتے ہوئے استاد محترم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کیمل پوری استاد مظاہر علوم نے توجہ دلائی کہ تم کو شعر پڑھنا نہیں آتا اس وقت فن عروض کے دو تین رسالے استاد کی مدد کے بغیر دیکھے اور ہر ہر بحر میں کچھ اشعار کہے۔

مگر اللہ پاک نے شعر و شاعری کا وہ ذوق لطیف عطا فرمایا کہ درس فقہ وحدیث وفتویٰ نویسی، رشد و ہدایت، سالکین کی تربیت و تزکیہ جیسے خالص علمی دینی ماحول میں جس کا تصور بھی مشکل ہے طبیعت ایسی موزوں کہ عروض کے اوزان ہر وقت ذہن میں حاضر، کوئی شعر پڑھتے یا سنتے فوراً اس کو اوزان پر پرکھتے۔

اللہ پاک نے شعر گوئی کا وہ صحیح اور اعلیٰ ظرف وستھرا لطیف ذوق عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے کبھی کبھی پیکر اشعار میں سلوک و معرفت اور حمد و نعت کے لطیف و عمیق جذبات کا اظہار فرماتے اور اشعار میں لطافت و پاکیزگی اور فن شعر کے صنائع و بدائع اور لطائف کی کمال رعایت کے ساتھ ساتھ یہ ندرت ہوتی کہ اشعار میں آیات قرآنیہ وآحادیث نبویہ، اور مسائل فقہیہ کی طرف اشارات ہوتے جس کی وجہ سے ہر شعر آبدار موتی کی طرح صاف

وشفاف اور علوم ومعارف اور اسرار ورموز کا معدن ومرکز نظر آتا اور ''دریا بکوزہ''، ''سمندر بہ حباب'' کا مصداق، اسی وجہ سے اردو اشعار کے لئے بھی شرح کے ذریعہ نقاب کشائی کی کوشش کی گئی ہے مگر پھر بھی ان کے محاسن کا بدرجۂ کمال کما حقہ اظہار نہ ہوسکا جتنا پڑھتے ہیں اتنا ہی لطائف حسن سامنے آ آکر دعوت نظارہ دیتے ہیں۔ بقول شاعر

يَزِيْدُكَ وَجْهُهُ حُسْناً
اِذَا مَا زِدْتَهُ نَظَراً

فنی صنائع وبدائع اور لطائف وپاکیزگی میں حضرت قدس سرہٗ کے کلام سے متقدمین شعراء عارفین کاملین کی یاد تازہ ہوتی ہے، حضرت والا کا کلام ان کے کلام سے کسی درجہ کمتر نظر نہیں آتا اور آیات قرآنیہ احادیث نبویہ کی طرف ہر شعر میں اشارات ہونے کے اعتبار سے تو حضرت قدس سرہٗ کا کلام منفرد حیثیت کا حامل ہے جس کا اعتراف اصحاب فن حضرات نے کیا ہے۔ حضرت قدس سرہٗ کے کلام کا مجموعہ ''ارمغانِ اہل دل'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

اس سے جہاں شعر گوئی پر کمال قدرت وکمال حذاقت ومہارت کا پتہ چلتا ہے وہیں حدیث پاک سے کمال تعلق وشغف بھی ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تمام ذخیرۂ احادیث نظروں کے سامنے ہے جہاں جس طرح اس کو فٹ کرنا چاہیں بے تکلف فٹ کرتے چلے جاتے ہیں۔

اللہ پاک نے حضرت والا کو اشعار کہنے کا ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا کہ جب کسی موضوع پر اشعار کہنا چاہتے فی البدیہہ کہتے چلے جاتے۔ حضرت والا کے تمام اشعار کی تقریباً یہی نوعیت ہے اور حفظ بھی کمال درجہ اللہ پاک نے عطا فرمایا ہے کہ جو اشعار موزوں

ہوئے ان کو کبھی قلمبند کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کسی نے تقاضہ واصرار کیا تو لکھ دیا اپنی یادداشت کے لئے لکھنے کی شاید کبھی نوبت نہ آئی ہو۔

﴿اساتذۂ حدیث دارالعلوم پر اشعار﴾

-: اور دیگر متفرق اشعار :-

غلہ اسکیم کے سلسلہ میں ایک سفر کے موقع پر اپنے معمولات واوراد سے فارغ ہونے پر حضرت والا قدس سرہٗ نے دارالعلوم دیوبند کے ہر استاد حدیث کے بارے میں ایک ایک شعر کہہ دیا، جس میں اس کتاب کا بھی ذکر ہے جو ان کے پاس ہوتی تھی اور استاد کا مختصر تعارف اور طرز درس کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بارے میں:۔

باب اول از بخاری درس داد آں خوش نظام
ذات وصفش ہست طیب، نائب خیر الانام

حضرت مولانا محمد حسین صاحب بہاریؒ کے بارے میں:۔

در بغل دارد بہاری صد بہار بے خزاں
از بجستانی ستاند فقہ شاہ انس وجاں

حضرت مولانا عبد الاحد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بارے میں:۔

جامع علم وعمل عبد الاحد سنت شعار
حامل اسرار مسلم در تلاوت اشکبار

حضرت مولانا نعیم صاحب مدظلہٗ کے بارے میں:۔

شد نسائی را مدرس ہم چو علّامہ نعیم
جرعہ نوش بحر طیب ہست با قلب سلیم

حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہٗ کے بارے میں:۔

آں خطیب قوم سالم شستہ دل شستہ زباں
بر بخار ابن ماجہ مثل نیساں درفشاں

حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری مدظلہٗ کے بارے میں:۔

شاہ انظر کاشمیری عندلیب خوشنوا
گل فشاندی سراید نغمۂ مشکوٰۃ را

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مدظلہٗ کے بارے میں:۔

شد مؤطارا مدرس حضرت مفتی نظام
ماہر علم فرائض صوفی شریں کلام

حضرت مولانا مفتی سید احمد علی سعید صاحب قدس سرہٗ کے بارے میں:۔

نائبش مفتی سعید احمد علی خوش نا ہے
در فتاوٰی در قضایا رائے دارد صا ہے

حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے بارے میں:۔ (صدالمدرسین)

شیخ فقہ وشیخ تفسیر وحدیث وہم ادب
حضرت فخر الحسن عالی لقب سید نسب

ایک عارف بزرگ نے اپنی تصنیف منظوم برائے تقریظ ارسال فرمائی، حضرت والا نے قلم برداشتہ اسی بحر وردیف میں تقریظ اشعار میں لکھ کر ارسال فرمادی، افسوس وہ

تقریظ دستیاب نہ ہوسکی۔

کسی شاگرد نے اپنی شادی کا خط میں ذکر کیا تو اشعار میں مبارک باد قلم برداشتہ لکھ کرارسال فرمادی۔

چنانچہ محترم مولانا قاری محمد ادریس صاحب بجنوری زید مجدہم امام مسجد سبحان الہند دہلی انہیں خوش نصیبوں میں ہیں جو حضرت والا کے شاگرد بھی ہیں، اور مسترشد خاص بھی، حضرت مولانا معراج الحق صاحب قدس سرہٗ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کی تربیت و سرپرستی میں رہتے تھے۔ حضرت والا قدس سرہٗ نے ان کی شادی کے موقع پر اشعار محبت لکھ کر عنایت فرمائے جو اپنی مثال آپ ہیں، ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں، ملاحظہ ہوں۔

اشعار محبت

قلم لکھ رہا ہے پیام محبت ۔۔۔ سنو دوستو اب کلام محبت
جماعت ہے بہر سلام محبت ۔۔۔ ہیں ادریس صاحب امام محبت
وہ حافظ وہ عالم وہ عامل وہ فاضل ۔۔۔ ہے دستار سر پر نظام محبت
خوشی کا یہ دن کس قدر ہے مبارک ۔۔۔ کہ ہر سو سے سن لو سلام محبت
قلق ہے کہ شادی میں ناصر نہیں ہیں ۔۔۔ جو ہوتے تو دیتے پیام محبت
ولیکن مربی ہیں معراج صاحب ۔۔۔ ہے ان کو ہی زیبا سلام محبت
چمن کی کلی نے چٹک کر اندھیرے ۔۔۔ کیا ہے کسی کو سلام محبت
شب وصل کے کیف نے مست ہوکر ۔۔۔ سبو میں انڈیلا ہے جام محبت
ہویدا ہوئے رازہائے نہانی ۔۔۔ جو مخفی تھے تحت ختام محبت
جبیں ہے درخشندہ اور زلف عنبر ۔۔۔ یہ صبح محبت وہ شام محبت
ہو رہنا کہیں بھی تصور وہیں ہے ۔۔۔ عجب ایک بنا ہے نظام محبت

ہماری خوشی بس انہیں کی خوشی ہے ہے قبضہ میں جن کے زمام محبت

ہوس رانی سینہ میں آنے نہ پائے کہ ہے اس سے اونچا مقام محبت

کہیں مال وزر کی نہ درخواست کرنا کہ ہے یہ یقیناً حسام محبت

کہیں درد دل ہے کہیں وصل گل ہے یہ کام محبت وہ نام محبت

چلو یارو بس اب یہاں سے سدھارو

کہ آیا ہے وقت منام محبت

﴿زمانہ طالب علمی کی پہلی حمد﴾

زمانۂ طالب علمی میں سب سے اول ایک حمد کہی تھی۔ اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

ساخت بہر دید حسن خویش مرأۃ الجمال

آدمی وسبزہ زاروآسمانِ زرنگار

بے محابا دیکھنا ممکن نہیں ان کا جمال

لن ترانی کی صدائیں آرہی ہیں باربار

نور مطلق کا ہے پرتو سب مجازی حسن پر

ورنہ کب ہے پیکر خاکی میں حسن تابدار

حسن عالم سوز کا جلوہ اگر مطلوب ہے

رہ خموش اور بند کرچشم سراپا انتظار

حضرت والا پر اس وقت وحدۃ الشہود کا غلبہ تھا اور جس کے بچپن کا یہ حال ہو بعد

ہمیں اس کا کیا حال ہوا ہوگا، بچپن ہی میں اردو میں کچھ کچھ اشعار لکھے تھے ان میں بعض یہ ہیں:۔

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے
ترے نور کا پرتو چار سو ہے
سمندر میں طوفان بن کر نمایاں
پہاڑوں کی چوٹی پہ تیرا علو ہے
کسی کی جستجو ہے اور میں ہوں
طوافِ کوبکو ہے اور میں ہوں

﴿بچپن کی بعض نظمیں﴾

ایک فارسی نظم

چوں اوج اخترِ بختم نشانے داشتم
دیدۂ نظارہ برروئے جوانے داشتم
ترک کردہ ماسوئ رادل ستانے داشتم
مست بودہ سربسنگ آستانے داشتم
ازطفیل عشق چوں دل درزمانے داشتم
سرزمین قلب رابے آسمانے داشتم
بود برمن ازغبار کوئے تو پیراہنے
گرچہ آہم ریسما نے ریسمانے داشتم
لیک اشک چشم آں راتابدامن چوں درید

کاشکے توہم شنیدی داستانے داشتم
ہمچو چشم تودمادم غنچۂ نوی شگفت
سینہ ام ازداغہاچوں گلستانے داشتم
طائرقدسی صفت بودم زنالہ ناشناس
شادماں برشاخ طوبیٰ آشیانے داشتم
آنچہ خاطرخواست کردم باکسے کارے نبود
زیستم وزمردن چندیں امانے داشتم
مجرم آسا چوں مرابیروں نمودازقرب خویش
ازجدائی صدہزارآہ وفغانے داشتم

زندگی

ایکہ مخمور شراب زندگی
تو ہے مغرور شراب زندگی
آمد ورفت نفس پرغور کر
نغمہ پرور ہے رباب زندگی
زندگی کردے کسی پر جو نثار
ہے وہی بس کامیاب زندگی
زندگی سے زندگی محجوب ہے
مرگ اٹھاتی ہے نقاب از زندگی

بے محابا جرعہ نوشی حیات
درحقیقت ہے حجاب زندگی
صدمۂ موج تبسم کی سہار
کر نہیں سکتا حباب زندگی
خون سے سینچو نہال زیست کو
تب کھلے گا یہ گلاب زندگی
پردۂ ظلمت میں ہے نورِ حیات
یاں کا جینا ہے خضاب زندگی
دل میں صورت نام ہو ورد زباں
ہے یہی لب لباب زندگی

﴿مشاعرہ میں شرکت﴾

بچپن میں ہی ایک مشاعرہ میں بھی شرکت فرمائی، اس میں ایک شعر سنایا:۔

پھٹکیوں کو چھوڑ دینا کام ہے کفگیر کا
خوب گھٹ جائے نہ جب تک کیا مزہ پھر کھیر کا

اس پر حاضرین نے خوب داد دی جس طرح مشاعرہ میں ہوتا ہے، خوب واہ واہ ہوئی اور مکرر ارشاد ہو! کی آوازیں آنے لگیں اس پر حضرت والا نے سنایا:۔

سامعہ پر بار ہے حرف مکرر کی صدا
قافیہ اس واسطے باندھا نہیں تکریر کا
آہ بھی کرتے رہو اور بات پوشیدہ رہے
رازداری کب ہے شیوہ نالۂ شبگیر کا

ایک طالب علم کے شعر کا جواب

امتحان سالانہ کے موقع پر ایک طالب علم نے پرچہ کے اخیر میں ایک شعر لکھا

ہمیں گر نہ ہوں گے تو کیا رنگ محفل
کسے دیکھ کر آپ شرمایئے گا

مطلب یہ تھا کہ مجھے فیل نہ کیا جائے اس لئے کہ اگر فیل کر دیا اور مدرسہ سے اخراج ہوا تو پھر مدرسہ ہی میں کیا رونق رہے گی کہ طلباء ہی سے مدرسہ کی رونق ہے۔

حضرت والا قدس سرہٗ نے اس کے جواب میں تین شعر کہے، جب وہ طالب علم شوال میں حاضر ہوئے ان کو سنائے۔

عیش ونشاط کی مجھے کچھ جستجو نہیں
تیرے سوا کسی کی مجھے آرزو نہیں
تیرے بغیر صحن گلستاں بھی ہے اداس
اب کے بہار آئی مگر رنگ وبو نہیں
مقصود اس سے قطع تعلق نہیں تو کیوں
نامہ نہیں، پیام نہیں، گفتگو نہیں

﴿انسپکٹر صاحب کی جیب کٹنے پر رباعی﴾

بلگرام ضلع ہردوئی میں ایک انسپکٹر صاحب رشوت کا پیسہ لے کر جارہے تھے راستہ میں جیب کٹ گئی ان کا چپراسی جو ہکلا تھا، حضرت قدس سرہٗ کے پاس آیا اور کہا انسپکٹر صاحب ٹٹلیگرام کرنے جارہے تھے کہ جیب کٹ گئی، کوئی تعویذ دے دیجئے تا کہ گیا ہوا پیسہ واپس آجائے، حضرت قدس سرہٗ نے ایک رباعی لکھ کر دیدی۔

دی شب عجیب حادثہ در بلگرام رفت
یعنی کہ جیب شحنۂ عالی مقام رفت
درآں زماں بمن ٹٹلیگرام رفت
مال حرام بود بجائے حرام رفت

اور فرمایا انسپکٹر صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ غنیمت ہے جیب کٹی پیٹ نہیں کٹا ایک سانپ تھا جو نکل گیا اور وہ اس سے محفوظ رہے ورنہ وہ پیسہ تو ایسا تھا کہ پیٹ کاٹنے کا تھا۔

﴿مجلس میں اشعار کا نمونہ﴾

کسی روز مجلس میں اگر کوئی صاحب ذوق حاضر ہوتے اور وہ شعر گوئی شروع کرتے اور حضرت والا اس کے جواب میں شعر سناتے تو وہ منظر بھی دیکھنے سننے کے قابل ہوتا اور حضرت والا کے برمحل بے تکلف اس قدر اشعار پڑھنے سے انداز ہوتا کہ حضرت والا کو کس قدر اشعار یاد ہیں معلوم ہوتا کہ اشعار کا دریا ہے جس میں موجیں ٹھاٹھیں مار رہی ہیں

اس کا کچھ لطف حاصل کرنا ہوتو ''افریقہ اور خدمات فقیہ الامت'' میں مجالس کا مطالعہ کریں، تطویل کے اندیشہ سے ہم یہاں اس کا نمونہ پیش کرنے سے بھی قاصر ہیں، شدید علالت کے زمانہ میں جب کہ از خود حرکت کرنا بھی ممکن نہ تھا اور بدلنا بھی سخت دشوار مگر اس کے باوجود ایک مجلس میں ارباب ذوق کے جمع ہونے پر گفتگو کے دوران جو اشعار پڑھے، ملاحظہ ہوں:۔

کل گئے تھے تم جسے بیمار ہجراں چھوڑ کر
چل بسا وہ آج سب ہستی کے ساماں چھوڑ کر
گرچہ ہے ملک دکن میں ان دنوں قدر سخن
کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

اے کاش سحر تم بھی گلشن میں چلے آتے
گریان میری حالت پر ہر قطرۂ شبنم تھا
وہ محو خود آرائی میں محو تماشا تھا
دونوں تھے غرض بے خود سکتہ کا سا عالم تھا

گل و غنچہ کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

الفت اسے کہتے ہیں بو بن کے رہی برسوں
پیراہن یوسف میں یعقوب کی بینائی

اثر جب طالبان علم پر ہوتا ہے شیطان کا
خیال شاعری میں وقت وہ برباد کرتے ہیں

آپڑے تھے مثل شبنم سیر گلشن کر چلے
دیکھ مالی باغ اپنا ہم تو اپنے گھر چلے

دست نازک بڑھایئے صاحب
پان حاضر ہے کھایئے صاحب

ہنگامۂ ہستی میں کس طرح تمہیں دیکھوں
تم سیر کو نکلے ہو دنیا ہے تماشائی

ایک موقع پر ایک خادم نے ایک شب قیام کیا علی الصباح واپسی کی اجازت چاہنے پر فرمایا۔

اگر ماند شبے ماند شب دیگر نمی ماند

کسی خادم نے پورا شعر سننے کی درخواست کی اس پر پورا شعر سنایا۔

حجاب نوعروساں دربرشوہر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شب دیگر نمی ماند

ایک خادم کے آنے کی اطلاع تھی مگر کسی عذر کی بناء پر حاضر نہ ہوسکے، حاضر نہ

ہوسکنے کی اطلاع دی، اس پر فرمایا۔

قاصد کو منتوں سے روانہ کیا تھا واں
سامان عیش جملہ مہیا کئے تھے یاں
آہٹ پہ کان در پہ نظر تھی کہ ناگہاں
آئی خبر کہ پاؤں میں مہدی لگی ہے واں
بس خوں ٹپک پڑا نگہ انتظار سے

مہمانوں کو چائے پیش کئے جانے پر ایک موقع پر سنایا۔

مریضان محبت کو ہماری چائے کافی ہے
صدا پیالی سے آتی ہے پیو اللہ شافی ہے

نزاکت کا ذکر آنے پر سنایا۔

نازکی ختم ہے ان پر جو یہ فرماتے ہیں
فرش مخمل پہ مرے پاؤں چھلے جاتے ہیں

خدام بدن دبا رہے تھے ایک خادم کمر دباتے ہوئے سینہ دبانے لگے جب سینہ پر ہاتھ رکھا فرمایا۔

تمہارا ہاتھ سینہ پر جہاں ہے
یہیں درد اٹھتا ہے یہیں سے

ایک موقع پر فرمایا۔

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
عرق پوچھو جبیں شرگیں سے
یہ سفاکی یہ بے باکی ستمگر
ہمارے قتل کی باتیں ہمیں سے

بہ جبیں عرق! نگہ شرگیں لب جانفزا پہ نہیں نہیں
یہ نہیں ہے ہاں یہ نہیں ہے ہاں، یہ نہیں نہیں یہ نہیں نہیں
ایک ہی معنی میں نہیں ہوتی ہے ان کی ہر نہیں
ایک گھبرا کر نہیں ہے ایک شرما کر نہیں

ایک خادم نے ایک شعر پڑھا
شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خواب نازمیں

حضرت والا نے اس میں اصلاح فرما کر اس طرح پڑھا
نالۂ عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی محو تھی خواب نازمیں

عشق الٰہی

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت والا قدس سرہٗ کے قلب مبارک کو بچپن ہی سے اپنی محبت کے لئے خاص فرمایا تھا، گویا آپ کا خمیر ہی عشق و محبت کے جوہر خاص سے گوندھا گیا تھا جو تمام اجزاء و عناصر سے زیادہ مقدار میں تھا اور یہ شعر حضرت والا قدس سرہٗ کے حسب حال تھا۔

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

حضرت والا قدس سرہٗ پر بچپن ہی سے وحدۃ الشہود کا غلبہ تھا کہ تمام کائنات کو حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات و صفات کا آئینہ سمجھتے تھے اور مخلوق کے ہر ذرہ سے محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ کے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کرتے تھے۔ ہمارے اس دعویٰ پر حضرت والا قدس سرہٗ کی وہ حمد شاہد ہے جو بچپن میں حضرت والا کی زبان سے نکلی جس نے کیفیات قلب کی ترجمانی کر ڈالی۔

حمد

ساخت بہر دید حسنِ خویشتن مرآۃ الجمال
آدمی و سبزہ زار و آسمانِ زرنگار
بے محابا دیکھنا ممکن نہیں ان کا جمال
لن ترانی کی صدائیں آ رہی ہیں بار بار

نورِ مطلق کا ہے پرتو سب مجازی حسن پر
ورنہ کب ہے پیکرِ خاکی میں حسن تابدار
حسنِ عالم سوز کا جلوہ اگر مطلوب ہے
رہ خموش اور بند کر چشمِ سراپا انتظار

بچپن ہی میں حمد خداوندی کی شکل میں کچھ اشعار موزوں ہو کر ترجمان قلب بن جایا کرتے تھے، بعض اشعار ملاحظہ ہوں:۔

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
ترے نور کا پرتو چار سو ہے
سمندر میں طوفان بن کر نمایاں
پہاڑوں کی چوٹی پہ تیرا غلو ہے
کسی کی جستجو ہے اور میں ہوں
طواف کوبہ کو ہے اور میں ہوں

اور جس کے بچپن کا یہ حال ہو مجاہدات کے بعد اس کا کیا حال ہوا ہوگا۔ حضرت والا قدس سرۂ کا حال عشق خداوندی میں اس شعر کا مصداق ہے۔

گر مرا ہیچ نہ باشد نہ بدنیا نہ بہ عقبیٰ
چوں تو دارم ہمہ دارم دگرم ہیچ نباید

اگر دنیا و آخرت میں سے مجھے کچھ بھی نہ ملے تو کوئی پرواہ نہیں جب تو میرا ہے سب کچھ مل گیا اب مجھے کچھ اور نہیں چاہئے۔

ایک صاحب کو والا نامہ میں تحریر فرمایا۔

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگردم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

میرے دل میں ایسا درد ہے اگر بیان کروں زبان جل جائے اور اگر خاموش رہوں تو ڈر ہے کہ ہڈیوں کا گودا جل جائے۔

باوجودیکہ عشق ومحبت میں جوش وخروش ہوتا ہے اور بے اختیارانہ ظہور ہوتا رہتا ہے مگر حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت والا کو وہ ضبط تام اور اخفاء کامل کی دولت عطا فرمائی تھی کہ اس کمالِ عشق ومحبت کے باوجود ہمیشہ خموشی وسکوت کا پردہ ڈالے رکھا لیکن بعض دفعہ ضبط واخفا کی پوری کوشش کے باوجود آنکھ کے آنسوں سوزِ دروں کو ظاہر کردیا کرتے تھے۔ بقول شاعر ؎

می تواں داشت نہاں عشق ز مردم لیکن
زردیٔ رنگ رخ وخشکی لب راچہ علاج

اور بعض دفعہ اشعار موزوں ہوکر قلبی کیفیات وجذبات کی ترجمانی کردیتے، چنانچہ ''نغمۂ توحید'' جس میں پچاس سے زائد اشعار ہیں اور ہر شعر عشق خداوندی کا آئینہ دار ہے اور اس میں بتایا ہے کہ جذبِ عشق ہر شئی کی فطرت سے ظاہر ہے اور عالم کا ہر ہر ذرہ عشق خداوندی سے مست وسرشار ہوکر ذکر خداوندی میں محو ومشغول ہے اور ''شاہد قدرت'' حضرت والا قدس سرہٗ کے اسّی ۸۰؍ سے زائد اشعار کا مجموعہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ عالم کا ہر ذرہ حق تعالیٰ شانہٗ کے جلال وجمال قدرت وکمال کا مظہر وآئینہ ہے، ان اشعار سے حضرت والا قدس سرہٗ کے عشقِ خداوندی میں کمال فنائیت کا پتہ چلتا ہے۔[1]

[1] یہ اشعار ترجمہ وشرح کے ساتھ شائع ہوچکے ہیں۔

﴿قرآن سے عشق و تعلق﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے تعلق ومحبت کا لازمی نتیجہ اس کتاب سے عشق و محبت ہے چونکہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، عشق کے لئے اس دار دنیا میں بجز کلام اللہ کے اور کوئی چیز تسلی کی نہیں کہ عشاق کو جب محبوب کا وصال نصیب نہیں تو اسکے کلام اور نام سے ہی تسلی اور لذت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت والا قدس سرہٗ کے قلب میں عشق الٰہی کی جو قندیل روشن تھی اس کا روغن آپ قرآن پاک سے ہی حاصل فرماتے تھے، مشہور ہے مَنْ اَحَبَّ شَیْأً اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جس کو جس شے سے تعلق ہوتا ہے اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے، حضرت والا قدس سرہٗ کو قرآن پاک سے وہ تعلق خاطر تھا کہ ہر وقت زبان مبارک پر قرآن پاک کی تلاوت جاری رہتی تھی سفر میں ہر وقت تلاوت کلام پاک کا محبوب ترین مشغلہ تھا، سہارنپور سے گنگوہ پیدل سفر فرمایا کرتے اور اس مسافت میں ۲۰/۲۲ پارے ختم فرما لیتے۔

ایک لمبے عرصہ تک یومیہ تمام قرآن پڑھنے کا معمول رہا جس میں نصف قرآن نماز میں ہوتا تھا اور گھنٹوں نماز میں ایسی محویت ہوتی تھی گویا: قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) کی تفسیر سامنے آجاتی تھی اور اَرِحْنَا بِالصَّلٰوۃ یَابِلال (بلال ہم کو نماز کے ساتھ راحت پہنچاؤ) کا مفہوم سمجھ میں آجاتا۔

حضرت والا قدس سرہٗ کی نماز دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ گویا حضرت والا قدس سرہٗ کا اس عالم سے رشتہ منقطع ہو کر محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ وصال کی نعمت سے سرشار ہیں۔ اخیر میں کثرت امراض اور ضعف شدید کی بنا پر جب کہ چلتے ہوئے چکر پر چکر آتے تھے کھڑے ہوتے ہوئے چکر آتے تھے مگر نماز میں وہی سکون اور اطمینان کی

کیفیت رہتی تھی بلکہ نماز میں ایک نئی تازگی اور نیا نشاط حاصل ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا، سجدہ سے کھڑا ہونا پہاڑ پر چڑھنے سے زیادہ مشکل نظر آتا ہے۔

مظاہر علوم و دار العلوم میں بہت سے طلباء اذان پر مسجد میں پہنچ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، حضرت والا قدس سرہٗ ہمیشہ اذان فجر پر بعض دفعہ اذان سے قبل مسجد پہنچ جاتے اور اذان پر فجر کی سنت پڑھ کر تلاوت و تسبیح میں مشغول ہوتے اور طلباء کی تلاوت کلام پاک کی آوازوں سے دل وجان کو سرور بخشتے اور محظوظ ہوتے۔

طالبین و مسترشدین کو خصوصاً روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کی تاکید فرماتے، اور حفاظ کو کم از کم تین پارے نفلوں میں پڑھنے کی ترغیب دیتے۔

خلوت در انجمن

دیوبند سے دہلی تک پورا سفر بعض مرتبہ ذکر جہری میں گزر جاتا، رفقاء بھی سب ذکر میں مشغول ہوجاتے کسی کو کوئی جملہ بھی فرمانے کی نوبت نہ آتی گویا کسی دوسرے شخص کی موجودگی کا بھی احساس نہ ہوتا اور جلوت میں رہ کر بھی آپ خلوت میں رہتے غالباً اسی کو مشائخ کے یہاں خلوت در انجمن سے تعبیر کرتے ہیں کہ سالک بظاہر مخلوق کے اور بباطن حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ رہے یعنی ہر حال میں متوجہ الی اللہ رہے۔ بقول خواجہ مجذوب علیہ الرحمتہ۔

آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا
ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے

حضرت والا قدس سرہٗ کے اس شعر میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

فراق و وصل کیا واں تو حضوری کا یہ عالم ہے
کہ لاکھوں کی مجالس میں بھی ہے خلوت گزیں ساقی

حضرت والا بظاہر مخلوق کے ساتھ ہوتے مگر بباطن ہمیشہ خالق و مالک تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ مشغول ہوتے رات کو جب فراغت ہوجاتی اور کامل یکسوئی میسر آتی اپنے مالک کی یاد میں بلک بلک کررویا کرتے ،قریب میں دوسرا سونے والا ہوتا اس کے جاگنے کا اندازہ ہوتا تو بالکل خاموش ہوکر سوئے ہوئے بن جاتے۔

عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباع سنت

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے قلب میں اپنے حبیب ﷺ کے عشق کی چنگاری رکھی تھی جس کی وجہ سے قلب مبارک اس حرارت سے ہمہ وقت سوزاں وبریاں رہتا تھا،مگر حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت والا کو وہ قوت برداشت اور اخفا کا کمال عطا فرمایا تھا کہ ''دریاہا فرو برند و آروغ نمی آرند'' کا مقولہ پورے طور پر صادق آتا تھا، البتہ جب شعلۂ عشق کی سوزش قلب وجگر کو کباب اور جسم ناتواں کو زیادہ بے تاب کرتی تھی تو بے اختیار محبوب ﷺ کے اوصاف وکمالات کے بیان میں اشعار موزوں ہوکر زبان سے نکلتے۔اور کچھ سکون میسر آیا کرتا، چنانچہ ''گلدستۂ سلام علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام'' اور ''نعت محمود الملقب بہ وصف محبوب ﷺ'' اور ''ساقی نامہ'' (جو طبع ہو چکے ہیں) کا ایک ایک شعر شراب عشق نبوی ﷺ کا چھلکتا ہوا جام اور سوز دروں کا آئینہ دار ہے۔

اتباع سنت

حضرت والا قدس سرہٗ کے اندر اتباع سنت کا جو جذبہ اور شیفتگی تھی اس کو اس شعر سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

رشتۂ درگردنم افگندہ دوست

می برد ہرجا کہ خاطر خواہ اوست

اتباع سنت میں حضرت والا کو گویا کمال فنائیت کا درجہ حاصل تھا۔ عبادات سے لے کر طبعی مرغوبات تک میں اتباع سنت کا پورا اہتمام رہتا تھا گویا سنت کے علاوہ نہ کسی چیز کی رغبت تھی نہ خواہش، خواہش و رغبت تھی تو سنت کی ہی آپ کے یہاں اصل بزرگی اور ولایت کی نشانی تھی۔ اور اتباع سنت کے بغیر بڑے بڑے مجاہدات اور ریاضتوں کی کوئی وقعت نہیں تھی۔

عبادات میں آداب وسنن کا اہتمام

اس لئے حضرت والا قدس سرہٗ زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ عبادت سے تعلق رکھتا ہو یا معاشرت سے قدم قدم پر سنت نبوی ﷺ کی پیروی فرماتے تھے اور کسی حال میں بھی اس بارے میں سرِ مو فرق نہیں آنے دیتے تھے ہر وقت باوضو رہنا عادت شریفہ میں داخل تھا۔ عبادت میں ہر ہر رکن میں آداب وسنن کا پورا اہتمام فرمایا کرتے تھے مثلاً نماز میں قیام وقرأت سنت کے موافق (کمال خشوع وخضوع کے ساتھ) اس کے بعد رکوع بھی موافق سنت سجدہ بھی موافق سنت ہر رکن میں پوری تعدیل اور ہر جز میں کامل سکون غرض کہ سنت وآداب ومستحبات کی پوری رعایت فرماتے۔

دعائے قنوت کے بعد درود شریف

ایک دفعہ حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مرحوم ومغفور مبلغ دارالعلوم دیوبند نے فرمایا ''فلاں کتاب میں لکھا ہے کہ وتر میں دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا چاہئے، یہ ثابت ہے۔'' حضرت والا نے فرمایا ''ثابت ہے نور الایضاح میں لکھا ہے۔'' مولانا نے فرمایا'' آپ پڑھتے ہیں۔''؟ حضرت نے فرمایا ''نور الایضاح جب سے پڑھی ہے برابر

پڑھتا ہوں۔‘‘

وضو میں ایک خاص ادب

حضرت والا قدس سرہٗ ان آداب وسنن پر بھی پابندی سے عمل فرماتے تھے جن کی طرف عموماً نظر بھی نہیں جاتی، مثلاً وضو میں حضرت والا کو ہمیشہ دیکھا کہ ہاتھ دھوتے وقت ہاتھوں پر انگلیوں کی طرف سے کہنی کی طرف پانی ڈالتے ہیں کہنی سے انگلیوں کی طرف کو نہیں، فقہا نے اس کو افضل اور مستحب فرمایا ہے الی المرافق، سے استدلال کرتے ہوئے اسی طرح پیر دھوتے وقت ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے کہ انگلیوں کی طرف سے ایڑی کی طرف کو پانی ڈالا کرتے تھے کہ فقہا نے اس کو مستحب فرمایا ہے۔ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْن سے استدلال کرتے ہوئے معذوری کے بعد جب کہ خدام ہی وضو کراتے تھے تب بھی حضرت والا اس کا اہتمام فرماتے کسی ناواقف خادم نے اگر اس کے خلاف کیا تو فوراً ہاتھ یا پیر ایک طرف ہٹا لیا اور فرمایا کون ہے، اس جملہ سے اس خادم کو تنبیہ مقصود تھی۔

حوض سے وضو کا اہتمام

جس جگہ حوض ہوتا، حضرت والا حوض سے وضو کرنا پسند فرماتے، چونکہ فقہا نے اس کو افضل فرمایا ہے۔ مظاہر علوم کے قیام کے دوران نیز دار العلوم دیوبند میں جب احاطہ مسجد میں قیام تھا، نیز جامع العلوم کانپور ہی قیام کے زمانہ میں عموماً حوض سے وضو فرماتے، انتہائی کمزوری کی حالت میں ایک دفعہ جامعہ محمودیہ میرٹھ تشریف آوری ہوئی خدام قیام گاہ پر ہی وضو کراتے تھے فجر سے قبل بعض خدام سے فرمایا تم نے یہاں حوض دکھایا ہی نہیں چلو حوض دیکھیں گے، دو تین خدام پکڑ کر حوض پر لے گئے حوض پر آتے جاتے کئی مرتبہ چکر بھی

آیا مگر حوض دیکھنے کے بہانے حوض پر تشریف لے گئے اور وضو فرمایا۔

عیادت اور اس کا ادب

نیز سنن میں بھی طریق سنت کو اختیار فرمایا کرتے مثلاً عیادت کرنا سنت ہے اور حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت بھی آئی ہے، حضرت والا اپنے اہل تعلق کی عیادت فرماتے اور عیادت میں جو مسنون طریقہ ہے اس کا بھی پورا اہتمام فرماتے۔

ایک دفعہ ڈابھیل تشریف آوری کے موقع پر محترم مولانا شفیع میاں صاحب مرحوم سملکی سخت بیماری کے سبب ہسپتال میں داخل تھے، ہسپتال کافی فاصلہ پر دوسرے شہر[1] میں تھا، سخت گرمی اور لو کا زمانہ حضرت والا اول وقت فجر پڑھ کر ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور شام مغرب تک واپسی ہوئی مگر ہسپتال میں مولانا کے پاس چند منٹ سے زیادہ نہ ٹھہرے، مولانا نے زیادہ ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا تو فرمایا۔ اَلْعِيَادَةُ فُوَاقَ نَاقَةٍ عیادت اونٹنی کے دودھ دوہنے کے بقدر ہے، یا دودھ نکالتے وقت ایک دفعہ تھنوں سے دودھ نکال کر چھوڑ دیتے ہیں تھوڑے ہی وقفہ میں دوبارہ دودھ آجاتا ہے اس وقت دوبارہ دودھ نکالتے ہی وقفہ کے بقدر عیادت ہونی چاہئے، اور فوراً تشریف لے آئے۔

صاحبزادی صاحبہ کا نکاح

اپنی صاحبزادی کا نکاح جھنجھانہ رسم ورواج کے خلاف سادہ اور مسنون طریقہ پر فرمایا، ان لوگوں نے بارات کی اجازت طلب کی اس پر حضرت نے فرمایا:

"بارات میرے یہاں نہیں آئے گی چونکہ بارات جہیز کی

---

[1] نڑیاڈ (ضلع کھیڑا) میں یہ ہسپتال تھا۔

حفاظت کے لئے ہوتی ہے، جہیز میرے یہاں نہیں دیا جائے گا اس لئے بارات بھی نہیں آئے گی۔"

اس پر انہوں نے دس بارہ آدمیوں کی اجازت چاہی، حضرت والا نے اجازت دے دی بارات میں دس بارہ آدمی آئے، حضرت والا نے رسم ورواج کے مطابق برادری کے لوگوں کو مدعو نہیں فرمایا بلکہ آنے والے مہمانوں کی خاطر ان کے اہل تعلق کو ہی مدعو فرمایا اور سادگی کے ساتھ مہر فاطمی پر خود ہی نکاح پڑھا کر بیٹی کو رخصت فرمادیا، اسی سادگی کے ساتھ پاکستان میں اپنی بھانجیوں کا نکاح خود ہی پڑھایا جس کی تقلید میں بہت سے نکاح اسی سادگی کے ساتھ ہو گئے اس سلسلہ میں بہت سے خطوط بھی آئے کہ اگر یہ سلسلہ چل جائے تو بہت سی خرافات اور بیجا اخراجات سے نجات مل جائے۔

حضرت والا تمام مسلمانوں میں اس سادہ طریقہ پر ہی نکاح کا سلسلہ جاری ہونے کے خواہش مند تھے۔

(داڑھی رکھنے پر اظہارِ خوشی)

متعلقین میں جو بے داڑھی کے ہوتے، ان کے بارے میں برابر فکر مند رہتے اور جب کوئی داڑھی رکھ لیتا تو بے انتہا خوش ہوتے، حاجی عبداللہ صاحب دہلی رانی کھیت والے نے داڑھی رکھی تو بہت خوش ہوئے اور بعض مخصوص خدام کے سامنے برابر اس کا ذکر فرمایا اور بعض سے فرمایا حاجی عبداللہ صاحب سے ملاقات ہوئی دیکھا کہ انہوں نے داڑھی رکھ لی ہے۔

۱۴۱۲ھ میں ڈاکٹر محمد لہر افریقی حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ افریقہ سے عمرہ کے لئے آئے اور مکہ مکرمہ میں حضرت والا قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے توفیق

دی کہ انہوں نے داڑھی بھی رکھ لی، کئی روز بعد جب داڑھی نمایاں ہوگئی، حضرت قدس سرہٗ کی نظران پر پڑی داڑھی دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ چہرہ مبارک کھل گیا، خوشی ضبط نہ فرما سکے اور ہنسنے میں آواز قدرے بلند ہوگئی اور دیر تک چہرہ پر خوشی کا اثر ظاہر ہوتا رہا۔

﴿ترک سنت پر تنبیہ﴾

اتباع سنت پر اظہار مسرت کے ساتھ ہی کسی خادم یا متعلق کے عمل میں سنت کی مخالفت کا احساس ہوتا تو اس پر اظہار ناراضگی بھی فرماتے دستر خوان پر موجود ایک شاگرد اور منتسب عالم دین نے کھانے کے دوران پانی کی ضرورت پیش آنے پر بائیں ہاتھ سے پانی کا پیالہ لیا اور داہنا ہاتھ پیالے کے نیچے لگا کر پانی پی لیا اس پر حضرت نے ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا ''کیا دایاں ہاتھ نہیں تھا۔'' انہوں نے عرض کیا ''حضرت! داہنے ہاتھ پر کھانا لگا تھا، پیالہ خراب ہو جاتا۔'' آپ نے ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا ''کیا پیالہ سنت سے زیادہ قیمتی ہے۔''؟

﴿بائیں ہاتھ سے پانی پینے پر تنبیہ﴾

ایک مولوی صاحب جو حضرت کے شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ ایک بات مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے وہ یہ کہ پانی کبھی بائیں ہاتھ سے نہیں پیتا اس لئے کہ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ کے قیام مظاہر علوم کے دوران میں کھانے میں حضرت کا شریک تھا میں نے بائیں ہاتھ سے پانی پی لیا، حضرت قدس سرہٗ نے دیکھ کر نرمی سے سمجھایا فرمایا ''کہ بائیں ہاتھ سے پانی نہیں پیا کرتے، دائیں ہاتھ سے پینا چاہیے۔'' اس کے بعد ایک موقع پر پھر ایسا اتفاق ہوگیا تو حضرت نے پھر نرمی سے سمجھایا، تیسری بار جب ایسا ہوا تو حضرت نے زور سے ایک چپت رسید کیا جس کی بنا پر اس کے بعد میں نے کبھی بائیں ہاتھ سے پانی نہیں پیا جب کبھی

بھول سے بائیں ہاتھ میں گلاس لیتا ہوں تو فوراً حضرت کا چپت یاد آجاتا ہے، اس لئے منہ تک جانے سے پہلے ہی گلاس دائین ہاتھ میں آجاتا ہے۔

عزیمت ہی عزیمت

حضرت والا کا معمول ہمیشہ عزیمت پر عمل کرنے کا ہی رہا ہے ہر موقع پر رخصت کے بجائے عزیمت کا پہلو ہی اختیار فرماتے تھے نماز میں، روزہ میں، حج میں، معاشرتی امور اور معاملات میں عزیمت کا وہ پہلو اختیار فرماتے جس کو انجام دینے میں جوان سے جوان اور بڑے سے بڑے دل گردہ والا انسان بھی ہمت چھوڑ بیٹھتا ہے سنن و مستحبات کا اہتمام کامل احتیاط ہر شعبہ میں تقویٰ اور ورع کے اعلیٰ درجہ کا التزام حضرت والا کی زندگی کا وہ اہم باب ہے جس کی مثال صرف اسلاف کی زندگیوں ہی میں مل سکتی ہے، اس سلسلہ کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

نماز میں گرنے سے کولہے کی ہڈی میں ضرب

انتہائی ضعف و نقاہت کے باوجود جب کہ کھڑا ہونا انتہائی مشکل تھا بار بار چکرا آکر گر پڑتے، مگر ایسی حالت میں بھی ہمیشہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے جس کی وجہ سے ایک روز نماز فجر میں گر پڑے، ہڈی میں ضرب آئی حرکت تک کرنا دشوار ہو گیا آپریشن کرانا پڑا ایک مدت تک ہسپتال میں رہنا پڑا، اس سے بڑھ کر عمل بر عزیمت کی شکل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنی جان، اپنی زندگی تک کی پروا نہ کی جائے اس کو کمال عشق اور کمال فنائیت ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

نماز جمعہ و غسل کا اہتمام

اور ایسی حالت میں بھی جب کہ ہسپتال میں چارپائی پر حرکت کرنا مشکل تھا اکثر غشی اور غنودگی کی کیفیت طاری رہتی تھی جب ہوش آتا نماز کا تقاضہ فرماتے، تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بار بار نماز کا وقت دریافت فرماتے، جس سے معلوم ہوتا کہ نماز کے لئے کس قدر بے چین ہیں، ہسپتال میں جمعہ کا دن آیا تو نماز جمعہ مسجد میں ادا کرنے کا تقاضہ فرمایا کہ مجھ کو مسجد لے چلو، بار بار وقت دریافت فرماتے جوں جوں نماز جمعہ کا وقت قریب آتا گیا تقاضہ بڑھتا گیا، بے چینی حد سے بڑھ گئی، یہاں تک کہ خدام پر خفا ہو رہے ہیں کہ تم مجھ کو مسجد لے نہیں لے جاؤ گے، نماز نکل جائے گی، مگر خدام بیچارے کیا کرتے کہ وہاں تو حرکت کرنا بھی مشکل تھا اسی حالت میں غسل کا بھی تقاضہ فرماتے، چونکہ جمعہ کے روز غسل کرنا مستقل معمول تھا، سخت سردی میں انتہائی ضعف و کمزوری اور سخت علالت کی حالت میں بھی اس میں تخلف نہ ہوتا تھا، حتیٰ کہ اس تکلیف میں جبکہ کولہے کی ہڈی میں ضرب آنے کی وجہ سے تمام پیر پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا ادنیٰ حرکت بھی دشوار تھی مگر جب جمعہ کا دن آیا شدت سے غسل کا تقاضہ فرمایا اور محترم مولانا ابراہیم صاحب زید مجدہم نے اسی حالت میں غسل کرایا۔

شدت ضعف و علالت میں روزہ کا اہتمام

اسی طرح ۱۴۱۲ھ میں ماہ مبارک میں افریقہ قیام تھا شدت علالت کی بنا پر ضعف انتہائی درجہ کو پہنچ چکا تھا بعض دانتوں میں سخت درد جس کی وجہ سے دانت نکلوائے گئے، مسوڑھے متورم ہو گئے کھانا جو برائے نام ہوتا تھا وہ بھی بند ہو گیا، کوئی چیز بہ وقت دو چار چمچے

کھلائی جاتی درد کی شدت میں رات کو نیند بھی نہ آتی اکثر اوقات درد اور بے چینی میں گزرتے کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھنا بھی مشکل ہوتا، ڈاکٹروں، حکیموں اور خدام کا اصرار ہوتا کہ حضرت والا روزہ نہ رکھیں، مگر حضرت والا ہرگز نہ مانتے اور ایسی حالت میں بھی روزہ رکھتے۔

تنخواہ مدرسہ کی واپسی

دوسری جگہوں سے بڑی تنخواہوں کی پیشکش کے باوجود قلیل اور معمولی تنخواہ پر گزارا فرمایا اور اخیر میں جب دارالعلوم تشریف لائے تو مدرسہ سے تنخواہ وصول فرماتے (تاکہ نفس کو اس خیال کا موقع نہ ہو کہ تنخواہ نہیں لیتے) اور اپنی طرف سے مزید کچھ ملا کر مدرسہ میں جمع فرماتے اس کے باوجود مدرسہ کی جانب سے جو کام سپرد کیا جاتا اس میں کمی تو کجا اس کی ایسی پابندی فرماتے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

مدرسہ کی چیز استعمال کرنے سے احتراز

مدرسہ کی کوئی چیز استعمال کرنا ہرگز گوارہ نہیں تھا اگر بجبوری استعمال کرنا پڑتی تو کسی بہانہ سے کچھ رقم اس کے بقدر بلکہ اس سے کچھ زائد ہی ضرور مدرسہ میں داخل فرمادیتے۔

بعض مدارس میں کسی ختم وافتتاح کے موقع پر یا اسکے علاوہ ارباب مدرسہ کے اصرار پر تشریف لے جانا ہوتا، اور ارباب مدرسہ ضیافت کرتے، اور اس میں مدرسہ کا پیسہ صرف ہوتا، حضرت والا کا معمول تھا کہ کچھ رقم اس مدرسہ میں ضرور عنایت فرماتے، جو ضیافت کے اخراجات سے کئی گنا زیادہ ہوتی۔

آنکھ کا آپریشن بحکمِ شیخؒ

آنکھ میں موتیا اتر آنے کی وجہ سے بینائی جاتی رہی، حضرت والا آپریشن نہ کرانے پر مصر تھے اور لوگوں کے اصرار کرنے پر ارشاد فرماتے کہ آنکھوں کے لینے پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے میں اس کو کیوں ضائع کروں اور آپریشن کی صورت میں کچھ دن نمازیں اشارہ سے پڑھنا پڑتی ہیں سجدہ نہیں کر سکتے اس کو کیوں برداشت کروں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حکم فرمایا اولاً تب بھی معذرت ہی کی اور یہ جواب دیا اور عرض کیا حضرت گنگوہیؒ نے آپریشن نہیں کرایا اور لوگوں کے اصرار پر فرمایا کہ آنکھوں کے لینے پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے میں اسے کیوں ضائع کروں اس پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا میں تو اپنی آنکھوں کا کام بھی آپ کی آنکھوں سے لیتا ہوں اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے آنکھیں بنوائیں اور آپریشن کے بعد آنکھوں میں روشنی آجانے پر فرمایا اس کی تو مسرت ہے ہی آنکھوں میں روشنی آگئی مگر اس سے زیادہ مسرت اس کی ہے کہ شیخ کے حکم کی تعمیل ہوگئی۔

نمازِ حرم کا اہتمام

ایک دفعہ حج کے موقع پر سخت گرمی تھی لوئیں سخت چلتی تھیں گرمی کی شدت کی بنا پر حضرت والا کا تمام بدن پھوٹ پڑا پورے بدن پر دانے بڑے بڑے چھالوں کی شکل میں نکل آئے۔ مخلصین کا اصرار کہ کچھ دن نمازیں قیام گاہ ہی پر پڑھ لیں حرم نہ جائیں، مگر حضرت والا کسی طرح اس کے لئے تیار نہ ہوئے کہ وطن چھوڑ کر تو حرم کی خاطر آئے ہیں یہاں رہ کر بھی حرم کی نماز سے محروم رہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

غرضیکہ حضرت والا کی پوری زندگی ہی عمل برعزیمت سے پر ہے کہ کسی موسم میں حضرت والا نے عزیمت کو ترک نہیں فرمایا بلکہ سخت سے سخت حالات میں بھی حضرت والا نے رخصت کے بجائے عزیمت ہی کو اختیار فرمایا۔

﴿عمل بر رخصت﴾

البتہ کبھی اتفاق سے رخصت پر بھی عمل فرمالیا تا کہ کسی کو رخصت پر عمل کے بارے میں حرمت وکراہت کا گمان نہ ہو اور حدیث شریف پر بھی عمل ہو جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ یحب ان توتی رخصہ کما یحب ان توتی عزائمہ [۱]

بے شک اللہ تعالیٰ اپنی رخصتوں پر عمل کئے جانے کو ایسا ہی پسند فرماتا ہے جیسا اپنی عزیمتوں پر عمل کئے جانے کو پسند کرتا ہے۔

اس لئے کبھی کبھی حضرت والا قدس سرہٗ رخصت پر عمل فرمالیا کرتے گو ایسا حضرت والا کی زندگی میں شاذ و نادر ہی کا درجہ رکھتا ہے۔ مثلاً کبھی سردی کے موسم میں جمعہ کے روز غسل ترک فرمادیا اور فرمایا اَلْیَوْمَ یَوْمٌ بَارِدٌ، آج ٹھنڈا دن ہے۔

اسی طرح نفلیں کبھی بیٹھ کر ادا فرماتے اور اس میں بھی سنت وحدیث پر ہی عمل مقصود ہوتا۔

﴿مسجد چھتہ میں ماہ مبارک کا اہتمام ومعمولات﴾

حضرت نبی اکرم ﷺ ماہ مبارک کا اہتمام شعبان سے ہی فرمایا کرتے تھے شعبان کا چاند دیکھنے اور اس کے دن شمار کرنے کا اہتمام فرماتے، رمضان ہی کی وجہ سے حدیث پاک میں ہے۔

---

[۱] الطریقۃ المحمدیہ ص۱۶۔

یتحفظ من شعبان مالا یتحفظ من غیرہ [1]

آنحضرت ﷺ ماہ شعبان کی نگرانی وحفاظت کا جتنا اہتمام فرماتے تھے کسی اور ماہ کا اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

اور شعبان کے آخر میں ماہ مبارک کے فضائل بیان فرماتے اور اس کی قدردانی کی ترغیب دیا کرتے [2]

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے یہاں بھی شعبان سے ہی ماہ مبارک کا اہتمام شروع ہو جاتا۔ محترم مولانا ابراہیم صاحب زیدمجدہم شعبان بلکہ بعض دفعہ اس سے پہلے ہی ماہ مبارک میں آنے والے مہمانوں کے لئے انتظامات شروع فرما دیتے، کیا کیا سامان آنا ہے کس کس چیز کی ضرورت پیش آئے گی، کھانا کون پکائے گا، تقسیم کون کرے گا، مہمان اور معتکفین کی خدمت کون کون کریں گے، بیرونی ممالک سے آنے والے مہمانوں کا کیا انتظام ہوگا، ٹکٹ وغیرہ کی سہولیات کس طرح ہونگیں، سردی وگرمی کا کیا ہوگا۔

غرضیکہ ماہ مبارک سے پہلے ہی سے آنے والوں کی ہر امکانی سہولت وراحت رسانی کی فکر کی جاتی اور تمام انتظامات درست کئے جاتے اور ماہ مبارک آنے سے پہلے ہی مسجد مہمانوں سے بھر جاتی، ہر وقت مہمانوں کا تانتا لگا رہتا، کوئی دن میں آرہا ہے، کوئی رات میں آرہا ہے، کوئی قافلہ صبح پہنچ رہا ہے، کوئی شام میں، کسی کی آمد کی اطلاع آرہی ہے کسی کو لانے کے لئے اسٹیشن پہنچ رہے ہیں، کوئی اہلیہ کو لئے آرہا ہے اس کے لئے الگ انتظام کیا جارہا ہے، کوئی بچوں کو ساتھ لایا ہے، عجیب ایک بہار ہورہی ہے، دیکھتے ہی دیکھتے

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۵۔ [2] مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۳

۲۹ رشعبان کو مسجد اندر باہر اوپر نیچے سب بھر گئی، مسجد کے دائیں بائیں اور دارالعلوم کے بعض دیگر کمروں میں غیر معتکفین حضرات کا انتظام کرنا پڑتا، مجمع کی کثرت کی وجہ سے جگہ تقسیم کی جارہی ہے ایک کے حصہ میں بعض دفعہ ڈیڑھ فٹ ہی جگہ آسکی مگر اس پر ہر ایک خوش ہے کہ کیا دولت میسر آ گئی مہمانوں کی سہولت کے لئے بعض ہدایتیں لکھ کر آویزاں کردی گئیں، آنے والے مہمان فلاں کے پاس اپنا نام اور مدت قیام درج کرائیں زائد سامان فلاں فلاں کمرہ میں فلاں کے پاس رکھیں، دیگر ضروریات کے لئے فلاں سے رابطہ قائم کریں، زبانی بھی ان ہدایت کو دہرایا جاتا، احاطہ مسجد کے غسلخانے بیت الخلا ناکافی ہوجاتے جس کی وجہ سے دارالعلوم کے اندر یا دارالعلوم ہی کی عمارت افریقی منزل میں مزید سہولت فراہم کی جاتی، مہمانوں کو ان کی نشان دہی کی جاتی آداب اعتکاف اور آداب مسجد نیز باہم ایک دوسرے کے حقوق بھی بتائے جاتے اور بار بار اس پر تنبیہ کی جاتی کہ اس کی کوشش ہو کہ وقت ضائع نہ ہو اور کسی کو اذیت نہ پہنچے چوبیس گھنٹہ کا نظام الاوقات کا نقشہ بھی آویزاں کردیا جاتا، نیز ایک کاغذ پر ضروری ہدایات بھی آویزاں کی جاتیں۔

غرضیکہ اس کا پورا اہتمام ہوتا کہ کسی کو کسی سے اذیت نہ پہنچے اور وقت بھی ضائع نہ ہو، چنانچہ بہت سے حضرات یومیہ قرآن پاک ختم فرمالیتے تھے بعض حضرات نصف قرآن یومیہ، اس کا بھی اہتمام ہوتا کہ رات کو حفاظ نفلوں میں قرآن پاک سنانے کا اہتمام کریں، اس کی یہ شکل ہوتی کہ ایک حافظ کے ساتھ دو تین آدمی شریک ہوتے حافظ سناتا یہ حضرات سامع بنتے، بہت سے حضرات مسجد کے باہر صحن میں قرآن پاک دیکھ کر تلاوت میں مشغول رہتے اور پوری رات نوافل وتلاوت کا یہ سلسلہ جاری رہتا، بعض حضرات کچھ دیر آرام کرتے اور پھر اُٹھ کھڑے ہوتے۔

حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے مہمانوں کی راحت رسانی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جاتا مختلف شہروں، مختلف صوبوں اور مختلف ملکوں سے آنے والے مہمانوں کے مزاج کی رعایت کھانے میں رکھی جاتی، سحر وافطار اور شام کے کھانے میں دستر خوان صحیح وقت پر بچھانے اور دونوں وقت چائے کا بھی نظم ہوتا، افطار میں مختلف قسم کے میوہ جات اور پھلوں اور مختلف قسم کے مشروبات کا انتظام کیا جاتا پورے مجمع کے لئے کھجور وزمزم کا بھی انتظام ہوتا، زمزم خواص کے لئے فنجان اور پیالیوں میں پیش کیا جاتا اور بقیہ مجمع کے لئے ایک بڑے ٹپ میں زمزم ڈالدیا جاتا، مدنی کھجوروں کا بھی اہتمام کیا جاتا، حکیم و ڈاکٹروں کا بھی انتظام کیا جاتا ان کا وقت مقرر ہوتا کہ فلاں فلاں وقت حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب آئیں گے، بیمار حضرات حسب مزاج ان سے رجوع کرتے۔

تراویح میں عموماً تین قرآن پاک ختم ہوتے، ہر عشرہ میں الگ الگ حافظ سناتا اور درمیانی عشرہ میں بقیہ معتکفین کو موقع دیا جاتا کہ ایک ایک پارہ ایک ایک حافظ پڑھتا اس طرح ہر شب میں تین حافظ تین پارے سناتے، سحر میں ڈھائی بجے بیدار کردیا جاتا، اخیر رمضان میں تقریباً سوادو بجے بیدار کیا جاتا جو حضرات بیدار کرنے پر مقرر تھے وہ سونے والوں کا ہلکے سے پیر دباتے یا پیر پر ہاتھ رکھتے اور سونے والا اٹھ کھڑا ہوتا، چند منٹ میں سب بیدار ہوجاتے، نہ آواز آتی نہ شور، نہ الارم بجایا جاتا نہ اعلان کیا جاتا، بتی روشن کردی جاتی، جس کو شب میں تقریباً بارہ بجے حضرت قدس سرہٗ کے بیان کے چند منٹ بعد بند کردیا جاتا تھا، ہر شخص استنجاء وضو سے فارغ ہوکر نوافل میں مشغول ہوجاتا اور منتظمین کی جانب سے اڑھائی بجے ہی دستر خوان بچھادیا جاتا اور برتن لگادیے جاتے اور اعلان کردیا جاتا مہمان حضرات دستر خوان پر تشریف لے آئیں، کھانا شروع ہوجاتا، جو حضرات کھانا

کھلانے اور پانی پلانے پر مقرر تھے سب خوبصورتی اور خاموشی کے ساتھ اس کو انجام دیتے،
کھانے چائے سے فارغ ہونے والے نوافل تلاوت اور دعاء میں مشغول ہو جاتے، یہ منظر
بھی عجیب پر کیف منظر ہوتا نماز فجر اول وقت ہوتی اور پھر اندر کے حصہ کی بجلی بند کر دی
جاتی اور سب سو جاتے کچھ حضرات اس وقت بھی تلاوت کرتے اور وہ باہر صحن میں بیٹھ کر
تلاوت کرتے تاکہ سونے والوں کو اذیت نہ ہو، سونے کا یہ وقت دس بجے تک ہوتا دس بجے
سے قبل کسی کو بیدار نہ کیا جاتا، البتہ از خود حسب توفیق بیدار و مشغول ہوتے رہتے لیکن دس
بجے سب کو بیدار کر دیا جاتا، دس بجے تک وہی حضرات عموماً سوتے جو شب میں بالکل نہ
سوتے، اور سب استنجاء وغیرہ سے فارغ ہو کر نوافل و تلاوت میں مشغول ہو جاتے، گیارہ
بجے سے بارہ بجے تک کتاب سنائی جاتی، فضائل رمضان، اکابر کا رمضان اور الاعتدال فی
مراتب الرجال اس کے بعد پھر تلاوت کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

کچھ حضرات تھوڑی بہت دیر استراحت فرماتے اذان پر اٹھ کر نماز ظہر کی تیاری
اور اس سے فارغ ہو کر آیت کریمہ کا ختم ہوتا اس کے بعد اجتماعی دعاء ہو کر ذکر بالجہر کی مجلس
شروع ہو جاتی کسی پر ذوق و شوق کسی پر لطف و سرور اور کسی پر گریہ و بکا کا غلبہ طاری رہتا، قبل
عصر یہ مجلس ختم ہو کر عصر بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی مجلس ہوتی جس میں ارشاد
الملوک اکمال الشیم پڑھ کر سنائی جاتی، مغرب سے پندرہ منٹ پہلے یہ مجلس ختم ہوتی اور سب
حضرات دعا و تلاوت مراقبہ وغیرہ میں مشغول ہو جاتے، منتظمین حضرات افطار کے لئے
دستر خوان بچھا دیتے اور افطار سے پانچ منٹ پہلے اعلان ہوتا کہ مہمان حضرات دستر خوان پر
تشریف لے آئیں، افطار کا اعلان کبھی زبانی ہوتا کبھی صرف اذان پر اکتفا ہوتا، گھنٹی یا نقارہ
کا دستور نہیں تھا، افطار اطمینان سے ہوتا، اس کے بعد نماز ادا کی جاتی۔

نماز کے بعد کھانے کے لئے دسترخوان لگا دیا جاتا، مہمان حضرات مختصر نفلیں پڑھ کر دسترخوان پر آجاتے اور پھر بعد میں اپنی نوافل پوری کرتے کھانے کے بعد چائے کا بھی اہتمام ہوتا سحر و افطار ہر موقع پر میزبان (حضرت قدس سرہٗ) کی سخاوت اور فیاضی کا خوب ظہور ہوتا مختلف انواع کے ذریعہ مہمانوں کی دلداری کی جاتی، عشاء کے بعد معمولات تراویح وغیرہ سے فراغت پر تقریباً بارہ بجے رفقاء کار آپس میں مذاکرہ کرتے، کسی مہمان کو کسی کے رویہ سے شکایت تو نہیں ہوئی کسی کے بارے میں معلوم ہوتا اس سے احتساب ہوتا باز پرس ہوتی اور اس مہمان سے معافی مانگی جاتی اور تدارک کی کوشش کی جاتی۔

دُعاء کے بعد صلوٰۃ و سلام کی چہل حدیث ہوتی ایک شخص پڑھتا اور پورا مجمع سنتا، اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کا بیان ہوتا، سیدھے سادے الفاظ ہوتے مگر آبدار موتیوں کی طرح صاف ستھرے، نہ واعظوں جیسا جوش ہوتا نہ آواز سخت ہوتی اور نہ ہی اس میں تکلف و تصنع کا شائبہ ہوتا، اخیر سالوں میں ناسازیِ طبع کی وجہ سے وعظ کے بجائے فضائل صدقات یا حضرت والا کے مواعظ پڑھ کر سنائے جاتے، دعاء کبھی بالجہر ہوتی کبھی بالسر، کسی ایک طریق کا التزام نہیں تھا، دعاء میں بھی سادہ الفاظ ہوتے، دعاء بالجہر ہوتی یا بالسر مجمع پر گریہ غالب ہوتا، اکثر کی ہچکیاں بندھ جاتیں اور بعض کی چیخیں نکل جاتیں، دعا شروع ہوتے ہی مجمع کی حالت بدل جاتی، بجلی کے مثل کوئی چیز قلوب میں کوند جاتی جو دلوں میں گرمی و رقت پیدا کر دیتی اور مجمع کو بے خود بنا دیتی۔

ماہِ مبارک میں معمولات فقیہ الامت قدس سرہٗ

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ شب میں ڈھائی بجے یا اس سے پہلے بیدار ہو کر نوافل میں مشغول ہو جاتے، طویل نفلیں ہوتیں، جن سے ساڑھے تین بجے کے قریب

فراغت ہوجاتی، پھر سحری تناول فرماتے جو صرف چند لقمے ہوتی اور پھر نوافل میں مشغول ہوجاتے اذان فجر پر سنت الفجر مختصر پڑھتے، فوراً فرض نماز ہوتی، نماز بعد استراحت فرماتے اور سات ساڑھے سات بجے تقریباً بیدار ہوجاتے، استنجاء وضو سے فراغت فرماتے اوراشراق میں مشغول ہوجاتے اس وقت قرأت کافی طویل ہوتی اور نماز میں استغراق اور انقطاع عن الخلق کی وہ کیفیت ہوتی گویاالصلوٰۃ معراج المؤمنین ومناجات رب العالمین اور فلا تسئل عن حسنهن وطولهن (ان کی خوبصورتی اور لمبائی کو مت پوچھ) کا پورا ظہور ہوتا۔

اس ضعف وپیری وناتوانی وکثرت امراض (کہ کھڑے ہوتے ہی عموماً فوراً چکر آتا تھا) کے باوجود نماز میں خدامعلوم کہاں سے یہ قوت آجاتی کہ ضعف کا شائبہ تک بھی نہ ہوتا، کمال خشوع وخضوع کے ساتھ ساڑھے نو بجے تقریباً اشراق سے فراغت ہوتی اسکے بعد ایک دوصاحب کا قرآن پاک سماعت فرماتے تقریباً دس بجے تک اس کے بعد اہم اور ضروری خطوط اور فتاویٰ کے جوابات املا کراتے اسی دوران معتکفین میں سے کوئی سوال کرتا، حضرت جواب ارشاد فرماتے تقریباً گیارہ بجے تک یہ سلسلہ رہتا گیارہ سے ساڑھے گیارہ تک حضرت قدس سرہٗ کے فتاوی (جن کو ترتیب دیا جارہا تھا (الحمدللہ اس وقت ۲۳؍جلدیں شائع ہوچکی ہیں) یااور کوئی رسالہ حضرت قدس سرہٗ کو سنایا جاتا اور حضرت قدس سرہٗ مناسب ترمیم حذف، اضافہ فرماتے، ساڑھے گیارہ بجے کتاب الاعتدال فی مرتب الرجال پڑھ کر سنائی جاتی، جس میں تمام معتکفین شرکت فرماتے، حضرت والا قدس سرہٗ اپنے معتکف ہی میں کتاب سنتے اور توجہ فرماتے اور حاضرین کو باہر کتاب میں شرکت کا حکم فرماتے، بارہ بجے کتاب ختم ہوتی اس کے بعد کسی کو کوئی خاص مشورہ کرنا ہوتا کرتا، بعض اصحاب یکے بعد دیگرے کوئی کتاب حضرت قدس سرہٗ سے پڑھتے، اذان ظہر کے

قریب تک یہی سلسلہ رہتا اذان سے قبل ہی حضرت استنجاء وضو وغیرہ سے فراغت فرماتے اور سنتوں میں مشغول ہوجاتے اور ان چار سنتوں میں بھی قرأت کافی طویل ہوتی اور جماعت کے وقت تقریباً سنتوں سے فراغت ہوتی۔

نماز کے بعد معمولات آیت کریمہ کا ختم بعدہ دعا میں حضرت قدس سرہٗ شرکت فرماتے اس کے بعد ذاکرین ذکر میں مشغول ہوجاتے، اور حضرت قدس سرہٗ اپنے معتکف میں تشریف لے جاتے جہاں بیعت ہونے والے حضرات پہلے سے جمع ہوجاتے ان کو بیعت فرماتے پہلے سے بیعت شدہ حضرات میں سے کسی کو کچھ پوچھنا ہوتا یا ذکر میں اضافہ کرانا ہوتا وہ بھی حاضر ہوکر اپنی اپنی باتیں مختصراً عرض کرتے، حضرت والا ہر ایک کے موافق جواب سے سرفراز فرماتے اس کے بعد ذکر میں مشغول ہوجاتے اور ذاکرین کی طرف توجہ فرماتے جس کے اثرات حسب حال ذاکرین محسوس فرماتے، بعض مخصوص احباب نے بیان کیا کہ دوران ذکر محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز قلب میں بھری جارہی ہے۔

اپنے ذکر کے بعد حضرت قدس سرہٗ کچھ وقفہ کے لئے استراحت فرماتے جو برائے نام ہی استراحت ہوتی چونکہ استراحت کا وقت دن بھر میں عموماً فجر بعد ہی ہوتا، پھر استراحت کا موقعہ نہ ہوتا کچھ دیر بعد ہی مردانہ وار کھڑے ہوجاتے اور استنجاء وضو سے فارغ ہوکر پھر نفلوں میں مشغول ہوجاتے، اذان عصر کے بعد سنتیں پڑھتے جن میں قرأت کافی طویل ہوتی اور کبھی یہ سنتیں زیادہ طویل نہ ہوتیں بلکہ مختصر ہوتیں اور سنتوں سے فارغ ہوکر تلاوت میں مشغول رہتے۔

نمازعصر کے بعد عمومی مجلس ہوتی جس میں خود حضرت قدس سرہٗ شرکت فرماتے غروب سے پندرہ منٹ قبل تقریباً یہ مجلس ختم ہوتی، جس میں کتاب اکمال الشیم اور ارشاد

السلوک اور بعض دیگر کتابیں پڑھی جاتیں اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ تلاوت، تسبیح، دعاء وغیرہ میں مشغول ہو جاتے اس کے بعد افطار میں ایک فنجان زمزم ایک آدھ کھجور تناول فرماتے، فنجان بھی آدھا خود نوش فرماتے اور آدھا خادم خاص مستغنی عن الالقاب محترم مولانا الحاج محمد ابراہیم صاحب مدظلہ وزادلطفہ افریقی پانڈور کے حوالے فرماتے، چند گھونٹ کوئی شربت نوش فرماتے اور دوسری چند چیزیں بھی چکھتے گو بظاہر بالکل اخیر تک مشغول رہتے مگر یہ مشغولی محض خدام کی دلداری کے طور پر ہوتی، اس کے بعد نماز مغرب ہوتی، حضرت قدس سرہٗ نماز مغرب کے بعد نوافل میں مشغول رہتے اور اطمینان کے ساتھ نوافل سے فراغت پر کھانے میں شرکت فرماتے یہ شرکت بھی برائے نام شرکت ہوتی آدھی چپاتی شاید ہی بمشکل تناول فرماتے ہوں ورنہ تو کوئی ہڈی چوستے رہتے جس سے معلوم ہو کہ کھانے میں مشغول ہیں، کئی سال قبل ایک موقع پر ماہ مبارک ہی میں شام کے کھانے کے بارے میں فرمایا تھا

"مہمانوں کی رعایت میں بیٹھ جاتا ہوں ورنہ خواہش نہیں ہوتی۔"

کھانے کے بعد ۱۵/۲۰ منٹ استراحت فرماتے اور اذان عشاء پر وضو استنجاء سے فارغ ہو کر قبل عشاء کی سنتوں میں مشغول ہوتے پھر فرض وتر اوتح ادا ہوتی اس کے بعد یٰسین شریف کا ختم پھر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا، جس میں حضرت قدس سرہٗ برابر شریک رہتے اسکے بعد حضرت قدس سرہٗ کا وعظ ہوتا، آدھ پون گھنٹہ کبھی کم وبیش حسب ذوق جس کی کچھ کیفیت اوپر گزر چکی ہے۔

اخیر سالوں میں ناسازیٔ طبع کی وجہ سے کوئی کتاب پڑھ کر سنائی جاتی، بیان کے بعد نئے آنے والے یا صبح کو جانے والوں کا مصافحہ ہوتا کہ عمومی مصافحہ کا ایک یہی وقت ہوتا تھا دن میں آئے ہوئے مہمان حضرات اسی وقت مصافحہ کرتے اور جو حضرات کل کسی

وقت جانے والے ہیں وہ بھی اسی وقت مصافحہ کر لیتے خواص حضرات دن میں بھی کسی وقت موقع پاکر جب حضرت والا استنجاء و وضو کے لئے تشریف لے جاتے آتے جاتے وقت مصافحہ کر لیتے، مصافحہ سے فراغت پر حضرت قدس سرہٗ اپنے معتکف میں تشریف لے جاتے، خدام حضرات کوئی پھل یا کبھی کوئی آئسکریم وغیرہ یا کوئی شربت وغیرہ لاتے جس میں بعض خصوصی مہمان بھی شریک ہوتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض خصوصی حضرات کے لئے ان کے اپنے اپنے معتکف پر پہنچادیا جاتا، جس میں کبھی ۱۲ ر کبھی اس سے زائد وقت ہوجاتا اس کے بعد حضرت والا قدس سرہٗ بظاہر استراحت فرماتے کہ دیکھنے والے سمجھتے کہ سو رہے ہیں، ورنہ بعض خدام خواص نے لیٹے ہوئے بھی آہستہ آہستہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا، ان تمام معمولات و مشاغل کے ساتھ ایک قرآن پاک یومیہ ختم فرماتے کہ نصف صدی سے زائد سے ہر ماہ مبارک میں یومیہ ختم کلام پاک کا معمول تھا۔

غرضیکہ ماہ مبارک میں وہ دینی وروحانی ماحول ہوتا کہ اسی جیسے ماحول کا حال غالباً حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے:

”جو خدا کا بندہ تھوڑی دیر کے لئے بھی اس ماحول میں آجاتا وہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوجاتا، افسردہ طبیعتوں میں نئی گرمی بلکہ سرگرمی، پست ہمتوں میں عالی ہمتی اور اولوالعزمی، بلکہ مردہ دلوں میں زندہ دلی اور بلند پروازی پیدا ہوجاتی، بجلی کا ایک کرنٹ تھا جو دلوں سے دلوں کی طرف پہنچ جاتا ہے اور مردہ جسموں میں ایک بجلی سی پیدا کردیتا ہے، جو شخص اس روحانی وملکوتی فضا کو دیکھتا اس کا قلب شہادت دیتا کہ جب تک خدا طلبی کا یہ ہنگامہ برپا ہے اور دین وروحانیت کی شمع کے پروانوں کا ہجوم ہے

اور ہر قسم کے دنیوی اغراض اور نفس پرستی و دنیا طلبی سے بالاتر ہو کر خدا کو راضی کرنے اور اپنی آخرت کو بنانے کے لئے اتنے آدمی کسی جگہ جمع ہیں، دنیا تباہ نہ ہوگی اور زندگی کی اس بساط کو تہہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا اس وقت وہ بے اختیار خواجہ حافظ کے الفاظ میں اس طرح گویا ہو جاتا تھا۔"

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرایاد است
عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد است

اعتذار فقیہ الامت قدس سرہٗ

ان تمام تر خدمات معتکفین و مقیمین کی امکانی راحت رسانیوں کے باوجود حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ اخیر دن میں آنے والوں کا شکریہ ادا فرماتے اور معذرت فرماتے کہ میں آپ حضرات کی آپ حضرات کے شایان شان کوئی خدمت نہیں کر سکا، اپنے گھروں میں آپ حضرات آرام سے رہتے یہاں وہ آرام نہیں مل سکا، اس لئے معافی چاہتا ہوں، آپ حضرات معاف فرمائیں۔

ان کلمات کے سنتے ہی حالت بدل جاتی چیخ و پکار اور ہچکیوں کی آواز بلند ہو جاتی اور یہ حال ہوتا گویا ذبح کر دیا گیا بمشکل حاضرین اپنے آپ کو قابو میں کر پاتے۔

نماز عید اور مہمانوں کی واپسی

ماہ مبارک تمام ہوتا نماز عید کا اعلان کر دیا جاتا، اول وقت اشراق کے وقت ہی میں نماز ہوتی کہ بآسانی دور دراز جانے والے حضرات جاسکیں، قریب کے بہت سے حضرات شام ہی میں چاند ہوتے ہی اپنے گھروں کو لوٹ جاتے، شب عید میں ذکر صبح

صادق سے قبل ہی کر لیا جاتا اور نماز فجر کے بعد فوراً ہی حدیث مسلسل بیوم العید اور حدیث مسلسل بضیافت الاسودین پڑھی جاتی اور سب کو زمزم کھجور تقسیم کیا جاتا، نماز فجر کے فوراً بعد دستر خوان لگ جاتا اور سویاں وغیرہ کھلائی جاتیں، اور معتکفین مہمانانِ کرام حضرت والا قدس سرہٗ سے مصافحہ کرتے، حضرت والا مصافحہ کے ساتھ ساتھ ہر ایک کو ایک عطر کی شیشی کوئی رومال یا تولیہ وغیرہ عنایت فرماتے اور عید کی نماز ہوتے ہی اکثر حضرات اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔

اور ماہ مبارک کی ساری رونق ختم ہو جاتی خود حضرت والا قدس سرہٗ کے چہرۂ اقدس پر محسوس کرنے والے رنج وغم کے اثرات محسوس کرتے۔

اسفارِ حج وزیارت

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے بچپن ہی سے اپنے اور اپنے حبیب علیہ السلام کے عشق ومحبت کا کمال درجہ عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے دیارِ حرم سے عشق اور مدینہ طیبہ سے تعلق شیفتگی اور فریفتگی کی وجہ سے ہر وقت اس کی زیارت کی تمنا دل میں رہتی تھی اور اسی کے تصور میں ڈوبے رہتے تھے۔

عشق رسول اللہ ﷺ کی آگ آپ کے رگ وریشے میں اس درجہ سرایت کئے ہوئے تھی کہ اس دیارِ پاک کی حاضری کے لئے ہمہ وقت بے چین اور بے کل رہتے تھے اور اسی آتش شوق وعشق کی تسکین کی خاطر دیارِ پاک میں بار بار حاضری دیتے، اور فراق حرم وطیبہ کا غم ہمہ وقت آپ کو گھلاتا اور پگھلاتا رہتا تھا، گو کوہِ استقلال ہونے کی وجہ سے کبھی اس کا اظہار نہیں ہونے دیتے تھے۔ اسی عشق ومستی اور درد وسوز نے آپ سے متعدد حج اور متعدد عمرے کرائے۔

﴿پہلا سفرِ حج﴾

حضرت والا قدس سرہٗ کا پہلا سفرِ حج ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں ہوا، اس وقت حضرت والا کا قیام مظاہر علوم سہارنپور میں تھا، ۷ر شوال ۱۳۶۳ھ ۲۶ر ستمبر ۱۹۴۴ء بروز سہ شنبہ سہارنپور سے اس مبارک سفر کا آغاز ہوا اور حج و زیارت سے فراغت پر محرم الحرام ۱۳۶۴ھ ۲۴ر ستمبر ۱۹۴۴ء یکشنبہ سہارنپور واپسی ہوئی، مظاہر علوم کے ایک دوسرے استاد حضرت والا قدس سرہٗ کے بھی استاد تھے، مولانا زکریا صاحب قدوسی گنگوہی قدس سرہٗ حضرت والا کے اس سفر میں ساتھ رہے۔ یہ سفر بحری جہاز سے ہوا۔

﴿سامانِ سفر﴾

تکیہ کا ایک غلاف اس کے اندر دو جوڑی کپڑے ایک لنگی، احرام کی دو چادریں، ایک لوٹا، ایک چھتری، یہ کل سامان تھا یہی تکیہ یہی بستر ہاتھ میں تھیلا اور چھتری لئے سفرِ حج کے لئے جا رہے ہیں، راستہ میں بعض شناسا حضرات ملے انہوں نے پوچھا کہاں کا سفر ہے، ایک خاص انداز سے چھتری سے سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، یہیں مکہ تک جا رہا ہوں، اور یہ کہنا اس انداز سے تھا کہ وہ حضرات سمجھ بھی نہ سکے کہ یہ سفر سفرِ حج ہے چونکہ نہ ساز و سامان، نہ عزیز و اقارب، نہ رخصت کرنے والوں کا اژدہام، اس حالت میں سفرِ حج کا تصور بھی مشکل تھا، بظاہر تو بے سر و سامانی تھی، مگر توکل و اعتماد علی اللہ کا اعلیٰ سرمایہ ساتھ تھا، جس کی وجہ سے نصرت الٰہی اور غیبی مدد قدم قدم پر ہوتی رہی، سستے کا زمانہ تھا اس لئے کل صرفۂ سفر ایک ہزار روپے ہوا، اس وقت دیوبند سے دہلی تک کا کرایہ بارہ آنے یعنی پچھتر پیسے ہوتے تھے۔

حرم نبوی میں نماز کا اہتمام

حضرت والا کو حرم نبوی میں پہلی صف میں نماز پڑھنے کا بہت اہتمام تھا، گرمی ہو، جاڑا ہو، برسات کا موسم ہو آپ کسی دشواری اور رکاوٹ کی پروانہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ ایک موقع پر گرمی کی شدت کی بنا پر پورے بدن میں آبلے پڑ گئے اور دھوپ کی شدت ،سورج کی تمازت، ہواؤں کے گرم جھونکوں میں باہر نکلنا سخت دشوار ہوتا تھا، رفقاء ہر چند اصرار کرتے کہ قیام گاہ پر ہی نماز ادا کرلیں اور رخصت پر عمل فرمائیں مگر آپ برابر سخت سے سخت تکلیف کے باوجود حرم نبوی ہی میں نماز ادا فرماتے اور صف اول ہی میں اکثر کھڑے ہوتے، رفقاء کے اصرار کرنے پر فرماتے کہ ''بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہاں حاضر ہوکر بھی حرم میں نماز نہ پڑھی جائے۔'' اس ہمت اور مجاہدہ پر سب رفقاء حیرت میں رہ جاتے۔

دوسرا حج

۱۳۷۶ھ میں آپ دوسری مرتبہ حج وزیارت سے مشرف ہوئے جس کے لئے ۱۹ر شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۰ رمئی ۱۹۵۷ء بروز دوشنبہ کو روانگی ہوئی آپ کا قیام اس وقت جامع العلوم کانپور میں تھا۔

بے مثال مجاہدہ

حضرت والا قدس سرہٗ نے جس ذوق وشوق عبدیت وفنائیت اور کمال جذبۂ عشق ومحبت کے ساتھ حج کئے ہیں اس کی مثال بہت کم ملتی ہیں۔ پانی کے جہاز کا سفر جس میں بکثرت سر میں چکر آتے ہیں اور کھڑے ہوکر نماز ادا کرنا مشکل ہوتا ہے، حضرت والا نے

اس بحری سفر میں ایسا قوی مجاہدہ فرمایا جو خاصانِ خدا کا ہی حصہ ہے۔ محترم الحاج ......
بھیونڈی صاحب کا بیان ہے کہ ایک سفر میں میں حضرت مفتی صاحب کے ساتھ تھا، بحری جہاز میں میری سیٹ حضرت سے قریب ہی تھی، میں نے رات کے کسی حصہ میں حضرت مفتی صاحب کو بستر پر لیٹے نہیں دیکھا جب دیکھا تو نیت باندھے مصلے پر کھڑے پایا، بہت کوشش کی کہ حضرت مفتی صاحب کو رات کے کسی حصہ میں بستر پر لیٹے ہوئے دیکھوں، اس لئے رات کے مختلف حصوں میں کوشش کی مگر میں اس میں کامیاب نہ ہوسکا جب بھی دیکھا تو اپنے مولیٰ کے سامنے نیت باندھے ہی پایا، جب سفر کا یہ حال تھا تو کوچۂ محبوب میں پہنچ کر مجاہدہ کا کیا حال ہوا ہوگا۔

وفورِ شوق میں ایک ایک قدم میرا قیامت تھا
خدا معلوم کیوں کر جلوہ زارِ حسن تک پہنچا

بعض معتمد حضرات نے بیان کیا کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ شب و روز میں پچاس پچاس طواف کیا کرتے تھے، اور بعض دفعہ تو یہ تعداد ستر تک پہنچ گئی۔

منیٰ کے اندر جذب و مستی

منیٰ کے اندر جہاں لاکھوں عشاق خداوندی عشق و محبت میں کیف و مستی وارفتگی اور دیوانگی کی حالت میں ایک دوسرے سے بے خبر اور بے خود ہوجاتے ہیں اور محبوب کے دیارِ پاک کی ایک ایک چیز پر جان نچھاور کرنے کو جی چاہتا ہے حضرت والا قدس سرہٗ کا جن کا خمیر ہی گویا عشق و محبت کے پانی سے گوندھا گیا تھا عشاق و دیوانوں کے ہجوم میں کیا حال ہوتا تھا، جنہوں نے دیکھا ہے ان کا دل جانتا ہے کہ رات دن کے ذوق و شوق اور کبھی گریہ و

بکا آہ وزاری ومناجات ذکر وتلاوت اور توجہ انقطاع الی اللہ جیسی کیفیات میں گزرتا ہے بہت سے اجنبی اور ناواقف حضرات حضرت والا کے روز وشب کی کیفیات دیکھ کر ہی عقیدت مند اور ارادت مند ہوگئے اور ان کا یہ تعلق اپنے پورے گھرانوں اور خاندانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنا۔

محترم الحاج جمیل الدین صاحب کلکتوی زید مجدہم کے والد صاحب نے منیٰ کے اندر ہی حضرت والا کو دیکھا اور ایسی عقیدت پیدا ہوئی کہ بالکل گرویدہ ہوگئے اور حضرت والا کا پتہ لکھا اور حج سے واپسی پر حضرت والا کی قیام گاہ کانپور حاضر ہوکر باقاعدہ تعلق قائم کیا اور برابر آمد ورفت رکھی اور اپنے بچوں اور اہل خاندان کا تعلق قائم کرایا اور آج تک الحمدللہ قائم ہے، اور حضرت والا کے روحانی فیوض وبرکات سے فیض یاب وسیراب ہورہا ہے۔

﴿رمضان المبارک میں چودہ عمرے﴾

جس سال حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے رمضان المبارک نصف مکہ مکرمہ اور نصف مدینہ طیبہ میں گزارا، اور ہر رات کو عمرہ کرتے تھے اور ماہ مبارک میں چودہ عمرے کئے اس مبارک سفر میں حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ بھی ہمراہ تھے، اور تراویح سے فراغت پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے ہمراہ تنعیم جاتے، اور وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کرتے صبح صادق کے قریب تک فارغ ہوجاتے اس کے بعد سحری تناول فرماتے اور پھر فجر پڑھ کر آرام فرماتے، اس طرح حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی معیت میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے بھی ماہ مبارک میں چودہ عمرے ہوئے۔

۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں حج کرنا بھی بعض حضرات سے معلوم ہوا۔

۱۳۹۲ھ میں ایک حج بندہ کو یاد ہے ذی الحجہ کی پہلی یا دوسری تاریخ کو دارالعلوم سے چھٹی کی درخواست دے کر تشریف لے گئے اور اواخر ذی الحجہ میں سفر سے واپسی ہوگئی، اکثر کو معلوم بھی نہ ہوسکا کہ حضرت والا نے امسال حج بھی کیا ہے۔

مہتمم صاحب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو کسی طرح علم ہوا تو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے مطالبہ فرمایا کہ ”آپ نے حج میں جانے کی اطلاع بھی نہیں کی، اگر علم ہوجاتا تو دعا کی درخواست کردیتا۔“

حضرت نے جواب دیا میں نے بلا درخواست ہی حضرت کے لئے دعا کی ہے بلکہ ہر ایک کے لئے بالخصوص اہل تعلق میں سے ہر ایک کے لئے اس کا نام لے کر دعا کی ہے (اور یہ سفر تو ہوتا ہی ہے دعا کے لئے)، اور دیگر حجوں کی تفصیل اور صحیح تعداد معلوم نہ ہوسکی البتہ ۱۴۰۱ھ کے بعد مخدوم ومکرم مولانا ابراہیم صاحب زیدہ مجدہم کے پاسپورٹ کی مدد سے پانچ حج اور آٹھ عمرے نقل کئے ہیں۔

ایک حج ۱۴۰۱ھ میں ہوا، ۲/ ذی الحجہ کو حجاز کے لئے روانگی ہوئی اور پانچ صفر ۱۴۰۲ھ کو واپسی ہوئی، یہ حج افریقہ سے ہوا، پھر ایک حج ۱۴۰۵ھ میں ہوا، یہ حج بھی افریقہ سے ہوا، ۲۶/ ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ کو جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور ۱۲/ محرم ۱۴۰۶ھ میں واپسی ہوئی، ایک حج ۱۴۰۶ھ میں ہوا یہ حج ہندوستان سے ہوا، یکم ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ کو دہلی سے جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور ۹/ محرم ۱۴۰۷ھ کو واپسی ہوئی پھر ایک حج ۱۴۱۰ھ میں ہوا، یہ حج بھی ہندوستان سے ہی ہوا، ۲۴/ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ کو دہلی سے جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور ۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ کو واپسی ہوئی۔

پھر ایک حج ۱۴۱۲ھ میں افریقہ سے ہوا، ۲۸/ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ جدہ کے لئے

روانگی ہوئی اور پانچ محرم ۱۴۱۳ھ میں واپسی ہوئی۔

اسفار عمرہ

ایک عمرہ ۱۴۰۴ھ میں کیا یہ عمرہ افریقہ سے کیا، ۱۴ر صفر ۱۴۰۴ھ کو جدہ روانگی ہوئی اور ۲ر ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو واپسی ہوئی۔

پھر ۱۴۰۷ھ میں افریقہ سے ہی عمرہ فرمایا، ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ کو جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور ۱۲ر جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ میں واپسی ہوئی۔ پھر ۱۴۰۸ھ میں افریقہ سے ہی عمرہ فرمایا ۵ر رجب ۱۴۰۸ھ کو جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور ۲۴ر رجب ۱۴۰۸ھ میں واپسی ہوئی۔

۱۴۰۹ھ میں ایک دوسرا عمرہ افریقہ سے ہوا، ۹ر رجب ۱۴۰۹ھ کو جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور ۳ر شعبان ۱۴۰۹ھ کو واپسی ہوئی پھر ۱۴۱۰ھ مین افریقہ سے عمرہ فرمایا ۱۵ر رجب ۱۴۱۰ھ کو جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور پانچ شعبان ۱۴۱۰ھ میں واپسی ہوئی۔

پھر ۱۴۱۲ھ مین افریقہ سے عمرہ ہوا، ۱۲ر شعبان ۱۴۱۲ھ کو جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور ۲۵ر شعبان ۱۴۱۲ھ کو واپسی ہوئی۔

پھر ۱۴۱۳ھ مین ہندوستان سے عمرہ ہوا، ۲ر شعبان ۱۴۱۳ھ کو جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور ۱۸ر شعبان ۱۴۱۳ھ کو واپسی ہوئی۔

واپسی پر بے قراری

سفر حرمین شریفین سے واپسی پر حضرت والا کو جو بے قراری اور رنج وغم اضطراب اور بے تابی کی حالت ہوتی تھی کہ کوہِ وقار ہونے اور ضبط تام کے باوجود آنکھوں سے

آنسو جاری ہو کر اس کی غمازی کر ہی دیتے۔ اور یہ شعر آپ کے حسب حال ہوتا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

اور رات دن دیارِ پاک کی حاضری کے فکر و خیال ہی میں رہتے کہ کب اور کس طرح حاضری ہو اور کسی کے سفر حج یا سفر عمرہ کی خبر سنتے پھر تو ذوق و شوق اور زیادہ ابھر جاتا۔

جب سنتا ہوں جاتا ہے کوئی حج کے لئے
رشک آتا ہے کہ یہ شخص ہمیں کیوں نہ ہوئے

خانہ کعبہ کی طلب و آرزو

۱۴۱۲ھ میں سخت علالت کی حالت میں بغرض علاج دہلی الحاج عبداللہ صاحب کے یہاں قیام تھا اور شدت علالت کی بنا پر حرکت تک کرنا دشوار تھا اکثر اوقات بے چینی میں گزرتے، ایک روز الحاج عبداللہ صاحب نے سنا کہ حضرت فرما رہے ہیں ''ایسی حالت میں کیسے آسکتا ہوں، میں کس طرح حاضر ہو سکتا ہوں۔'' تنہائی تھی اور حضرت والا کسی خاص حالت میں تھے، بیداری تھی یا خواب یا حالت مکاشفہ اللہ ہی کو معلوم ہے، الحاج عبداللہ صاحب نے کلمات سنے تو حضرت سے عرض کیا ''حضرت! کیا فرما رہے ہیں، کہاں جانا ہے۔''

فرمایا ''میں نے دیکھا خانہ کعبہ کے دو پیر لگے ہوئے ہیں اور وہ چل کر میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا، اور یہ کہہ رہا ہے ''اگر آپ نہیں آتے تو میں ہی آپ کے پاس آرہا ہوں۔'' اس کو کہہ رہا ہوں کہ ''میں ایسی حالت میں کیسے آسکتا ہوں۔''

﴿شفقت ورحمت﴾

حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کو بھی حق تعالیٰ شانہ نے اس وصف عالی سے بڑا حصہ عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے آپ سراپا رحمت وکرم اور گویا مجسم شفقت ومحبت تھے یوں تو پوری امت کی تکلیف سے آپکو تکلیف ہوتی تھی، مگر اپنے اہل تعلق وارادت کی ادنیٰ تکلیف آپ کو بیکل اور بے چین بنا دیتی، اور برابر اس کے لئے دعا گو اور فکر مند رہتے۔

دعا کے ساتھ ساتھ دوا، تدبیر اور تعاون سے بھی برابر دستگیری فرماتے، بعض دفعہ کسی نے کوئی پریشانی ذکر کر کے دعا کی درخواست کی، حضرت والا نے دعاء فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس کی پریشانی دور فرمادی اور وہ شخص بے فکر ہو گیا، اس نے اطلاع کی تکلیف نہیں کی مگر جب دیکھا اس شخص کا جاننے والا ملا یا خود وہ شخص ملا، حضرت والا نے فوراً اس پر پریشانی اور ضرورت سے متعلق دریافت فرمایا، جس سے اندازہ ہوا کہ حضرت والا کو اس کا برابر فکر تھا، یہ نہیں کہ کسی نے کسی ضرورت کے لئے دعاء کی درخواست کی اور وقتی طور پر دعاء کر کے چھٹی کر دی، بلکہ حضرت والا برابر بے چین وفکر مند رہتے اور جس حد تک وہ شخص دردمند ہوتا، حضرت والا غالباً اس سے زیادہ ہی اس کا احساس فرماتے، اور اس سے زیادہ دردمند ہوتے، کہ کوئی قریب سے قریب عزیز اور ہمدرد دوست بھی شاید اتنا دردمند وفکر مند نہ ہو سکے۔

بعض دفعہ حضرت والا کی شدت علالت میں کسی خادم کی علالت کی خبر ملی تو دیکھا کہ حضرت والا کو اس کا فکر ایسا غالب ہوا کہ اپنی علالت بھول گئے۔ بعض دفعہ اپنے خدام پر ایسی شفقت فرماتے کہ بلا دعوت اور بلا اطلاع ان کے یہاں تشریف لے جاتے۔

شب میں پیشاب وغیرہ کی ضروت کے لئے اس طرح اٹھتے کہ پیر تک کی آہٹ

نہ ہو، چٹخنی اس طرح کھولتے کہ اس کی بھی بالکل آواز نہ ہو، مبادا سونے والوں کی نیند میں خلل ہو، ایک دفعہ سخت کھانسی کہ تمام شب نیند نہ آئی پوری رات اسی طرح گزری کہ کھانسی کی شدت کے باوجود اس کو اس طرح دبانے کی کوشش فرماتے کہ آواز نہ ہو اور آواز اندر ہی اندر ہی گھٹ کر رہ جاتی اب اس میں حضرت والا کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے، پوری پوری رات اسی طرح گزر جاتی، اس درجہ تکلیف اس لئے برداشت فرماتے کہ سونے والے خدام اور مہمانوں کی نیند میں خلل نہ آجائے، ناقابل برداشت تکالیف کو خدام کی وجہ سے برداشت فرمانا کس غایت درجہ شفقت کو ظاہر کرتا ہے۔

ایک سفر کے موقع پر بارش ہو رہی تھی مسجد کچھ فاصلہ پر تھی نماز کے لئے مسجد جاتے ہوئے ایک خادم چھتری حضرت کے اوپر کر کے لے کر چلا، حضرت والا تیزی سے اس طرح لپک کر چلتے کہ چھتری خادم پر رہے، مسجد میں اس طرح پہنچے کہ تمام کپڑے تر ہو چکے تھے اور سردی کا موسم یہ سب تکلیف برداشت کر کے خادم کو راحت پہنچانے کی انتہائی کوشش فرمائی خود بھیگ کر تر بتر ہو گئے مگر خادم محفوظ رہا۔

کسی کی شفقت کو والدین کی شفقت کے ساتھ تشبیہ دیا کرتے ہیں، مگر حضرت والا کی اپنے خدام پر شفقت کو والدین کی شفقت کے ساتھ تشبیہ دینا ترقی معکوس کے قبیل سے ہے۔ حضرت والا کو اپنے خدام پر جو شفقت تھی والدین کی شفقت کو اس سے کوئی مناسبت ہی نہیں، اسی وجہ سے خدام حضرت والا کی شفقت و مہربانیوں کے سامنے والدین کی شفقتوں کو بھول جاتے اور اپنی تمام تر ضرورتوں پریشانیوں میں حضرت والا سے بے تکلف رجوع کرتے اور اچھی بری سب حالت بیان کر دیتے، اور حضرت والا کے ساتھ وہ تعلق خاطر پیدا ہو جاتا جو اولاد کو والدین کے ساتھ کسی عزیز دوست کو اپنے عزیز ترین دوست کے ساتھ

بھی شاید نہ ہوتا ہو۔

اگر کسی جگہ مظالم وفسادات کی خبر سنتے تو آپ کو انتہائی صدمہ اور اضطراب ہوتا اور سخت بے چین ہو جایا کرتے۔

ایک خط میں احمد آباد کے فسادات اور مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا ذکر کیا گیا اور حضرت کو ڈابھیل تشریف آوری کی دعوت دی گئی تھی، حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ "خط سابق مل گیا ہے میں نے بھی حاضری کا ارادہ کرلیا ہے، فسادات احمد آباد کی خبروں نے ہوش وحواس خراب کردیے ہیں، ابھی تو میں نے ارادہ ہی کیا ہے ابھی یہ حال ہے خدا ہی علیم ہے، کہ وہاں پہنچنے پر کیا ہوگا، ممکن ہے کہ راستہ ہی میں بلاوا آجائے۔

اصلاح امت کی فکر

اسی قلبی شفقت ومحبت ورأفت ورحمت کا اثر ہے کہ حضرت والا کے قلب مبارک میں اصلاح امت کا جذبہ ہمہ وقت موجزن رہتا تھا اور امت کی بداعمالیوں، بداخلاقیوں میں مبتلا ہونے سے آپسی اختلاف وانتشار لڑائیوں، جھگڑوں حضرت والا قدس سرہٗ کی بے کلی وبے چینی شدید سے شدید تر ہو جاتی اور معلوم ہوتا کہ اصلاح کا جذبہ قلب ودماغ اور جسم کے تمام اعضاء واعصاب پر مستولی ہو گیا ہے اور وہ حال ہے جو اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔

شعلہا آخر زہر مویم دمید
از رگ اندیشہ ام آتش چکید

اس دھن اور تڑپ نے حضرت والا کو مدت العمر بے قرار رکھا اور شب وروز کا کوئی لمحہ اصلاح امت کی فکر اور سوچ سے خالی نہیں رہا۔ ایک مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو:

اقتباس مکتوب فقیہ الامت قدس سرہٗ

''جناب کا گرامی نامہ دل خراش اور جگر دوز پہنچا، میرے پاس الفاظ نہیں جن کے ذریعہ جواب دے سکوں۔ مسلمان تختۂ مشق بنا ہوا ہے، برطانیہ ہو یا فرانس، جرمن، چین، جاپان، فلسطین، لبنان، ہندوستان سبھی جگہ سے اسلام کی دی ہوئی عزت ختم ہو رہی ہے۔

اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جو امور پہلے حد درجہ بے غیرتی کہلاتے تھے آج وہ مایۂ عزت بنے ہوئے ہیں فالی اللہ المشتکی کچھ عرصہ پہلے تک تو دوسروں پر ترس آتا تھا اور فکر ہوتی تھی کہ ان کا ایمان کیسے باقی رہے گا، اب اپنے متعلق یہی فکر ہے کہ ہمارا ایمان کیسے سلامت رہے گا۔

(دعوت و تبلیغ)

حضرت والا کی تمام زندگی ہی درس و افتاء تزکیۂ نفس و تربیت باطن، وعظ و ارشاد کے ساتھ ساتھ ہی دعوت و تبلیغ میں گزری۔ حضرت والا تمام امت کے لئے دعوت و تبلیغ کو بہت ضروری خیال فرماتے تھے، اور اکثر اس کی ترغیب دیتے اور تاکید فرمایا کرتے تھے، بہت سے نو فارغین کو تبلیغ میں سال لگانے کا مشورہ دیتے اور قلبی تقاضا ہوتا کہ ہر ہر فرد دعوت و تبلیغ کو مقصد حیات سمجھے۔

حضرت والا رات دن اسی فکر اور درد و بے چینی میں گزارتے تھے، کانپور قیام کے زمانہ میں وہاں مرکز تبلیغ میں ہفتہ واری اجتماع میں ضرور شرکت فرماتے حسب مشورہ بیان بھی ہوتا تبلیغی احباب کے ساتھ مشوروں میں بھی شریک رہتے اور احباب کو لے کر مرکز نظام الدین بھی مشوروں میں شرکت فرماتے، اور سہ روزہ جماعتوں میں تشریف لے جاتے، سالانہ اجتماعات وغیرہ میں بھی شرکت فرماتے، بیان بھی حسب مشورہ حضرت والا

کا ہوتا، اجتماع میں ہونے والے تمام بیان بغور سماعت فرماتے۔ سہارنپور اور مظفر نگر اور ملک کے دیگر علاقوں میں ہونے والے اجتماعات میں حسب موقع شرکت فرماتے۔ غیر ملکی سفر کے دوران وہاں مرکزی تبلیغ میں ہفتہ واری اجتماع اور سالانہ اجتماعات میں بھی برابر شرکت فرماتے، اور بیان بھی فرماتے، اور وہاں کے احباب کو مفید مشوروں سے نوازتے۔

کانپور کی جامع مسجد جو کہ مدرسہ جامع العلوم کی مسجد تھی حضرت والا نے اپنے تمام انتظام سے وہاں سے سالانہ اجتماع کرایا، اور مدرسہ کے اس سال کے فارغین مولانا انوار صاحب اور مولانا عبدالغنی صاحب وغیرہ کو چلّہ کے لئے بھیجا، اور تعلق والے احباب کی ایک بڑی جماعت اپنے فکر سے چلّہ کے لئے نکالی، اور جب تک وہاں قیام رہا ملنے جلنے والے احباب کو زور دے کر جماعتوں میں برابر بھیجتے رہے، بلکہ جن دیہاتوں میں تشریف لے جاتے تھے وہاں اہل تعلق کو جماعتوں میں نکلنے کی ترغیب فرماتے رہتے۔

دعوت و تبلیغ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات مفصل اور مدلل تحریر فرماتے جو فتاویٰ محمودیہ میں طبع ہو چکے ہیں۔

اسفار برائے دعوت و تبلیغ

حضرت والا قدس سرہٗ نے ابتداء میں حضرت مولانا الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی ہمرکابی میں میوات وغیرہ میں متعدد اسفار فرمائے ہیں اور ان اسفار کے حالات بھی حضرت والا قدس سرہٗ بڑے لطف سے بیان فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ پہاڑی سفر

ایک دفعہ سنایا۔ ’’حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ میوات میں تشریف لے گئے،

پہاڑی سفر تھا۔ پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں، وہاں ایک مولانے تھے، حضرت مولانا ان کو ماموں کہا کرتے تھے، ان کو فکر ہوا کہ اب مولانا چائے کو فرمائیں گے، کہاں سے چائے لاؤں گا۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "ماموں، حضرت نبی کریم ﷺ دین کو پھیلانے کے لئے کتنے پہاڑوں پر چڑھے ہیں، آج پہلی دفعہ ایک پہاڑ پر چڑھنے کا موقع ملا ہے، اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے۔ اس طرح ان کے ذہن کو اس طرف لگایا۔"

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ سفر میوات

ایک دفعہ کا واقعہ سنایا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، کے ساتھ میوات جانا ہوا۔ سخت ترین گرمی کا زمانہ تھا، پھر دوپہر کا وقت، پہاڑی سفر اور پتھر کے مکان تھے، ایک پتھر کے مکان میں لے جا کر ٹھہرا دیا۔ ایک چارپائی پر مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور دوسری چارپائی پر ہم تین آدمی۔ ابھی حضرت مولاناؒ کی آنکھ لگی ہی تھی کہ ایک بڑا مجمع مصافحہ کے لئے آ گیا۔ میں نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تکلیف کی وجہ سے ان لوگوں کو روکنا چاہا کہ ابھی حضرت آرام فرما رہے ہیں بعد میں آنا۔ حضرت مولاناؒ کی آنکھ کھل گئی، تو فرمایا "مراجعت روکومت، روکومت۔" اور فرمایا "برداشت کرو، آنے دو آنے دو۔" اور کھڑے ہو کر ہر ایک سے مصافحہ فرمایا اور خیریت دریافت فرمائی، پھر ان کو رخصت فرمایا۔ اور فرمایا مولوی محمود جب تک طالب کے قلب میں اپنی اتنی قدر پیدا نہ کر دو کہ وہ تمہاری جوتیوں کو چپاتی سمجھنے لگے تب تک ان پر سختی کرنے کا حق نہیں۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ ایک سفر میں

-: وعظ پر ہنگامہ :-

ایک سفر کا واقعہ سنایا: ''ایک جگہ جانا ہوا، درمیان میں جمعہ کا دن آیا جمعہ کی نماز راستہ میں ایک بستی میں پڑھنی تھی وہاں ٹھہرنا نہیں تھا، صرف جمعہ کی نماز پڑھنی تھی مگر وہاں پہلے سے خبر پہنچ گئی، کچھ بھائی لوگ (مخالفین) بھی وہاں موجود تھے انہوں نے جب (ہم لوگوں کو) دیکھا تو کہنے لگے ''اوہو یہ آرہے ہیں۔'' شور کرنا شروع کردیا کہ ''تقریر نہیں ہوسکتی۔'' (حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور ہم لوگوں کی) کسی نے کہا ''ضرور ہوگی۔'' کسی نے کہا ''نہیں ہوگی۔'' مسجد میں پہنچے تو یہی ہنگامہ، وہاں کے امام صاحب کہنے لگے ''آج مولانا صاحب آئے ہیں یہ تقریر کریں گے، اور نماز پڑھائیں گے، تو اس سے ان کی شان نہیں بڑھ جائے گی، ان کے جانے کے بعد تو میں ہی ہوں، ٹوٹا پھوٹا قاضی۔'' اس پر کسی نے کہا ''تقریر نہیں ہوگی۔'' میں نے کھڑے ہوکر کہا ''تقریر نہیں ہوگی، مولانا تقریر کرنے کے لئے تشریف نہیں لائے ہیں اور امام صاحب سے کہا نماز آپ پڑھائیں گے ، مولانا نہیں پڑھائیں گے بلکہ وہ آپ کے پیچھے پڑھیں گے۔'' اس کے بعد امام صاحب نے نماز شروع کی، نماز کے فوراً بعد کسی نے کہا ''مولانا کا وعظ ہوگا، ادھر سے کسی نے کہا کہ ''ہرگز نہیں ہوسکتا۔'' اس طرح شوروشغب مسجد میں ہوتا رہا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اطمینان سے سنتیں پڑھتے رہے، سنتوں سے فارغ ہوکر کھڑے ہوئے اور ہم سے خطاب فرمایا۔ ''کیوں بھئی تمہیں تقریر کرنے پر اتنا اصرار کیوں ہے؟ کیا تم لوگوں کا کام تقریریں کرنا ہے۔؟''

میں نے کہا ''حضرت! بالکل نہیں یہاں تقریر نہیں ہوگی، ہم تقریر کرنے نہیں آئے

ہمارا کام صرف تقریریں کرنا نہیں ہے۔" اس پر مولانا نے فرمایا "ہاں بالکل نہیں، ہمارا کام تقریریں کرنا نہیں اور نا ہم تقریریں کرنا جانتے ہیں، ہم تو صرف اتنی سی بات کہتے ہیں، اور اتنی سی بات ہم کو کہنی ہے وہ یہ کہ۔"......اور اس؛ اتنی سی بات کو ڈیڑھ گھنٹے میں بیان فرمایا، لوگ موجود تھے پولس بھی موجود تھی مگر جو جہاں تھا اسی حالت میں ہکا بکا اور ساکت رہ گیا، ڈیڑھ گھنٹے بیان فرمانے کے بعد کہا "بس اتنی سی بات کہنی تھی اور کچھ نہیں کہنا ہم جا رہے ہیں، السلام علیکم ورحمة الله وبركاته۔"

﴿شہر کانپور میں اصلاحی خدمات﴾

حضرت والا قدس سرہٗ پر دعوت وتبلیغ کا اس درجہ غلبہ تھا کہ کانپور قیام کے زمانے میں لوگوں کے مکانوں دکانوں پر اور شہر کی مختلف مساجد میں احباب کی ملاقات کے بہانہ عصر بعد تشریف لیجاتے اور اس طرح خاموشی کے ساتھ اصلاح امت کا فریضہ انجام دیتے، بعض حضرات کو بازاروں، مکانوں پر تشریف لے جانے پر اشکال بھی ہوتا، چنانچہ ایک دفعہ مولانا مفتی منظور احمد صاحب زید مجدہم قاضی شہر کانپور نے بھی اس سلسلہ میں عرض کیا اس وقت زبان مبارک پر ان خدمات کا ذکر آ گیا جو خفیہ طور پر انجام پا رہی تھیں کہ کسی نے داڑھی رکھ لی تھی، دوکانداروں نے پلاسٹک کے جاندار کھلونوں کی فروخت بند کر دی تھی، کسی نے نماز کی سستی چھوڑ کر نماز باجماعت کا اہتمام شروع کر دیا تھا، کسی نے خرید وفروخت کا ناجائز طریقہ چھوڑ کر اس کی اصلاح کر لی تھی، بعض نے قادیانیت، شیعیت کے غلط عقائد سے توبہ کر لی تھی، بعض نے بیاہ شادیوں کی غلط رسومات سے توبہ کر کے سنت طریقہ اختیار کر لیا تھا، غرض نا جانے کتنی چیزوں کی اصلاح خفیہ طریقہ پر ہو رہی تھی جس سے مصلح کے علاوہ کوئی دوسرا شخص واقف نہیں تھا۔[1]

---

[1] روایت محترم مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب زید مجدہم۔

کانپور کے اطراف میں اسفار اور ان کے ثمرات

حضرت مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب زید مجدہم حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کے اسفار دعوت وتبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ ’’ایسے دیہاتی جنہیں کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا، صرف ایک بات جانتے کہ حضرت مفتی صاحب آئے ہیں، اور شام کو خود بخود مسجد میں آموجود ہوتے، دروازے پر وعظ ہوتا وہاں موجود ہوتے، فجر کے بعد وعظ ہوتا وہاں موجود ہوتے، کوئی اپنے گھر لے جانا چاہتا، حضرت کے یہاں انکار کا خانہ ہی نہیں تھا، کسی بچی نے قرآن ختم کیا آپ وہاں موجود، کسی نے دعا کے لئے کہا آپ وہاں موجود۔

غرض کہ ہر وقت یہی سلسلہ لگا رہتا اور آپ نے کبھی اس بات کو جی میں نہیں رکھا کہ یہ لوگ تو ہمارے یہاں نہیں آتے ہم کیوں جائیں، جب ان کو ہی تعلق نہیں تو ہم ہی کیوں تعلق رکھیں۔ کانپور سے بینی گنج ایک سو پچیس ۱۲۵ رکلومیٹر ہے، سواری کے ذرائع بھی اس قدر آسان نہیں تھے، ٹرین سے کبھی بالا مئو تشریف لاتے، ایک گھنٹہ کا وقت بھی ملتا تو بستی تشریف لے جاتے وہاں جناب یوسف بھائی کا مکان قیام گاہ تھا، وہاں سے ٹرین سے بینی گنج تشریف لے جاتے، سفر کی یہ صعوبت بے تکلف برداشت فرماتے۔

کبھی سندیلہ اترتے وہاں سے بینی گنج تشریف لے جاتے، اس وقت سندیلہ سے بینی گنج بسوں کا نظام صحیح نہیں تھا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ بس نہیں جا رہی ہے، ایک ایسے ہی موقع پر جبکہ بندہ ساتھ تھا حضرت والا نے رکشہ سے ۱۷ رمیل کا سفر جمعہ کے دن بینی گنج کا سندیلہ سے فرمایا۔ ہر چند سندیلہ کے احباب نے اصرار کیا، آپ نے فرمایا ’’آگے کا نظام بنا ہوا ہے، جانا ضرور ہے۔‘‘ اور رکشہ دو گھنٹہ میں بینی گنج پہنچا، مگر آپ پر کسی تکان کا نام بھی

نہیں۔

ایک دفعہ حضرت والا رات کے وقت دہرہ لیٹ ہوجانے کی وجہ سے بالامئو دیر سے پہنچے، برسات کی اندھیری رات میں پانی بھی برس رہا تھا، ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہ دے رہا تھا، ایسے میں اسٹیشن پر یوسف بھائی کے مکان کا راستہ دریافت کیا ایک قلی رات کے وقت پانچ روپیہ میں لے جانے پر آمادہ ہوا، سیدھی سڑک کے بجائے کھیتوں سے ہوتا ہوا دوسرے شخص کے دروازہ پر پہنچادیا۔ پیسے دینے تھے، حضرت نے دے دیئے، قلی تو چلا گیا، حضرت والا نے پھر جدوجہد کی اور بڑی مشکل سے بدقت تمام بھائی یوسف صاحب کے مکان پر پہنچے۔

ان دنوں بالامئو سخت مخالفت کے دور سے گزر رہا تھا مسجد پر بھی بدعتیوں کا قبضہ تھا، بھائی یوسف صاحب کے خاندانی لوگ بھی سب مخالف تھے، حضرت والا نے بار بار تشریف لے جاکر وعظ ونصیحت کے ذریعہ ایسی محنت کی کہ آج ایک بھی ایسا نہیں جو اس خاندان کی مخالفت کرسکے، مسجد بھی اہل حق لوگوں کے قبضہ میں ہے اور سخت مخالفین سب وشتم کرنے والوں کے بیٹے نہیں تو پوتے ہم نوا ہیں، لیکن کسی کو کیا علم اس کے پیچھے حضرت والا نے قدم قدم پر کیسی ٹھوکریں کھائی ہیں، کیسے کیسے روڑے اٹکائے ہیں اور کیا کچھ نہیں کیا گیا۔

حضرت والا کو ایک دھن تھی دل میں اخلاص تھا عزم تھا، نتیجہ یہ تھا کہ اصلاح ہوکر رہتی تھی، کبھی کسی سے آپ نے یہ نہیں چاہا کہ یہ ہمارے متعلقین میں سے ہوجائیں۔ اس پورے علاقہ میں چند افراد کو چھوڑ کر جو انگلیوں سے گنے جاسکتے ہیں، سب کے سب حضرت مولانا ابرارالحق صاحب مدظلہٗ سے مرید ان کے خاص احباب ہیں۔ حضرت کو تو اس طرف کچھ التفات نہیں تھا کوئی بیعت کرنے کو کہتا تو آپ فرماتے، ہردوئی جاکر مرید

ہو جاؤ میں تو کبھی کبھی آتا ہوں، صحیح فائدہ تم کو انہیں سے پہنچے گا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس پورے علاقہ میں حضرت کی توجہ سے اور آپ کے قدموں کی برکت سے جہاں قدم رکھا گیا دین کا ایک تناور درخت شاداب گھنی چھاؤں والا تیار ہو گیا، اس پورے علاقہ سے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب زید مجدہم کو جس قدر افراد ملے کہیں سے نہیں ملے۔ پوری دعوت الحق کے بنیادی افراد سے لے کر شاخ در شاخ پتیاں تک اکثر وہی ہیں جن پر یا جن کے والدین پر حضرت والا کی محنت ہوئی ہے۔

ایک مقصد تھا اور اس کے لئے دوڑ دھوپ تھی کہ زیادہ سے زیادہ اللہ کے بندے اپنے رب سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں اور اپنے رب کو راضی کرنے کے اعمال پر آجائیں اور کل قیامت کے دن جب نبی پاک ﷺ دریافت فرمائیں کیا لے کر آئے تو عرض کر سکیں یہ ہیں میری زندگی کی کمائی، ایسے عالی مقصد کی تکمیل کے لئے کتنی مشقت اٹھانی پڑیں، کتنی مصیبتیں جھیلنی پڑیں، فاقے دشواریاں پیش آئیں سب گوارا۔

ایک دفعہ عصر کے بعد حضرت والا کو ٹرین میں اس طرح سوار کیا کہ ڈبہ میں پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں، حضرت نے اپنا بستر ایک جگہ رکھا اور جھولا ڈاک کا ہاتھ میں لیا اور کھڑے ہو گئے فرمایا ''تم اب جاؤ۔'' واپسی پر دریافت کیا کہ ''لکھنؤ میں بیٹھنے کی جگہ تو مل گئی ہوگی۔'' دل پر ہاتھ رکھ کر سماعت فرمائیں، ارشاد فرمایا ''صبح چار بجے کٹنی تک اس طرح سفر کیا کہ بستر سر پر تھا اور قرآن پاک کی تلاوت وردِ زباں۔''

سوچ سوچ کر روح میں سناٹا طاری ہوتا ہے اخلاص، للّٰہیت، بے نفسی، بے غرضی ہی اتنی مشقت پر آمادہ کر سکتی ہے۔

ایک دفعہ ایک سفر کی روئیداد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''میزبان اسٹیشن پر آیا

نہیں، بارش ہورہی تھی دس بارہ میل کا سفر کیا، پانی میں راستہ ظاہر نہیں ادھر سے ادھر بھٹکتے رہے، اندھیری رات میں ایک بستی میں پہنچنا ہوا، ان لوگوں نے بتایا آپ غلط سمت آ گئے وہ بستی یہاں سے اتنی دور ہے آپ وہیں رک گئے، ان لوگوں نے کھانے پر اصرار کیا، آپ نے ارشاد فرمایا بغیر صدا لگائے ہوئے تو کھانا کھاتا نہیں ہوں۔"

چنانچہ لوگ جمع ہوئے آپ کا وعظ ہوا، آپ نے رات کو کھانا تناول فرمایا، اور صبح اس جگہ پہنچے جہاں کے لوگوں نے دعوت دی تھی۔ کس وقت آپ اپنے مستقر سے چلے ہونگے، کب کہاں کس اسٹیشن پر پہنچنا ممکن ہوا ہوگا اور کھانا کس وقت، کیسا نصیب ہوا ہوگا۔

ان سب واقعات کے ساتھ یہ دھیان ضرور رکھئے کہ عمر شریف اس وقت پچاس سے تجاوز کر چکی تھی۔

﴿سفر میں ساتھیوں کا خیال﴾

سفر کے معالے میں آپ اپنے ساتھیوں کا بہت لحاظ فرماتے اور ہر طرح اطمینان کر لیتے۔ رات کو ایک دفعہ باندے سے چلنا ہوا، لاری کا سفر پہلے سب کو سوار کرا چکے تب سوار ہوئے۔

﴿سفر میں کھانا ساتھ نہ لے جانے کی عادت﴾

سفر میں کبھی کھانا ساتھ لے کر چلنے کی عادت نہیں رہی، جہاں جیسا ضروری خیال فرمایا، یا جو مل گیا تناول فرما لیا، یا کھانے کی چھٹی کر دی، جب منزل پر پہنچے اس وقت تناول فرما لیا۔

گھوڑے کی سواری

گھوڑے کی سواری آپ کو پسند تھی۔ ایک دفعہ ایک دیہات جانا ہوا، وہاں اول سائیکل پر بیٹھے، مگر چلانے والا سنبھال نہ سکا، ایک دوسرے نے وہاں تک پہنچایا، مگر واپسی پر گھوڑے پر سوار ہو کر واپس ہوئے، گھوڑے پر انتہائی مشاقی کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ اندازہ ہوتا تھا کہ گھوڑے کی سواری کے بڑے مشاق ہیں، سائیکل کی سواری ناپسند فرمائی۔

سفر میں بلانے والوں کا شکریہ

ایک دفعہ حضرت والا شاہجہانپور تشریف لے گئے، دیہات کے چند لوگوں نے اپنے گاؤں لے جا کر وعظ کرنے کی درخواست کی، آپ نے فرمایا ''اس وقت نہیں کل شام تک مدرسہ پہنچنا ضروری ہے، کانپور خط لکھ دینا۔''

لوگوں نے پوچھا ''کیا خرچ ہوگا۔'' آپ نے ارشاد فرمایا'' کچھ خرچ نہیں ہوگا، کسی چیز کی ضرورت نہیں، جس طرح اپنی اصلاح کے لئے آپ کو وعظ کی ضرورت ہے ویسے ہی ہم کو دین کی یہ امانت جو ہم تک پہنچی ہے نا جاننے والوں تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ یہ تو آپ کا احسان ہوا کہ میرے لئے سہولت فراہم کر دیں گے، مجھے اشاعت دین کا موقع دیں گے۔ ہم کو تو آپ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔''

ان لوگوں نے عرض کیا ''ہم اور علماء کو بھی بلانا چاہتے ہیں۔'' آپ نے ارشاد فرمایا'' کہ آپ ان حضرات کی خدمت میں لکھیں کہ ہم اللہ کے واسطے محض اپنی اصلاح کی خاطر وعظ سننا چاہتے ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر جو کی روٹی کھلا سکیں گے اور زیادہ سے زیادہ کرایہ پیش کر سکیں گے۔ آپ ہمیں دین کی باتیں بتانے کے لئے تشریف لائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ علماء

حق آپ کی طلب پر ضرور تشریف لائیں گے۔"

﴿اسفار افریقہ﴾

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کئے ہوئے

روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کئے ہوئے

حضرت قدس سرہٗ کے جد اعلیٰ سیدنا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات خاندان اور قبیلہ کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ بدر اور اس کے بعد تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک رہے اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ گویا تمام عمر غزوات ہی میں گزاری، یہاں تک کہ جب لشکر اسلام نے قسطنطنیہ کو فتح کیا اس وقت بھی شریک جہاد تھے، حالانکہ سخت بیمار تھے اور بچنے کی کوئی امید نہ تھی مگر وصیت کی کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو میرا جنازہ ساتھ ساتھ لے جانا اور جہاں لشکر اسلام دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہو مجاہدین کے قدموں میں مجھے دفن کر دینا، تاکہ قیامت میں عرض کر سکوں، "اے پروردگار! جب تک بدن میں جان رہی تیرے دین کے لئے جہاد کرتا رہا اور مرنے کے بعد میرا جنازہ بھی دین کی اشاعت کی خاطر مجاہدین کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا راستہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کے جنازہ کو مجاہدین کے ساتھ لے جاتے رہے اور جہاں معرکہ ہوا قسطنطنیہ کے قریب اسی میدان میں حسب وصیت (مجاہدین کے قدموں کے نیچے) قلعہ کی دیوار کے نیچے دفن کیا گیا۔

وہی ایوبی خون حضرت والا کی رگوں میں دوڑ رہا تھا جو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا تھا، اسی نے مدت العمر دین کے ہر میدان میں رواں دواں اور سرگرم عمل رکھا اور جنوبی

افریقہ کے تقریباً ایک درجن سفر کرائے اور وہاں کے ریگستانوں کی خاک چھنوائی۔

قافلۂ مجاہدین سے نسبت رکھنے والے خانوادہ ایوبی کے چشم و چراغ اور فرزند جلیل حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کی خدمات جلیلہ انتہائی ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود موجب حیرت تھیں۔ ہسپتال میں داخل ہیں ملاقات پر پابندی از خود حرکت دشوار، بات کرنا مشکل، کھانا پینا تقریباً بند، آس و یاس کی درمیانی حالت، مگر جب ذرا حالت سنبھلی کچھ افاقہ ہوا فوراً معلوم ہوا کہ افریقہ تشریف لے گئے۔ لوگوں کے لئے معمولی سفر کا بھی تصور مشکل ہوتا ہے، چہ جائیکہ اتنی دور دراز ملک کا سفر اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

اور وہی ایوبی خون ہے جو اس ضعف و بڑھاپے میں بھی چین نہیں لینے دیتا تھا اور حضرت والا اپنے ناتواں جسم (گویا ہڈیوں کے ڈھانچے کو لئے ملک ملک پھرتے تھے، تاکہ کل قیامت میں اپنے خالق و مالک کے حضور عرض کرسکیں کہ اے پروردگار عالم! اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک ایک سانس تیرے دین کی اشاعت میں صرف کرکے آیا ہوں اور انتہائی ضعف اور بڑھاپے کی آخری منزلوں میں بھی اپنے جسم کی ہڈیوں کے ڈھانچے کو تیرے دین کی خاطر لئے لئے پھرا ہوں۔

﴿اسفار برطانیہ و امریکہ﴾

حضرت والا قدس سرہٗ نے برطانیہ کے بھی کئی سفر فرمائے، ایک آنکھ کے آپریشن کے سلسلہ میں ہوا اور تقریباً دو ماہ قیام رہا، یہ سفر اور دوسرے اسفار مخدوم و مکرم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا زید مجدہم مہتمم دارالعلوم بری کی دعوت پر ہوئے۔ امریکہ کے سفر حضرت مولانا ڈاکٹر اسماعیل صاحب زید مجدہم کی دعوت پر ہوئے۔

شجاعت و جوانمردی

سید المرسلین حضرت نبی اکرم ﷺ کی صفت، اشجع الناس (لوگوں میں بہادر ترین) بیان کی گئی ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے وصف شجاعت سے بھی خاص حصہ آنحضرت ﷺ کی نیابت میں حضرت والا قدس سرہٗ کو عطا فرمایا تھا، بڑھاپے کی آخری منزلوں میں بھی آپ کی ہمت مردانہ بڑے بڑے جوانمردوں کو حیرت زدہ کئے ہوئے تھی، شدت ضعف او کبرسنی سے قبل تو اپنی قوت وطاقت پر ناز کرنے والے جوان طالب علم زور آزمائی کر کے عاجز آجایا کرتے تھے اور ۵۰/۶۰ رسال کی عمر تک کوئی جوان العمر تندرست آدمی بھی حضرت والا سے پنجہ نہیں ملاسکتا تھا۔ ۲۰/ ۲۵ رسالہ نوجوان طلبہ بعض دفعہ پنجہ ملاتے تو معلوم ہوتا کہ لوہے کے ہاتھ ہیں یا ان میں شیشہ پلا دیا گیا ہے اور پسینہ پسینہ ہوکر توبہ کرتے نظر آتے۔

بعض طالب علم خدمت کے لئے حاضر ہوتے آپ فرماتے "کیوں دباتے ہو، مجھے خدمت کی ضرورت نہیں لو یہ میرا ہاتھ سیدھا ہے اس کو ذرا ٹیڑھا کردو انعام کا ایک روپیہ دونگا۔

بعض مرتبہ کئی کئی طالب علم لگ جاتے مگر ہاتھ کو ٹیڑھا نہ کر سکتے، پھر حضرت والا ارشاد فرماتے اچھا اب رکو یہ ٹیڑھا ہے اب اس ہاتھ کو سیدھا کردو پھر سب طلبہ جٹ جاتے اور ہر چند کوشش کرتے مگر سیدھے ہاتھ کو ٹیڑھا یا ٹیڑھے ہاتھ کو سیدھا نہ کر پاتے، کبھی ایک انگلی کھول کر فرماتے اس کو بند کردو تو کبھی بند کر کے فرماتے اس کو کھول دو، مگر سارا زور صرف کر کے بھی تغیر ممکن نہ ہوتا۔

حضرت والا لاٹھی چلانا بھی بہت عمدہ جانتے تھے، چارپائی پر کھڑے ہوکر لاٹھی

جاتے، چارپائی کے نیچے چھپا ہوتی اس کو نکالنے کا وقت نہ ملتا۔ قیام کانپور کے زمانے میں بھی طلبہ کو بھی پیشتر سے بتلا دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے "سیکھا ہنر کبھی بہت کام آئے گا"

ایک دفعہ گنگوہ میں کسی پڑوسی کے گھر میں سانپ نکل آیا اور سانپ بھی کالا اور اس کو دیکھ کر کسی کی ہمت قریب جانے اور اس کو مارنے کی نہ ہوئی۔ ایک بچی بھاگی ہوئی حضرت والا کے پاس آئی، حضرت والا فوراً کھڑے ہوئے اور جا کر ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام کر دیا۔ حالانکہ مشہور ہے کہ کالے سانپ کا مارنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ بہت ہوشیار ہوتا ہے، داؤ پیچ سے واقف ہوتا ہے، ضرب کے ساتھ حملہ کرتا ہے۔ اس کو مارنا بڑے دل گردے کا کام ہوتا ہے، مگر حضرت والا پر کسی قسم کے خوف و ہراس تک کا اثر نہ ہوا۔

حضرت والا بہت تیز رفتار تھے کہ کوئی جوان حضرت والا کے ساتھ نہ چل سکتا۔ حضرت والا اطمینان سے چلتے ہوئے محسوس ہوتے اور ساتھ والے کو بھاگنا دوڑنا پڑتا تب ساتھ ہو سکتے۔ بعض دفعہ انبہٹہ سے گنگوہ کی مسافت عصر مغرب کے درمیان طے ہو جاتی کہ ہر آگے جانے والے کو دوڑ کر یا تیز چل کر پچھاڑ دیتے اور تیز سے تیز ہو کر آگے بڑھتے چلے جاتے۔

جامع العلوم کانپور میں طلباء کو کتابیں کتب خانہ سے نکال کر خود تھے لا کر عنایت فرماتے اور سب کتابیں جمع فرما کر نیچے اوپر سے خود پہنچاتے۔ زینہ میں ۲۷ سیڑھیاں چڑھ کر کتابیں اوپر لیجانا اور نیچے لانا آپ کی جفاکشی کا ایک نمونہ تھا۔

ایک دفعہ شام ۴ بجے سے صبح چار بجے تک کا سفر ٹرین میں اس طرح کیا کہ بستر سر پر، نہ سامان رکھنے کو جگہ مل سکی، نہ خود بیٹھنے کی اور اس پر بھی نہ شکوہ نہ شکایت خندہ پیشانی سے سفر پورا فرمایا۔

۲۰/۳۰ میل سفر پیدل فرمایا کرتے، نہ تکان کا احساس ہوتا نہ اضمحلال۔ ایک دفعہ برسات کے موسم میں حضرت والا بینی گنج پہنچے، مولانا قاری امیر حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی ساتھ تھے، اتنی بارش ہوئی کہ بارش کی وجہ سے راستے بند ہوگئے تھے، بسیں بند ہوگئیں، سڑک پر پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے کٹ گئی۔ آپ بینی گنج سے پیدل ۳ میل بولاپا تشریف لے گئے کہ شاید وہاں سے بس مل جائے وہاں بھی بس نہ ملی وہاں سے ہردوئی کا پیدل ہی ارادہ فرمایا جو تقریباً وہاں سے ۲۳ میل ہے، مگر قاری صاحب کی رعایت میں بگھولی اسٹیشن تک کا سفر فرمایا جو تقریباً ۱۴ میل ہے۔ برسات، راستے بھی کچے، اور کچھ کھایا پیا بھی نہیں، ایسی حالت میں کیا گزری ہوگی۔

جوانی کے ابتدائی زمانہ میں دسمبر جنوری کی سردیوں میں ململ کا کرتا پہن کر صبح تہجد کے وقت کبھی کبھی تفریح کے لئے تشریف لے جاتے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے کہہ دیا "مولوی لوگ پتہ نہیں کیا کھاتے ہیں انہیں سردی بھی نہیں لگتی۔" حضرت والا نے برجستہ جواب دیا کھاتے وہی ہیں جو تم لوگ کھاتے ہو، مگر اپنے جوہر کی وہ حفاظت کرتے ہیں جو تم سے نہیں ہوسکتی۔"

حضرت والا کے جوڑ اور ہڈیاں خوب مضبوط اور قوی تھیں، اور اعتدال کے ساتھ اعضاء پُر گوشت تھے، مگر قد کی لمبائی کی وجہ سے موٹاپا ظاہر نہیں ہوتا تھا شدید علالت اور کمزوری کی حالت میں جبکہ خود اٹھنا دشوار تھا اور اٹھانے والے خدام بروقت موجود نہ تھے، حضرت والا اٹھنا چاہتے تھے، ایک خادم نے اٹھانا چاہا مگر وہ خادم خود اپنی کمزوری کی وجہ سے حضرت والا کے بدن کا بوجھ نہ سنبھال سکا۔ حضرت والا نے مسکرا کر فرمایا:

"ہاتھی مرنے کے بعد بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔"

تواضع وعبدیت

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا قدس سرہٗ کو جہاں بے شمار کمالات سے نوازا بلکہ جامع الکمالات بنایا اسی کے ساتھ ساتھ کمال تواضع اور کمال عبدیت سے بھی علیٰ وجہ الکمال متصف فرمایا، جس کی وجہ سے تواضع وعبدیت آپ کی طبیعت وحال بن کر آپ کے قلب و دماغ اور جسم کے ہر ہر رگ وریشہ میں سرایت کئے ہوئے تھا کہ بلا کسی رسم تکلف کے آپ کی ہر حالت سے اس کا ظہور ہوتا تھا۔ جامع الکمالات ہونے کے باوجود بھی آپ کو کسی کمال کا وہم وخیال بھی نہیں گزرتا تھا، ہر کسی کو اپنے سے افضل سمجھتے، مخلوق میں سب سے زیادہ کمترین وذلیل ترین اپنے نفس کو ہی سمجھتے۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا: ’’آنے والوں کے پیروں کی خاک کو باعث نجات جانتا ہوں۔‘‘ یہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کا مقولہ ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے ایک موقع پر یہی جملہ ارشاد فرمایا تھا۔

ہنگامہ کے موقعہ پر غیر ملکی اسفار کی وجہ

دار العلوم میں ہنگامہ آرائی ہوئی تو غیر ملکی سفر پر تشریف لے گئے، اسی طرح مظاہر علوم کے ہنگامہ کے موقعہ پر بھی۔ دریافت فرمانے پر ارشاد فرمایا: ’’میں نے سمجھا کہ یہ سب کچھ میری نحوست سے ہو رہا ہے، اس لئے میں باہر سفر میں چلا گیا تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو جائے۔‘‘

امتیاز پسندی

اپنے لئے کوئی امتیازی جگہ، امتیازی ہیئت ہرگز پسند نہیں تھی۔ معذوری سے قبل بھی کسی تکیہ وغیرہ کا ہونا نشست گاہ پر پسند نہیں تھا۔ مسجد میں مجلس ہوتی آپ کے لئے کچھ کپڑا بچھانا چاہتے، تکیہ رکھنا چاہتے، انکار فرمادیتے، اور سخت ناپسند فرماتے حتیٰ کہ حضرت والا کو اپنے معتکف پر پردہ وغیرہ لٹکانا بھی ناپسند تھا۔ احباب نے زیادہ اصرار کیا تو بمجبوری اس کو برداشت فرماتے تھے اسی طرح حضرت والا کو یہ بھی پسند نہ تھا کہ حضرت والا کے نیچے معتکف میں گدا وغیرہ بھی بچھایا جائے۔

ایک دفعہ اعتکاف کے موقعہ پر حضرت والا نے ایک خادم سے کہا یہ چٹائی اعتکاف کی جگہ میں بچھا دو اس پر یہ چادر بچھا دو اور تکیہ رکھ دو۔ ایک دوسرے خادم نے گدا بھی بچھا دیا۔ حضرت نے جب اس کو دیکھا تو ناراضگی کا اظہار فرمایا، اور فرمایا: ''کس نے بچھایا'' بتایا، فلاں نے۔ حضرت والا نے وجہ دریافت فرمائی کہ'' گدا کیوں بچھایا'' اس نے عرض کیا: ''حضرت زمین پر صرف چٹائی پر سونے سے تکلیف ہوگی، اس لئے گدا بچھا دیا تا کہ کچھ آرام مل جائے۔'' فرمایا: ''کیا سب معتکفین کے پاس گدے ہیں۔'' کہا گیا'' نہیں۔'' فرمایا: ''پھر میں کس طرح گدے پر لیٹوں، یہ تو میرے بس میں نہیں کہ سب کے لئے گدوں کا انتظام کیا جائے، البتہ یہ آسان ہے کہ میں خود بھی اپنا گدا اٹھا دوں۔''

فقیر آدمی کو اپنی رکابی میں کھانا کھلانا

ایک دفعہ افطار کے وقت ایک غریب فقیر آدمی خستہ حال پھٹے پرانے کپڑوں میں آ گیا۔ جس سے سخت گھن اور بدبو آرہی تھی، کوئی اس کو اپنے پاس بٹھانے پر تیار نہ ہوا

حضرت والا نے یہ حالت دیکھ کر فوراً اس کو بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر اپنی رکابی میں اس کو شریک کیا۔ جس سے سب کو حیرت ہوئی اور اپنے او پر سخت ندامت۔

کھانے کے موقعہ پر عادت مبارکہ

کھانے کے موقعہ پر یا اور کسی مجلس میں جگہ کی تنگی ہوتی تو حضرت والا فوراً ایک پیر کھڑا کر کے ایک پیر پر بیٹھ جاتے، دستر خوان پر ریزے گر جاتے تھے تو حضرت والا بے تکلف ان کو اٹھا کر کھا لیتے، کسی نے رکابی صاف نہیں کی، اس میں سالن لگا ہوا رہ گیا، حضرت والا اس کو اٹھا کر بے تکلف صاف کر لیتے۔

عیوب پر پردہ ڈال رکھا ہے

ایک صاحب کو تحریر فرمایا: "اس ناکارہ کے عیوب پر حق تعالیٰ شانہ نے پردہ ڈال رکھا ہے، اگر اصل حالت کھل جائے تو سب طرف سے نفرت ہی نفرت ہو، کسی کی طرف سے رجوع نہ ہو"[۱]

حضرت شیخ الحدیثؒ کا قائم مقام لکھنے پر تنبیہ

ایک صاحب نے اپنے خط میں حضرت والا قدس سرہٗ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا قائم مقام لکھ دیا۔

مکتوب فقیہ الامتؒ

ان کو جواب تحریر فرمایا: "یہ ناکارہ آوارہ ہرگز ان کا قائم مقام نہیں، ان کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں، ہاں خدمت میں بہت دیر تک رہا، مگر محرومی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا"[۲]

---

[۱] مکتوبات فقیہ الامت صفحہ ۱۸۱۔ [۲] مکتوبات فقیہ الامت صفحہ ۲۹۰۔

یہ ناکارہ جوتیاں سیدھی کرنے کے بھی قابل نہیں

ایک صاحب نے (جو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت تھے) حضرت والا قدس سرہٗ سے رجوع کرنے کی درخواست کی اور ساتھ ساتھ یہ جملہ بھی لکھ دیا:

''حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے بعد اب اکتساب فیض کا صرف ایک ہی در باقی ہے۔''

اس کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا:

مکتوب فقیہ الامتؒ

''حق تعالیٰ شانہ نے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ پر جس لطف و کرم کی بارش برسائی آپ اس کا دائرہ اتنا محدود نہ کریں کہ صرف شخص واحد پر ہی انحصار کر دیں۔ ان کے فیض یافتہ حضرات میں ایسے حضرات موجود ہیں کہ یہ ناکارہ ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کے قابل نہیں، جن کی تعداد ایک سو دس (۱۱۰) ہے۔''

جلوۂ حسن ساز کا قلب پہ کیا اثر نہیں
ان کا تو حسن حسن ہے تیری نظر نظر نہیں!

انداز خطاب

اپنے چھوٹوں کو ہمیشہ آپ اور جناب سے خطاب فرماتے تھے، مولانا فلاں اور مفتی فلاں کہہ کر نام لیتے تھے۔ خطوط میں عموماً محترمی! زید احترامہ کے عنوان سے آغاز فرماتے تھے، جس کا اندازہ مکتوب فقیہ الامت میں شائع شدہ مکتوب سے بآسانی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مکتوب عموماً حضرت والا کے تلامذہ اور منتسبین کے نام ہی لکھے گئے ہیں۔

[1] مکتوب فقیہ الامت صفحہ ۲۸۲۔

اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی وہ معاملہ فرماتے جو اپنے بڑوں کے ساتھ بھی بمشکل کیا جاتا ہے۔ چھوٹوں کو چھوٹا نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت والا قدس سرہٗ کے کسی انداز سے کبھی ادنیٰ درجہ کی بڑائی کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ حضرت والا کسی درجہ میں بھی اپنے آپ کو صاحب کمال سمجھتے تھے، بلکہ حضرت والا قدس سرہٗ کو اپنے کسی کمال کا وہم بھی نہیں ہوتا تھا۔

مدت العمر زبان مبارک سے کبھی کوئی جملہ نہیں سنا گیا جس سے اپنی ادنیٰ درجہ کی بڑائی یا اپنے کسی ادنیٰ کمال کا کسی درجہ میں بھی اظہار ہوتا ہو یا اس کے اظہار کا شائبہ بھی ہوتا ہو۔

اکرام ضیف

حدیث پاک میں ارشاد ہے، مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ[۱] (مشکوٰۃ شریف)

اس لئے اکرام ضیف تمام مشائخ و اولیاء اللہ کا خصوصی شعار رہا ہے، فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب کو مہمان نوازی اور اکرام ضیف کی دولت اپنے جد اعلیٰ میزبان رسول ﷺ سیدنا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ورثہ میں ملی تھی، اور سنت نبوی ﷺ و سنت مشائخ و اولیاء کرام کے جذبۂ اتباع نے تو اس میں اور زیادہ کمال پیدا کر کے اس کو عادت ثانیہ بنا دیا تھا۔

حضرت والا قدس سرہٗ کے یہاں اکرام ضیف کا وہ خاص اہتمام تھا کہ جو خاصہ خاصان خداوندی کا ہی حصہ ہو سکتا ہے اور بس جس کی وجہ سے ہر آنے والا مہمان کوئی اجنبیت محسوس نہیں کرتا تھا بلکہ یوں سمجھتا تھا کہ اپنے گھر ہی آیا ہوں، کسی اجنبی جگہ نہیں، بلکہ

---

[۱] تم میں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

ہر پریشان دل کو وہ سکون واطمینان میسر آتا تھا جس سے سب غم غلط ہو جاتا تھا اور پکار اٹھتا تھا۔

اگر فردوس برروئے زمین است
ہمین است وہمین است وہمین است

مہمان کی مرغوب چیزوں کا اہتمام

ہر ایک کے ساتھ اس کے مناسب معاملہ کیا جاتا، ہر ایک مہمان کی راحت رسانی کا پورا خیال رکھا جاتا۔ خواص مہمانوں کی مرغوبات کا بھی اہتمام ہوتا جس علاقہ، جس صوبہ اور جس ملک کے مہمان ہوتے ان کے یہاں جو چیزیں مرغوب ہوتیں ان کے مہیا کرنے کی کوشش کی جاتی۔

مہمانوں کی خاطر نفلی روزوں کا افطار

بعض مرتبہ کسی خاص اور اہم مہمان کی وجہ سے اپنا نفلی روزہ بھی افطار فرمادیتے اور مہمان سے اس کا اظہار بھی نہ فرماتے، بعد میں اس روزہ کی قضا رکھتے۔

مہمان کی خاطر سفر کا التوا

بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت والا قدس سرہٗ کا سفر تجویز ہوتا، اور کسی خاص مہمان کے آنے کی اطلاع آجاتی تو حضرت والا مہمان کی وجہ سے اپنا سفر ملتوی فرمادیتے۔

دسترخوان پر تمام مہمانوں پر نظر

دسترخوان پر تمام مہمانوں پر نظر رکھتے، کوئی خاص مہمان غائب ہوتا دریافت فرماتے ”فلاں نہیں ہے۔“ کسی کے پاس روٹی، سالن کچھ ختم ہو جاتا فوراً خدام سے فرماتے

''وہاں روٹی رکھو، وہاں سالن لاؤ۔''

اخیر تک دستر خوان پر شرکت

حضرت والا قدس سرہٗ کھانے میں تو برائے نام شرکت فرماتے تھے، مگر دستر خوان پر اخیر تک برابر بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ سب فارغ ہو جاتے اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ دستر خوان سے اٹھتے، تاکہ کسی کو یہ احساس نہ ہو کہ سب فارغ ہو گئے، میں تنہا رہ گیا اور وہ سیر ہو کر نہ کھا سکے۔

کھانے کے دوران تفریحی فقرہ

اسی طرح کھانے کے دوران حضرت والا قدس سرہٗ کوئی تفریحی فقرہ بھی فرما دیتے یا کوئی لطیفہ سنا دیتے، جس سے منشا یہ ہوتا تھا کہ مہمان بہت خوش ہو کر کھانا کھائے، کسی قسم کی غیریت و اجنبیت محسوس نہ کرے۔

مہمانوں کے لئے بستروں کا اہتمام

عشاء کے بعد مہمانوں کے لئے بستر کرانے کا تقاضہ فرماتے، جب حضرت والا قدس سرہٗ کی صحت تھی تو خود بھی بستر وغیرہ بچھانے میں شریک ہوتے گویا اندر سے جذبہ ہوتا کہ اپنے ہاتھ سے مہمانوں کی خدمت کروں، گو کہ خدام اس کی نوبت کم آنے دیتے۔

مہمانوں کے بستر پر لیٹ جانے کے بعد خود بھی کسی خادم کے سہارے سے مہمانوں کے پاس تشریف لے جاتے، اور خود ملاحظہ فرماتے اور دریافت فرماتے کسی کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، انتہائی ضعف کے بعد جب یہ بھی ناممکن ہو گیا تب بھی برابر دریافت فرماتے رہتے کہ مہمانوں نے کھانا کھالیا، مہمانوں کے لئے بستر ہو گئے، مخصوص

مہمان ہوتے تو ان کا نام لے کر دریافت فرماتے کہ فلاں نے کھانا کھالیا، فلاں کے لئے بستر ہو گیا، فلاں صاحب کہاں سوئیں گے وغیرہ وغیرہ۔

﴿مہمانوں کے لئے کرایہ﴾

غرض کہ مہمان کی ہر امکانی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جاتا۔ بعض مہمان حضرات بیچارے طلباء ہوتے یا بعض مدارس کے اساتذہ ہوتے اور ان کے پاس واپسی کا کرایہ نہ ہوتا ان کو کرایہ بھی پیش فرمادیتے۔ اکثر ایسا ہوا کہ حضرت والا نے از خود کرائے کی رقم پیش فرمادی۔ بعض سے دریافت فرمالیا: ''واپسی کرائے کے پیسے ہیں۔؟'' معلوم ہونے پر کہ نہیں ہیں پیش فرمادئے، بعض نے از خود اظہار فرمادیا۔

غرض مہمانوں کی پوری خاطر مدارات کی جاتی اور وسعت قلبی اور فراخدلی اور انتہائی بشاشت قلبی کے ساتھ مہمان کا اکرام کیا جاتا۔

﴿مہمانوں کی رخصتی﴾

حضرت والا قدس سرہٗ رخصتی کے وقت کھڑے ہوکر مصافحہ ومعانقہ فرماتے اور باہر دروازے تک رخصت کرنے کے لئے تشریف لاتے اور اخیر میں انتہائی ضعف کے باوجود حالانکہ باربار چکر آتے اور گرگر پڑتے، مگر ہر ایک سے کھڑے ہوکر معانقہ فرماکر رخصت فرماتے۔

﴿سخاوت وفیاضی اور اعتماد علی اللہ﴾

حضرت والا قدس سرہٗ عموماً کسی سائل کو کبھی رد نہیں فرماتے تھے۔ اور اگر اس وقت موجود نہ ہوا تو وعدہ فرمالیتے کہ فلاں وقت آجانا اور سائل کی حاجت وضرورت کی تصدیق

تحقیق کی بھی ضرورت نہ سمجھتے بلکہ بعض دفع کسی کا غیر ضرورت مند ہونا بھی معلوم ہو گیا تب بھی اس کو محروم نہیں فرمایا۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے سوال کیا: ''میری بیٹی کا انتقال ہو گیا اور اس کے لئے کفن کی ضرورت ہے۔'' حضرت والا نے کفن کے بقدر پیسے نکال کر عنایت فرما دیئے۔ اس کے چلے جانے کے بعد کسی نے عرض کیا کہ آپ نے تحقیق بھی نہیں کی کہ واقعتاً اس کی بیٹی کا انتقال ہوا بھی یا نہیں، یا ویسے ہی جھوٹا بہانہ بنایا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا: ''تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی، اس نے کہا کیوں۔؟''

حضرت والا نے فرمایا: ''تحقیق کی ضرورت اس وقت تھی جب مجھ کو تردد ہوتا، مجھ کو تو یقین تھا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے، چونکہ بیٹی کے انتقال پر جو صدمہ کا اثر ہوتا ہے اس پر وہ اثر نہیں تھا۔'' اس نے کہا: پھر کیوں دیا۔'' فرمایا: ''اس شکریہ میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے مجھے اس مصیبت میں گرفتار نہیں کیا۔''

ایک دفعہ ایک سائل آیا۔ حضرت نے ایک سو روپے کا نوٹ نکال کر ایک طالب علم کو دیا کہ اس کو دے دو۔ طالب علم نے ہوشیاری کی، سمجھا کہ کھلے ہوئے پیسے نہیں ہیں اس لئے مجھ کو دیا ہے کہ اس کو کھلا کر کچھ پیسے اس کو دے دوں۔ چنانچہ اس نے کھلا کر کچھ روپے دے دیئے اور بقیہ واپس لا کر پیش کئے۔ حضرت والا نے فرمایا: ''میں نے تو یہ نہیں کہا تھا، بلکہ سب ہی دینے کے لئے دیئے تھے۔'' طالب علم نے معذرت کی: ''حضرت میں نے یہی سمجھا۔'' مگر سائل جا چکا تھا، غالباً وہ سب پیسے پھر اس طالب علم کو ہی عنایت فرما دیئے۔

کتنے طلباء کے ماہانہ وظیفے مقرر ہوتے جس کو وہ ہر ماہ وصول کرتے، اس کے علاوہ بھی جس طالب علم کو جو ضرورت ہوتی، وہ بیان کرتا، حضرت والا اس کی ضرورت پوری فرماتے، اور خود بھی طلباء سے ان کی ضروریات دریافت فرما کر عنایت فرماتے رہتے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت والا کی طبیعت کو ایسا فیاض بنایا تھا کہ اگر بڑے سے بڑا خزانہ بھی آپ کو دے دیا جاتا، تو سب بے دریغ خرچ کر ڈالتے اور ایک پائی بھی بچا کر نہ رکھتے۔

اگر کسی وقت کچھ بھی پاس نہ ہو تو ہاتھ کا لقمہ دینے سے بھی دریغ نہیں اور کسی چیز کے موجود ہوتے ہوئے خرچ نہ کرنے کی گنجائش ہی نہیں، اس سلسلہ میں حضرت قدس سرہٗ ارشاد فرمایا کرتے تھے: ''موجود کے ساتھ بخل کرنا خالق کے ساتھ بدگمانی ہے کہ اس نے اب تو دیا ہے، پھر نہیں دے گا۔'' اس لئے حضرت والا قدس سرہٗ کے یہاں کسی چیز کو کل کے لئے اٹھا کر رکھنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

اسی وجہ سے اس تمام تر سخاوت کے باوجود حضرت والا پر کبھی زکوٰۃ و قربانی واجب نہیں ہوئی۔ چونکہ بچنے، جمع ہونے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔ طلباء کے وظائف مستقل کسی کو علاج کے لئے کسی کو اداءِ قرض کے لئے پیسے دیے جا رہے ہیں، کوئی کتاب خریدنے کی درخواست کر رہا ہے، اس کو کتابیں خرید وائی جا رہی ہیں۔ دارالافتاء کے طلباء کو سال بھر میں کئی دفعہ کتابیں تقسیم کی جا رہی ہیں۔ دارالعلوم میں سالانہ تقسیم انعام کے لئے کتابیں داخل کی جا رہی ہیں، دارالافتاء سے فارغ ہونے والے طلبہ کو فتاویٰ سے متعلق کتابیں خرید کر دی جا رہی ہیں، بعض اہل علم حضرات کو اتنی کتابیں عنایت فرمائیں کہ مستقل کتب خانہ ان کے پاس ہو گیا، خود اپنا کتب خانہ کئی مرتبہ تقسیم فرمایا، مگر پھر اللہ تعالیٰ نے پورا کتب خانہ عطا فرما دیا۔

ایک موقعہ پر آنکھوں میں موتیا اتر آنے کی وجہ سے جب کتابیں دیکھنے سے معذوری ہو گئی، ادھر آنکھوں کا آپریشن بھی تجویز تھا، مگر حضرت نے اپنا تمام کتب خانہ تقسیم فرما دیا۔ کسی مخلص نے عرض کیا کہ: ''حضرت کچھ کتابیں اپنے مطالعہ کے لئے رکھ لیجئے،

آپریشن سے آنکھ صحیح ہوجائیں گی۔"

فرمایا: "جو آنکھیں دے گا، کتابیں نہیں دے گا۔" چنانچہ سب کتابیں تقسیم فرمادیں اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپریشن کے بعد چند دن ہی گزرے تھے کہ پھر مستقل کتب خانہ جمع ہوگیا۔

کسی نے مکان نہ ہونے کی شکایت کی اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا، اس طرح کے بھی کتنے حضرات ہیں جن کے مکانوں کا حضرت والا نے بندوبست فرمایا۔

دست غیب

اس دادودہش اور عطایا کی وجہ سے بہت سے حضرات کو خیال ہوا کہ حضرت والا کو دست غیب حاصل ہے۔ ایک خادم نے عرض کیا: "آپ کو دست غیب ہے۔؟" حضرت نے فرمایا: "ہاں ہے دست غیب۔" کہا: "کیا آپ بتادیں گے کس طرح حاصل ہوتا ہے۔" فرمایا: ضرور مگر تم نہیں کرسکو گے۔" کہا: "کیوں! کیا بہت مشکل ہے۔"؟ فرمایا: نہیں مشکل تو نہیں، بہت آسان ہے، صرف تین چیزیں ہیں۔

(۱) اپنے مال کو اپنا مال نہ سمجھیں (بلکہ اللہ کی امانت سمجھیں، جو اللہ کے بندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ہمارے پاس امانت ہے)۔

(۲) اپنے بھائی کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیں۔

(۳) اپنی ضرورت کا کسی سے اظہار نہ کریں۔"

دنیا سے بے رغبتی اور فقر و فاقہ

حضرت والا قدس سرہٗ کے قلب میں دنیوی اسباب اور مال ومتاع کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، دنیا و مافیہا کی بے ثباتی ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔

حضرت والا نے کبھی اسباب دنیا کی طرف نظر اٹھا کر ہی نہیں دیکھا۔ چنانچہ حضرت کے کمرہ میں کتابوں کے انبار کے علاوہ کوئی اور سامان بمشکل ہی نظر آتا تھا، نہ زندگی بھر اس نوع کا سامان خریدا، نہ بیگ، نہ اٹیچی، نہ بکس وصندوق، نہ کبھی خود سے اپنے کپڑے خریدنے کی نوبت آئی۔

جدی مکان اہلیہ محترمہ کو دے دیا

مکان بنانا اس کی خواہش تو درکنار جدی مکان جو وراثت میں ملا تھا اس کو بھی اپنی اہلیہ محترمہ کو مہر کے اندر دے دیا، اور فرمادیا: ''مکان میں دے چکا، کچہری آنا جانا میرے بس کا نہیں، کاغذ لکھوانا چاہو لکھ دوں، کبھی ایک دو شب کو آیا کروں گا عاریۃً تمہاری اجازت ہوگی ٹھہر جایا کروں گا، ورنہ نہیں۔''

رئیس میرٹھ کی وسیع مکان کی پیشکش

میرٹھ کے رہنے والے ایک متمول رئیس آدمی نے ایک کشادہ مکان جو متعدد کمروں پر مشتمل تھا خریدا اور حافظ محمد طیب صاحب زید مجدہم مالک مکتبہ نعمانیہ کو سفارشی بنا کر حضرت اقدس قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کرنا چاہا کہ چھتہ مسجد کے حجرے کے بجائے اس مکان میں قیام فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا: ''ضرورت نہیں یہ حجرہ کافی ہے۔'' انہوں نے عرض کیا: ''حضرت مہمانوں کو سہولت ہوگی۔'' فرمایا: ''میرے مہمان عموماً طلبہ ہوتے ہیں جو مسجد میں سونے کے عادی ہوتے ہیں وہ سب یہاں حجرہ اور مسجد میں سو جاتے ہیں۔ اس لئے مزید کسی مکان وغیرہ کی ضرورت نہیں۔'' انہوں نے بہت کوشش کی، حافظ صاحب نے بہت

اصرار کیا، مگر حضرت قدس سرہٗ کسی طرح آمادہ نہیں ہوئے۔

اہل گنگوہ کی طرف سے خانقاہ تعمیر کرانے کی پیشکش

آپ کے وطن اصلی گنگوہ میں اہل گنگوہ نے درخواست کی کہ: ''ہم گنگوہ میں آپ کے لئے خانقاہ تعمیر کرانا چاہتے ہیں، جس میں آنے والے تمام مہمانوں کی سہولت کا انتظام ہوگا۔ حضرت والا منظور فرمالیں۔''

حضرت قدس سرہٗ نے بہت سختی سے انکار فرمادیا: ''ہرگز نہیں۔'' اور فرمایا: ''میں اور خانقاہ۔'' گویا اپنے کو اس کا اہل بھی تصور نہ فرماتے تھے کہ آپ کے لئے خانقاہ تعمیر کی جائے اور آپ اس میں شیخ ہونے کی حیثیت سے قیام فرما ہوں۔ خود چھتہ مسجد کے لئے خانقاہ کا لفظ آپ کو پسند نہیں تھا۔ کسی سے چھتہ مسجد کے لئے خانقاہ کا لفظ سنتے تو ناگواری کا اظہار فرماتے۔

غالباً روزمرہ کے استعمالی کپڑے بھی اپنی ملک نہیں ہوتے تھے بلکہ محترم مولانا ابراہیم صاحب زید مجدہم کی ملکیت ہوتے تھے اور حضرت اقدس قدس سرہٗ عاریۃً استعمال فرماتے۔

﴿وفات﴾

۱۸ر ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ر ستمبر ۱۹۹۶ء کے بعد شب سہ شنبہ میں بروز دوشنبہ جنوبی افریقہ میں وفات فرمائی، اور وہیں مدفون ہوئے۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

﴿تاریخ وفات﴾

مفتی محمود حسن نور اللہ مرقدہٗ

۱۴۱۷ھ

سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

تمّت وبالفضلِ عمّت

فہرست خلفاء و مجازین حضرات

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

﴿ہندوستان﴾

۱ مولانا ابراہیم صاحب پٹنی استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع بلساڑ گجرات۔
پن کوڈ: ۳۹۶۴۱۵ فون: ۲۲۰۳۴ (۰۲۶۳۷)

۲ حاجی ابوبکر صاحب اے ایچ اکسپورٹ پوسٹ بکس ۱۹۶۷، مدراس (چنائی) ۲۱۹ لینگی چیٹی اسٹریٹ مدراس (چنائی) فون: ۵۲۲۲۶۲۶ (۰۴۴)

۳ مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس، یوپی فون: ۳۲۳۲۰۷ / ۲۳۷۶۱۲ (۰۵۴۲)

۴ مولانا ابوالکلام صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سیلم تامل ناڈو۔
پن کوڈ ۶۳۶۰۱۲ فون: ۴۴۸۷۶۴ (۰۴۲۷)

۵ مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مفتی و استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع بلساڑ، گجرات پن کوڈ ۳۹۶۴۱۵ فون: ۲۲۰۳۴ (۰۲۶۳)

۶ مولانا مفتی احمد صاحب دیولوی مہتمم جامعہ علوم قرآن جمبوسر گجرات۔

۷ مولانا احمد صاحب بزرگ مہتمم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، ضلع بلساڑ گجرات پن کوڈ ۳۹۶۴۱۵ فون: ۲۲۰۳۳ (۰۲۶۳۷)

۸ حاجی احمد کبیر صاحب ایم ایم نینا اکسپورٹ پوسٹ بکس ۱۸۸۸ مدراس (چنائی) ۹۹ لینگی چیٹی اسٹریٹ مدراس (چنائی) فون: ۵۲۲۵۹۲۳ (۰۴۴)

۹ مولانا مفتی محمد اختر صاحب محلہ بھمسی مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور، پنجاب

۱۰ مولانا قاری محمد ادریس صاحب امام مسجد مولانا احمد سعید سحبان الہند ارد و بازار دہلی ۶۔

۱۱ مولانا محمد اسلام صاحب محلہ بڑ ضیاء الحق دیوبند ضلع سہارنپور، یوپی،
پن کوڈ ۲۴۷۵۵۴۔

۱۲ مولانا محمد اسلم صاحب جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام پلپلیڑہ ضلع غازی آباد،
یوپی، فون : ۳۷۲۲۳۹

۱۳ مولانا محمد اسماعیل صاحب قاسمی محلہ ابوالمعالی دیوبند سہارنپور یوپی،
پن کوڈ ۲۴۷۵۵۴۔

۱۴ مولانا مفتی اکرام الحق صاحب بن مولانا اسلام الحق صاحب راندیر سورت گجرات

۱۵ مولانا محمد اکرام الحق صاحب ہیر کر ہریا پوسٹ بھر تھاچک ضلع گڈا بہار
پن کوڈ ۸۱۴۱۵۴

۱۶ مولانا مفتی اکرام الدین صاحب پاتوڑدوی مہتمم دار العلوم حسینہ واشم
روڈ کولہ مہاراشٹر پن کوڈ ۴۴۴۰۰۲ فون : ۴۳۸۴۱۵ (۰۷۲۴)

۱۷ مولانا امام الدین صاحب کڑمان کھولہ کرپا کھالی جے نگر مجلی پور ضلع ۲۴ پرگنہ بنگال

۱۸ مولانا امداد اللہ صاحب چودھری قرض گرام ڈائن ہاٹ ضلع بردوان بنگال

۱۹ مولانا انوار احمد صاحب مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم ۸۱ / ۱۳۶ قریش نگر
قلی بازار کانپور۔

۲۰ مولانا محمد انیس خان صاحب ناظم تعلیمات واستاذ حدیث مدرسہ مظاہر العلوم
سیلم مدراس۔ پن کوڈ ۶۳۶۰۱۲ فون : ۴۴۸۷۶۴ (۰۴۲۷)

۲۱ مولانا مفتی محمد ایوب صاحب مدرس مدرسہ خادم الاسلام ہاپوڑ ضلع غازی آباد
یوپی، پن کوڈ ۲۴۵۱۰۱ فون : ۳۱۱۰۶۸ (۰۱۲۲)

۲۲ مولانا مفتی محمد ایوب شاہ صاحب پنجورہ شوپیاں مفتی دار العلوم رحیمیہ
بانڈی پورہ کشمیر، پن کوڈ ۱۹۳۵۰۲ فون : ۲۷۲۔

۲۳ جناب ایاز الحق صاحب محلہ شیخ واڑہ قلعہ بازار ضلع رائے بریلی، یوپی۔
۲۴ حاجی جمیل الدین صاحب ۱/۱ رپن اسٹریٹ ہیرا ہوٹل کے سامنے کلکتہ
فون: ۲۹۰۴۸۸۔ ۲۹۳۰۴۴ (۰۳۳)
۲۵ حاجی جمیل احمد صاحب بوڈینہ، ضلع مظفر نگر یوپی۔
۲۶ مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب خیرآبادی مفتی دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور
یوپی، پن کوڈ ۲۴۷۵۵۴ فون: ۲۲۴۲۹ (۰۱۳۳۶)
۲۷ مولانا حسین احمد صاحب مدرسہ اسلامیہ ناشر العلوم پانڈولی سہارنپور
یوپی، پن کوڈ ۲۴۷۵۵۱۔
۲۸ مولانا خالد صاحب ابن مفتی محمد یحیی صاحب مدرس مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور، یوپی، پن کوڈ ۲۴۷۰۰۱ فون: ۲۷۵۵۴۲ (۰۱۳۲)
۲۹ مولانا مفتی خلیل احمد صاحب کاوی ناظم مدرسہ حقانیہ کٹھور ضلع گجرات
پن کوڈ ۳۹۴۱۵۰ فون: ۵۶۳۶۷ (۰۲۶۲۱)
۳۰ مولانا محمد رحمت اللہ صاحب میر قاسمی مہتمم دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ،
کشمیر پن کوڈ ۱۹۳۵۰۲ فون: ۲۷۲۔
۳۱ مولانا مفتی رشید احمد صاحب فریدی بہار مدرسہ مفتاح العلوم تراج
ضلع سورت گجرات، پن کوڈ ۳۹۴۳۱۵ فون: ۶۴۴۱۵ (۰۲۶۲۲)
۳۲ مولانا مفتی سبیل احمد صاحب وانمباڑی مہتمم مدرسہ رفیق العلوم آنبور تمل ناڈو
۳۳ حکیم مولانا محمد سعود صاحب اجمیری محلہ کھڑک منارہ مسجد کے متصل
محمد علی روڈ بمبئی ۳
۳۴ مولانا سعید احمد صاحب مظفر نگری امام مینا مسجد اسلام نگر گلی ۲
غازی آباد، یوپی۔

۳۵ مولانا محمد سلمان صاحب گنگوہی محلہ بھاؤالدین گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی، پن کوڈ ۲۴۷۳۴۱ ۔
۳۶ مولانا سیف الحق صاحب ساکن کشنو پور ضلع مدناپور بنگال۔
۳۷ مولانا مفتی محمد شاکر علی صاحب کھڑوئی تھانہ الگیراہ مدناپور بنگال
۳۸ مولانا محمد شفیع صاحب عمرجی اچھودوی دارالعلوم کنتھاریہ بھروچ گجرات
۳۹ مولانا محمد شفیع میاں صاحب سملکی استاذ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع بلساڑ گجرات پن کوڈ ۳۹۶۴۱۵ فون : ۶۲۰۳۳ (۰۲۶۳۷)
۴۰ مولانا شوکت علی صاحب خطیب وامام جامع مسجد بمبئی۔
۴۱ مولانا مفتی محمد طاہر صاحب غازی آبادی مفتی مظاہر علوم سہارنپور، یوپی. پن کوڈ ۲۴۷۰۰۱ فون : ۲۴۵۵۴۲ (۰۱۳۲۷)
۴۲ مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب بینی گنج ضلع ہردوئی یوپی پن کوڈ ۲۴۱۳۰۴
۴۳ مولانا مفتی عبد الجبار صاحب مدرس مدرسہ حسینیہ تاؤلی ضلع مظفر نگر، یوپی فون : ۴۳۲۴۱۱ (۰۱۳۱)
۴۴ مولانا مفتی عبد الرحمٰن صاحب گڈاوی مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی، پن کوڈ ۲۴۷۰۰۱ فون : ۲۴۵۵۴۲ (۰۱۳۲۷)
۴۵ مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب مہتمم جامعہ محمودیہ خیر العلوم لال مسجد نورمحل بھوپال ایم پی۔
۴۶ مولانا عبد الرشید صاحب سلطانپوری مدرس مدرسہ بیعت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ یوپی۔
۴۷ مولانا عبد الغفار صاحب ابن مولانا عبد الحق صاحب (مرحوم) منگر لہاٹ ۲۴ پرگنہ بنگال۔

۴۸ مولانا عبدالقادر صاحب موضع و پوسٹ چاند نگر وایا سوربہ ضلع ۲۴ پرگنہ مغربی بنگال۔

۴۹ مولانا عبدالقادر صاحب ساکن، پوسٹ چیتن دیاڑا، چار گھاٹ وایا، ڈی چاتر اتھانہ، شروپنگر، ضلع ۲۴ پرگنہ، شمالی بنگال۔

۵۰ مولانا عبدالقیوم صاحب مہتمم مدرسہ ارشد العلوم چھتربر پوسٹ جھمری تلیا ہزارباغ بہار پن کوڈ ۸۲۵۴۰۹ فون: ۲۲۹۴۲ (۰۵۶۳۴)

۵۱ مولانا محمد عتیق صاحب لیدر سینٹر مستن روڈ کانپور یوپی، فون: ۳۶۶۱۔

۵۲ مولانا محمد عثمان صاحب باردی گرام ضلع کچھاڑ آسام۔

۵۳ مولانا عبداللطیف صاحب مدرسہ النور، اودام پٹنم ضلع تنجاور مدراس (چنائی)

۵۴ مولانا علی عباد صاحب مدرس مدرسہ مطلع العلوم بنارس یوپی۔

۵۵ قاری محمد عین الحق صاحب مرحوم موضع ترکی ڈاکخانہ گھر بھرا ضلع مظفر پور بہار۔

۵۶ مولانا قاری عین الحق صاحب (نابینا) مدرسہ اسلامیہ پکی مسجد پلخانہ آمین ہاوڑا کلکتہ مغربی بنگال۔

۵۷ مولانا مفتی محمد فاروق صاحب مہتمم جامعہ محمودیہ نوگزہ پیر علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ یوپی، پن ۲۴۵۲۰۶ فون: ۷۶۸۳۳۵ / ۷۶۸۳۳۴ کوڈ (۰۱۲۱)

۵۸ مولانا محمد علی صاحب منیار ساحل پٹنی کالونی مغلی سرائے سورت گجرات

۵۹ مولانا محمد بن عبدالحی صاحب واڑی خیر گاؤں ضلع بلساڑ گجرات۔

۶۰ مولانا مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری مفتی واستاذ دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور، یوپی پن کوڈ ۲۴۷۵۵۴ فون: ۲۲۴۲۹ (۰۱۳۳۶)

۶۱ مولانا مفتی محمود صاحب بارڈولی مدرس جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع بلساڑ گجرات پن ۳۹۶۴۱۵۔ فون: ۲۲۰۳۳ (۰۲۶۳۷)

۶۲ حکیم محمود اجمیری صاحب بمبئی والے قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی، پن ۲۴۷۳۴۱

۶۳ مولانا مفتی محمد مسرور صاحب (مرحوم) محلہ بساطیان رام گنج بازار جے پور راجستھان۔

۶۴ مولانا مسعود احمد صاحب ناظم مدرسہ محمود المدارس مسوری ضلع غازی آباد یوپی، پن کوڈ ۲۰۱۳۱۳۔

۶۵ مولانا مطیع الرحمٰن صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ امدادیہ شاہ کنڈ ضلع بھاگلپور بہار پن کوڈ ۸۱۳۱۰۸۔

۶۶ مولانا معین الاسلام صاحب گوہالی پور ڈاک خانہ کود ضلع کٹک اڑیسہ

۶۷ مولانا مفتی مقصود صاحب مفتی واستاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی پن کوڈ ۲۴۷۰۰۱۔

۶۸ مولانا موسیٰ صاحب حاجی پھولوی مہتمم مدرسہ نور الاسلام موٹی دمن ضلع بلساڑ گجرات پن کوڈ ۳۹۶۲۲۰ فون: ۳۴۳۷۰ (۰۲۶۳۶)

۶۹ مولانا نور الحسن صاحب مدرس مدرسہ مطلع العلوم بنارس یوپی۔

۷۰ مولانا محمد نور اللہ صاحب قاسمی مہتمم جامعہ محمودیہ رائے چوٹی ضلع کڈپہ آندھرا پردیش فون: ۶۱۴۱۴ / ۶۱۷۲۰ (۰۸۵۶۱)

۷۱ مولانا محمد ہارون صاحب منیار سورت گجرات۔

۷۲ مولانا محمد ہاشم صاحب راوت نصیل پور تعلقہ نوساری ضلع بلساڑ گجرات

۷۳ مولانا محمد یامین صاحب استاذ حدیث مدرسہ خادم الاسلام ہاپوڑ، یوپی، پن ۲۴۵۱۰۱ فون: ۳۱۲۹۶۵ (۰۱۲۲)

۷۴ مولانا محمد یعقوب صاحب مہتمم مدرسہ عیدگاہ پلکھنہ ضلع غازی آباد یوپی،

۷۵ منشی محمد یعقوب صاحب مہتمم مدرسہ بحر العلوم اصیل پور ضلع میرٹھ یوپی،

۷۶ مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاولوی استاذ دار العلوم دیوبند سہارنپور

یوپی، پن کوڈ ۲۴۷۵۵۴ فون: ۲۲۴۲۹ (۰۱۳۳۶)

۷۷ مولانا محمد یوسف صاحب مدرس مدرسہ اسعدیہ نادن کھاٹ بردوان بنگال

۷۸ مولانا محمد یوسف صاحب ہانس سملکی مدرس جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع بلساڑ گجرات۔ پن کوڈ ۳۹۶۴۱۵۔

بنگلہ دیش

۷۹ مولانا محمد ذاکر حسین صاحب مقتدی استاذ جامعہ یونسیہ برہمن باڑیا۔

۸۰ مولانا ذاکر صاحب نواب گنج ڈھاکہ۔

۸۱ مولانا مفتی محمد شفیق الاسلام مفتی استاذ حدیث مالی باغ ڈھاکہ ۱۲۱۷۔

۸۲ مولانا مفتی شفیق الزماں صاحب فرید پور۔

۸۳ مولانا محمد صدیق احمد صاحب ذکی گنج (سلہٹ)

۸۴ مولانا مفتی محمد طاہر صاحب جامعہ امدادیہ کیشر گنج مومن شاہی۔

۸۵ مولانا مامون رشید صاحب استاذ حدیث جامعہ حسینہ درگاہ پور نترو کونا مومن شاہی۔

۸۶ مولانا محبوب الرحمٰن صاحب مدرسہ خواجہ معین الدین بازار بری سال۔

۸۷ مولانا محمد مصطفےٰ صاحب مدرسہ محی السنۃ محمود نگر ناگری پاڑہ کورملا۔

۸۸ مولانا محمد معصوم صاحب کورملا۔

۸۹ مولانا نور حسین صاحب مہتمم مدرسہ مدنیہ باڑی دھارا ڈھاکہ

۹۰ مولانا محمد یوسف صاحب نظامی مہتمم جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم جمیل مدرسہ بوگرا،

پاکستان

۹۱ مولانا سہیل احمد صاحب ملت ہاؤس ناظم آباد کراچی۔

۹۲ مولانا عبد الرؤف صاحب افغانی شیخ الحدیث مدرسہ گلشن اقبال کراچی استاذ حدیث بنوری ٹاؤن۔

سعودی عرب

۹۳ حافظ ابو بکر صاحب غلام ص ب ۷۴۴ مدینہ طیبہ۔

۹۴ قاری محمد انس صاحب جدہ۔

۹۵ حافظ محمد طاہر صاحب مکہ مکرمہ۔

۹۶ مولانا عبد القادر صاحب مرغلانی ناظم کتب خانہ دار الایمان مدینہ طیبہ۔

۹۷ مولانا یحیٰ صاحب منیار مکہ مکرمہ۔

افریقہ

۹۸ مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور خادم خاص فقیہ الامتؒ ہیزل ڈین جرمسٹن۔

۹۹ مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب صالح جی مہتمم مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ ڈربن۔

۱۰۰ مولانا مفتی ابراہیم صاحب ڈیسائی استاذ مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ ڈربن۔

۱۰۱ مولانا ابراہیم صاحب داتا بھائی جوہانسبرگ۔

۱۰۲ مولانا مفتی اسمٰعیل صاحب بن موسیٰ عبد الرحیم مہتمم معین الاسلام زکریا پارک لینیشیا، مہتمم جامعہ محمودیہ اسپرنگس۔

۱۰۳ مولانا اسمٰعیل بن ابراہیم صاحب پانڈور مدرس مدرسہ تربیت البنات آزادول

۱۰۴ مولانا اسمٰعیل صاحب گارڈی وائٹ روڈ پھومہ لانگا۔

۱۰۵ مولانا قاری اسمٰعیل بن اسحاق استاذ و قاری دار العلوم آزادول۔

۱۰۶ مولانا اسمٰعیل بن محمود صاحب پانڈور لیٹن جرمنین۔

۱۰۷ حاجی اسمٰعیل بن یوسف صاحب پانڈور مرحوم (والد محترم حضرت...... مولانا محمد ابراہیم صاحب مد ظلہ۔

۱۰۸ ڈاکٹر حاجی اسمٰعیل صاحب ڈوکرات ے فیر جوہانسبرگ۔

۱۰۹ مولانا اقبال حسن صاحب زکریاپارک لینیشیا۔

۱۱۰ مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مفتی واستاذ حدیث دار العلوم زکریا، زکریاپارک لینیشیا

۱۱۱ مولانا مفتی محمد سعید صاحب متارا استاذ حدیث و مفتی دار العلوم آزادول

۱۱۲ مولانا مفتی سلیمان قاسم صاحب لینیشیا۔

۱۱۳ مولانا مفتی شبیر احمد صاحب سالوجی مہتمم دار العلوم زکریا، زکریاپارک لینیشیا

۱۱۴ مولانا مفتی شبیر فخر الدین صاحب روشنی۔

۱۱۵ حاجی شبیر احمد صاحب لمبات پامرج۔

۱۱۶ مولانا مفتی عبد الجلیل صاحب مدرس مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ ڈربن

۱۱۷ مولانا عبد الخالق صاحب بھولا ۳۲۶ کو پرن اسٹریٹ لوڈیم پریٹوریا، پن کوڈ (۰۰۳۷)

۱۱۸ حافظ عبد الرحمٰن صاحب میاں لینیشیا۔

۱۱۹ مولانا محمد صاحب ڈیسائی مدرس مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ ڈربن

۱۲۰ مولانا محمد صاحب کولی امام جنگشن مسجد تبلیغی مرکز ڈربن۔

۱۲۱ مولانا حکیم محمد صاحب حافظ جی پامرج امام مسجد۔

۱۲۲ حافظ محمد بن موسیٰ صاحب میاں میاں فارم۔

۱۲۳ مولانا مفتی محمد علی صاحب بھوپالی مدرس دار العلوم زکریا، زکریاپارک

۱۲۴ مولانا محمد موسیٰ صاحب مینک ہرار ی زمبابوے ص ب ۱۳۰ bb بیل وڈیرے

۱۲۵ مولانا موسیٰ بن ابراہیم پانڈور ایلزبرگ۔

۱۲۶ مولانا موسیٰ صاحب میمی بیس ویلی جوہانسبرگ۔

۱۲۷ مولانا موسیٰ بن اسمٰعیل صاحب پانڈور ہیزل ڈین جرمسٹن۔

۱۲۸ مولانا محمد یونس صاحب پٹیل اشیرول ڈربن۔

فرانس

۱۲۹ مولانا بدر عالم صاحب عمر جی ری یونین۔

انگلینڈ

۱۳۰ مولانا خلیل احمد صاحب مدرس دار العلوم بری۔

۱۳۱ مولانا مفتی مقبول احمد صاحب خطیب جامع مسجد گلاسگو اسکاٹ لینڈ۔

۱۳۲ مولانا مفتی موسیٰ صاحب بدات باٹلی مدرس مرکزی مسجد باٹلی۔

ویسٹ انڈیز

۱۳۳ مولانا محمد ادریس صاحب بھولات باربدوس۔

فیضانِ حضرت گنگوہی رح

ہماری چند اہم مطبوعات

فتاوی محمودیہ مکمل سیٹ ۲۳ ر جلدیں

فہرست فتاوی

ملفوظات فقیہ الامت ۳ ر جلدیں (ترتیب جدید)

رحمت دو عالم ﷺ اور اسلامی اخلاق

خطبات رفیق الامت ۲ ر جلدیں

تذکرہ رفیق الامت (سوانح علامہ رفیق احمد صاحب)

غیر مقلدین کا اصلی چہرہ

عقائد الشیعہ

مسنون و مقبول دعائیں (المعروف بہ) محمود الاذکار

تذکرہ مولانا عبداللہ صاحب بستوی ثم المدنی

افریقہ اور خدمات فقیہ الامت اضافہ شدہ

خطبات محمود ۳ ر جلدیں

حیات محمود (سوانح) مکمل ۲ ر جلدیں

تربیت الطالبین

دافع السہو والغفلہ (ترجمہ عمل الیوم واللیلۃ اردو)

محمود الاعمال

تحفہ اسکوٹ لینڈ

معاشرت پر ایک نظر

حیات ابرار (سوانح حضرت محی السنۃ)

تذکرۃ الاحباب بعد وفات قطب الاقطاب

ترک رفع یدین اور قراءۃ فاتحہ خلف الامام

آسان فرائض

نعت محمود وصف محبوب ﷺ

ارمغان اہل دل

معمولات یومیہ حجرۂ مبارکہ

وصف شیخ

غیر مقلدیت

رد شیعیت

رد قادیانیت

آئینہ بریلویت

مناقب النعمان

لطائف محمود

سرکاری سودی قرضے

اسباب لعنت

اسباب غضب

مکتوبات فقیہ الامت ۳ ر جلدیں